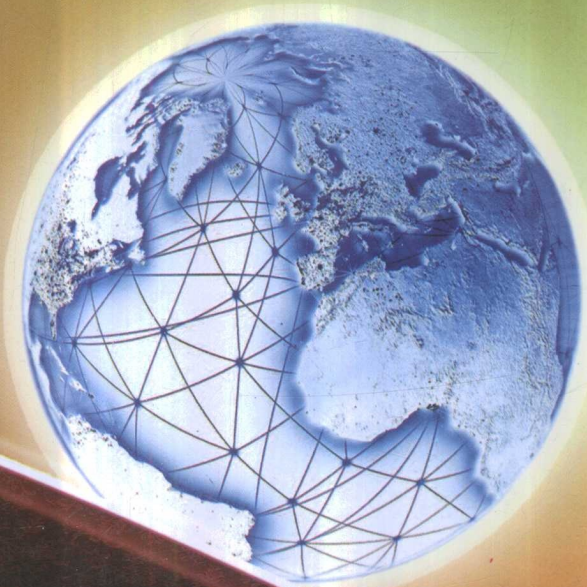


فکر استشرق
اور
عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ

www.KitaboSunnat.com



ڈاکٹر محمد شہباز منج

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ
وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی اربعہ

معدت البریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 www.KitaboSunnat.com



کے نام سے شروع، جو بڑا مہربان،
نہایت رحم کرنے والا ہے

www.KitaboSunnat.com

صَلَّىٰ اللَّهُ عَلَيْنَا سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
وَالِهِ وَسَلَّمَ



فکرِ استشرق اور عالمِ اسلام میں اس کا اثر و نفوذ

ڈاکٹر محمد شہباز منج

القمر

القمر پبلی کیشنز لاہور

جملہ حقوق بحق مصنف و ناشر محفوظ ہیں، اس کتاب کی کسی قسم کی کوئی نقل یا سی ڈی وغیرہ تیار کرنے یا اسے نیٹ پر ڈالنے کی اجازت نہیں ہے

نام کتاب _____ گلبرگ استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ

مصنف _____ ڈاکٹر محمد شہباز منج

شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف سرگودھا



0345-6589615

0308-6183570

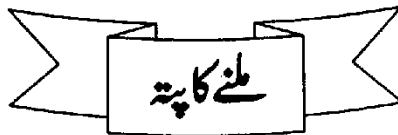
اہتمام _____ القمر پبلی کیشنز، اردو بازار لاہور

اشاعت اول _____ 2016ء

مائیکروسافٹ ورڈ سیننگ _____ حسان عبید

سرورق _____ سجاد محمود

قیمت _____ 700/-



1- ایمل پبلی کیشنز، آفس نمبر 12، سیکنڈ فلور، بلیو ایریا، اسلام آباد، فون: 051-2803096

2- علمی بک ہاؤس / سلمان پبلشرز 38 - اردو بازار لاہور، فون: 042-37120118

3- یونیورسٹی آف سرگودھا، یونیورسٹی آف سرگودھا، فون: 0300-6029198

0300-9606921

انتساب

نوجوان اہل تحقیق کے نام

Transliteration Table

اس کتاب میں عربی اور اردو الفاظ و اسما کی انگریزی نقل حرفی کے لیے درج ذیل جدول کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ جو عربی و اردو الفاظ و اسما انگریزی میں عام مروج ہو گئے ہیں اور نقل حرفی کے بغیر لغات وغیرہ میں بھی بے تکلف استعمال ہوتے ہیں، ان کی نقل حرفی نہیں کی گئی، بلکہ عام مروج صورت میں درج کر دیے گئے ہیں جیسے Quran, Islam, Lahore وغیرہ۔

Table of Consonants

ا	A	آ	dh	غ	gh	ی	y
ب	B	ر	r	ف	f	بھ	bh
پ	P	ڑ	ṛ	ق	q	پھ	ph
ت	T	ز	z	ک	k	تھ	ṭh
ٹ	ṭ	ژ	ẓ	گ	g	ٹھ	ṭḥ
ث	Th	س	S	ل	l	جھ	jh
ج	J	ش	sh	م	m	چھ	çh
چ	Ch	ص	ṣ	ن	n	دھ	ḍh
ح	ḥ	ض	ḍ/ẓ	و	ṇ	ڈھ	ḍḥ
خ	Kh	ط	ṭ	و	w/v	ڑھ	ṛh
د	D	ظ	ẓ	ہ	h	کھ	ḵh
ذ	ḏ	ع	‘	آ	ah/at	گھ	gh

Tables of Long, Short, Median vowels, Doubled and Diphthongs

Long vowels	ا	ā	Short Vowels	ا	a
	آ	ā		ا	i
ی	ی	ī		ا	u
و	و	ū	Median vowels	ا	'a
و	(Urdu)	ō		و	'u
ے	(Urdu)	ē		ئی	'i
Doubled	آ	uww/uvv	Diphthongs	و	aw/au
	ئی	iyy		ی	ay/ai

Note:

1. In Doubled, Diphthongs and ض و of Consonants English alphabets after the / represent the transliteration of the concerned Urdu letter.
2. In آ ah is for pause form and at for construct form
3. و as Urdu conjunction is transliterated as -o and as short vowel _ as -i.
4. ال is dealt in both the ways, considering more preferable in the case concerned, for example جمال الدین as Jamāl al-Dīn and Jamālu-d-Dīn.

فہرست

- ❖ مقدمہ 13
- ❖ استشرق اور مستشرقین سے متعلق مسلمانوں کا عمومی موقف 15
- ❖ اصطلاحی تحریکِ استشرق سے آگے 16
- ❖ منظم مہم اور اس کے تاریخی اسباب 17
- ❖ مخاصمانہ و مخالفانہ تعارف 17
- ❖ نفوذِ اسلام کا چیلنج 21
- ❖ حربی تاریخ کا اصل تصور وار 23
- ❖ معرکہ قلم و قرطاس 24
- ❖ ترغیبِ تہجد اور اس کے نتائج 26
- ❖ اس کتاب میں 28
- ❖ طرزِ پیش کش 29
- ❖ حرفِ تشکر 31
- ❖ استشرق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف 33
- ❖ مستشرق اور استشرق: معنی و مفہوم 35
- لغوی مفہوم 35
- اصطلاحی تعریف 38
- عربسٹس یا سکارلز آف اسلام 42
- ❖ اسباب اور تاریخی پس منظر 43
- اسلام کا طلوع و عروج اور اہل کتاب کا معاندانہ رویہ 43
- حروبِ صلیبیہ 50
- مسلمانوں کا سیاسی زوال اور عیسائیوں کا جوشِ انتقام 56
- ❖ آغاز و ارتقا 61
- تحریکِ استشرق کا نقطہ آغاز 61
- ارتقائی تاریخ و افکار 63
- عہدِ نشاۃ ثانیہ 68

- 75 استشراقِ دورِ استعمار میں ■
- 82 استشراق اور عصرِ حاضر ■
- 85 اغراض و اہداف ◆
- 86 مذہبی و دینی اہداف ■
- 94 سیاسی و استعماری اہداف ■
- 98 معاشی و اقتصادی اہداف ■
- 100 علمی و تحقیقی اہداف ■
- 103 استشراقی فکر و مطالعاتِ اسلام اور ان کی نوعیت ❖
- 106 استشراقی کام کی مختلف جہات ◆
- 106 اساسی اسلامی عقائد و تصورات پر نقد ■
- 106 وحی الہی •
- 110 معجزات و خوارق •
- 116 قرآن اور اس کی حیثیت •
- 130 حدیث اور اس کا مقام •
- 139 سیرتِ طیبہ •
- 154 معاد، اخروی جزا و سزا اور جنت و دوزخ •
- 156 جہاد •
- 158 تعدد ازواج •
- 160 اسلامی فقہ و قانون اور عقوبات •
- 162 نظریہ تخلیق اور ڈاروینی نظریہ ارتقا •
- 164 تجدد، تشکیک اور تحقیر تہذیبِ اسلامی ■
- 165 اسلامی تاریخ و تہذیب کی تحقیر •
- 167 تشکیک و تذبذب •
- 170 دعوتِ تجدد اور اصلاحِ مذہب •
- 179 استشراقی فکر و مساعی اور اہل اسلام کا رویہ ◆

- ❖ عالم اسلام میں استشرقی اثر و نفوذ
- 183.....
- ♦ البر اقدار اور طبقہ امرا
- 185
- 185 ضیا گوک الپ
- 188 مصطفیٰ کمال
- 190 مقتدر اور صاحب اختیار طبقے کے بعض دیگر افراد
- ♦ جدید تعلیم یافتہ دانش ور اور سکالرز
- 194
- 195 ڈاکٹر طحطاح حسین
- 299 ڈاکٹر فضل الرحمن
- ♦ مفسرین اور ان کے مقلدین
- 209.....
- 209 محمد عبده اور ان کا حلقہ فکر
- 209..... محمد عبده
- 225..... رشید رضا
- 231..... قاسم امین
- 233..... علی عبدالرزاق
- 235..... طنطاوی جوہری
- 246..... سر سید احمد خاں اور ان کا حلقہ فکر
- 246..... سر سید احمد خاں
- 251..... مولوی چراغ علی
- 256..... ممتاز علی
- 260..... سید امیر علی
- 272..... محمد علی لاہوری
- 282..... غلام احمد پرویز
- 286..... مرزا غلام احمد قادیانی
- ❖ استشرقی، تجدید اور راسخ العقیدگی: چند تاثرات و معروضات
- 291.....
- 293 استشرقی اور تجدید کی محدود کامیابی اور اس کا سبب
- 295 راسخ العقیدگی کے مقابلے میں تجدید کی ناکامی اور اس کا سبب

- 297.....اہل تجدد کی تحقیقات بھی جینوں نہیں
- 301.....تجدد حقیقی تعبیر سے بہت دور لے جاتا ہے
- 303.....استشراق اور تجدد کے لیے سبق
- 305.....راخ العقیدگی کے لیے تجاویز
- 307.....جدیدیت، تجدد اور تجدد پسندوں کی اسلامیت
- 308.....اہل تجدد کی ہر بات قابل رد نہیں
- 310.....دوسروں کے علم و تہذیب کا اثر ہر حال میں برا نہیں
- 313.....❖ مصادر و مراجع
- 331.....❖ اشاریہ

مقدمہ

استشرق اور مستشرقین سے متعلق مسلمانوں کا عمومی موقف

مسلمانوں کا یہ عام دعویٰ ہے کہ یہود و نصاریٰ اور اہل مغرب استشرق اور مستشرقین کے ذریعے مغرب کے استعماری اور اسلام و مسلم مخالف مقاصد کے تحت اسلام اور پیغمبر اسلام (ﷺ) سے -

1. بعض مسلم اہل علم حضرت محمد ﷺ کو پیغمبر اسلام یا بانی اسلام کہنے سے متعلق تحفظات کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کا استدلال ہے کہ اسلام تو سارے ہی پیغمبروں کا دین رہا ہے؛ لہذا اسے صرف آپ ﷺ سے متعلق کرنا درست نہیں؛ یہ مستشرقین وغیرہ کی اصطلاح ہے؛ جو مسلمانوں نے بھی استعمال کرنی شروع کر دی ہے۔ لیکن راقم کے خیال میں یہ محض تکلف ہے۔ ایک تو یہ بات روایت و طریق سلف کے مطابق بھی درست نہیں؛ سلف کے یہاں بھی اسلام کو نبی آخر الزمان ﷺ اور مسلمانوں سے متعلق قرار دینے کی روایت عام موجود رہی ہے؛ آپ ﷺ سے پہلے کا زمانہ تاریخ اسلام میں قبل از اسلام کا زمانہ کہلاتا آ رہا ہے؛ اہل تاریخ و سیر اسلام اور مسلمانوں کو ارضی عنوانات کے تحت دیگر مذاہب سے الگ شناخت کرتے رہے ہیں۔ دوسرے یہ کہ لفظ و لغوی اعتبار سے تو ٹھیک ہے کہ سب پیغمبروں کا دین اسلام ہی تھا؛ اور ان کے ماننے والے مسلمان۔ لیکن دیکھنے کی بات یہ ہے کہ آج کے عرف میں کیا ان پیغمبروں کے پیرو مثلاً: یہود و نصاریٰ وغیرہ، خود کو مسلمان اور ان پیغمبروں کو پیغمبران اسلام مانتے ہیں؛ ظاہر ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ تو پھر مختلف مذاہب اور ان کے پیغمبروں کو کسی مختلف عنوان مذہب کے تحت ماننے والوں اور حضرت محمد ﷺ اور آپ کو آخری نبی تسلیم کرنے والوں میں امتیاز کیسے ہو؟ حضور ﷺ کے پیرو تو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ سب انبیاء کو مانتے ہیں؛ تو اگر سب انبیاء سے متعلق ہو کر وہ مسلمان کہلائیں اور حضرت محمد ﷺ کی تشریف آوری کے بعد اسلام کے نمائندے فقط آپ ﷺ ہی سمجھے جائیں، تو اس میں کیا حرج ہے! (بہ طور خاص جب یہ بھی تسلیم کیا جا رہا ہو کہ آپ ﷺ تمام انبیاء کے خصائص کے جامع اور آپ ﷺ کی تعلیمات تمام انبیاء کی تعلیمات کی جامع ہیں) سارے انبیاء کا دین - اسلام - آپ حضرت محمد ﷺ اور آپ کے پیروکاروں ہی سے خاص ہو گیا ہے۔ وہ دین جو پیروان نبی آخر الزمان ﷺ کے مطابق سارے انبیاء کا ہے؛ یہود و نصاریٰ وغیرہ اسے صرف حضور ﷺ اور آپ کے پیروکاروں سے متعلق کرتے ہیں، تو یہ بات اور آپ ﷺ اور آپ کے پیروکاروں کے حق میں جاتی ہے؛ کہ پیروان محمد عربی ﷺ سارے انبیاء کے پیرو اور حضرت محمد ﷺ سارے انبیاء کے ادیان کے حامل و نمائندے قرار پاتے ہیں۔ لہذا آپ ﷺ کو پیغمبر اسلام کہنا غلط نہیں ہو سکتا۔

(632ء) ﷺ کی مسخ شدہ تصویر پیش کرتے آرہے ہیں۔ جب کہ مستشرقین میں سے بہت سے لوگ سرے سے اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ تحریکِ استشراق کا کہیں کوئی وجود ہے؛ اور وہ مذکورہ اہداف کے لیے مصروفِ کار رہی ہے۔ مسلمان اپنے موقف کے حق میں مضبوط اور وزنی دلائل رکھتے ہیں؛ ان صفحات میں اہل اسلام کے یہ دلائل اور ان کے نقطہ نظر کے موافق شواہد کی تفصیل ملاحظہ کی جاسکے گی۔

اصطلاحی تحریکِ استشراق سے آگے

مستشرقین اور تحریکِ استشراق کی متعدد تعریفات کی گئی ہیں؛ ان پر بہت کچھ بحث ہے۔ اس ضمن میں ناظرین کو کافی معلومات دیگر مصادر و مراجع اور اس کتاب کے صفحات میں مل جائیں گی۔ ان تعریفات میں سے کوئی تعریف قبول کی جائے یا کوئی بھی قبول نہ کی جائے، اور اس بات کو بھی درست تسلیم کر لیا جائے کہ جس طرح مسلمان دعویٰ کرتے ہیں، اس طرح کوئی تحریکِ استشراق وجود نہیں رکھتی، تو بھی ایک حقیقت ایسی ہے جس سے کوئی شخص—خواہ وہ استشراق کو ایک منظم تحریک سمجھتا ہو یا نہ سمجھتا ہو—انکار نہیں کر سکتا، وہ یہ کہ مغرب میں بہت سے لوگ اسلامی علوم اور تہذیب و معاشرت کا مطالعہ کرتے آرہے ہیں، اور آج تک کر رہے ہیں۔ اس حقیقت کو بھی مانے ہی بنتی ہے کہ اس مطالعے میں وہ بالعموم اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں انتہائی سخت، گھناؤنے اور متعصبانہ و معاندانہ خیالات پیش کرتے آرہے ہیں، جس کا اعتراف خود بڑے بڑے قد آور مستشرقین اور مغربی اہل قلم نے کیا ہے، اور اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ سے متعلق تسلسل کے ساتھ ان خیالات کا اظہار اس میں کوئی شبہ نہیں چھوڑتا کہ اہل مغرب کے اسلامی مطالعات پیش کرنے والے اکثر و بیشتر یا بہت سے اہل قلم اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کو ہدف تنقید بناتے، ان سے نفرت کرتے، اپنے قارئین کو ان سے نفرت دلاتے اور ان سے دور بھگانے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ یہ حقائق اس امر میں کلام نہیں رہنے دیتے کہ مغرب میں ایک گروہ موجود چلا آرہا ہے، جو اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی مخالفت کرتا، ان سے لوگوں کو نفرت دلاتا اور ان کا اثر و نفوذ روکنا اور محدود کرنا چاہتا ہے۔ تحریکِ استشراق کے وجود سے انکار کرنے والے معلوم نہیں اس گروہ کو کیا کہیں؟ ہمارا خیال ہے کہ یہی وہ گروہ ہے جسے ہم مستشرقین، تحریکِ

استشراق اور اسلام کے حوالے سے ان کے عمومی منفی رجحانات و مطالعات کے تناظر میں زیر بحث لاتے ہیں۔ بہ الفاظِ دیگر تحریکِ استشراق کوئی سوچی سمجھی اور منظم اصطلاحی تحریک نہ بھی ہو، مغرب کے مذکورہ نوعیت کے قلم کاروں نے اسے ایک ایسا وجود دے دیا ہے۔ گویا کسی اصطلاحی تحریکِ استشراق کو نہ ماننے والے بھی اس کا انکار نہیں کر سکتے!

منظم مہم اور اس کے تاریخی اسباب

مذکورہ بالا تجزیہ ہم نے ان لوگوں کے لیے پیش کیا ہے، جو اہل مغرب میں سے اس کے وجود سے انکاری ہیں اور مسلمانوں میں سے اسے خواہ مخواہ کا موضوعی و خیالی ہوا تصور کر کے ناقابلِ مطالعہ و التفات باور کرانے کی سعی کرتے ہیں۔ ورنہ اس دعوے کی پشت پر نہایت محکم دلائل موجود ہیں کہ مغرب میں اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے منفی مطالعات، بخت و اتفاق کا کرشمہ نہیں، ایک منصوبہ بندی اور منظم مہم کا نتیجہ ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تحریکِ استشراق یا مذکورہ مہم بلا جواز ہے اور نہ اس کے تاریخی اسباب غیر معلوم و مبہم۔ مسلم مسیحی اور مغرب اسلام تعارف و تعامل کی تاریخ پر سرسری نظر اسے حقیقت باور کرانے کے لیے کافی ہے۔

مخاصمانہ و مخالفانہ تعارف

یہودیت و مسیحیت اور اسلام یا مغرب اور اسلام کا باہمی تعارف بالعموم² مخاصمانہ و مخالفانہ ہے، اور تعارف کی بجائے تصادم کہے جانے کے لائق ہے۔ یہود و نصاریٰ نے اسلام اور مسلمانوں کو اپنے لیے خطرہ تصور کرتے ہوئے ان سے دشمنی کا رویہ اپنایا۔ یہودیوں کی مخالفت حضور ﷺ کی ہجرت مدینہ کے بعد مدینے کے مضافات میں بسنے والے یہودی قبائل بنو نضیر، بنو قینقاع اور بنو قریظہ کی بدیہی تاریخی اسلام مخالف سرگرمیوں سے واضح ہے۔ انھوں نے حضور ﷺ کی رسالت کا انکار کیا اور آپ کی مخالفت پر کمر کس لی۔ جہاں تک مسیحیت کا تعلق ہے، تو اس کا رویہ بھی کچھ مختلف نہ تھا۔ اس نے بھی ابتدا ہی سے اسلام اور نبی اکرم ﷺ کو اپنا دشمن قرار دے

² یہود و نصاریٰ میں سے بعض افراد نے ابتدائی دور ہی میں مثبت، حقیقت پسندانہ اور مفاہمانہ رویہ بھی اپنایا اور دائرۃ اسلام میں بھی داخل ہوئے، مثلاً، ورقہ بن نوفل (م 610ء)، اصمہ نجاشی (م 09ھ)، عبد اللہ بن سلام (550ء)۔ 663ء وغیرہ، لیکن ایسی مثالیں استثنائی ہیں۔

لیا۔ اس طرح یہود و نصاریٰ اور اسلام کا ابتدائی تعارف بالبدہت تصادم کی نوعیت کا حامل ہے۔ ہجرتِ مدینہ کے بعد حضور ﷺ نے ریاستِ مدینہ کی بنا رکھی تو امن و استحکام کی خاطر یہودِ مدینہ سے امن معاہدے کیے، لیکن قبائلِ یہود نے ان عہدوں کا پاس نہ کیا۔ ان میں جس کو جب موقع ملتا، ریاستِ مدینہ کے وجود کو خطرے میں ڈال دیتا؛ سازشیں کرتا؛ غداری کا ارتکاب کرتا۔ چنانچہ نبی ﷺ کو مجبوراً ان کے خلاف کاروائیاں کرنا پڑیں، اور وقت کے ساتھ ساتھ وہ سب اپنے اپنے انجام کو پہنچے۔³ مسیحیوں کے اسلام سے عہدِ نبوی میں تصادم یا مخاصمانہ تعارف کے حوالے معرکہ موتہ اور غزوہ تبوک ہیں۔⁴ ان معرکوں میں اگرچہ معروف معنی میں کسی فریق کو بھی فتح یا شکست نہیں ہوئی، لیکن ان کے نتیجے میں اسلامی و رومی سلطنتیں متقابل و متحارب قوتوں کی شکل اختیار کر گئیں۔

عہدِ خلفائے راشدین (632ء/11ھ - 661ء/40ھ) اور بعد کے مسلم ادوارِ حکومت میں رومی و اسلامی سلطنتوں میں وسیع پیمانے پر جنگیں ہوئیں۔ ان جنگوں کے نتیجے میں رومی عیسائیوں کو اپنے بہت سے علاقوں اور صوبوں سے ہاتھ دھونا پڑے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ (573ء - 634ء)⁵ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ (583ء - 644ء)⁶ کے زمانوں میں شام، مصر اور فلسطین

³ غزواتِ بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ کی تفصیلات کتب تاریخ و سیر میں پوری پوری تفصیلات کے ساتھ محفوظ ہیں۔ ان کا مطالعہ و تجزیہ کرنے والا ہر حقیقت پسند قاری اس امر واقعہ کو محسوس کر سکتا ہے کہ یہ غزواتِ یہودیوں کی امن دشمنی، سازشوں اور غداریوں کا نتیجہ تھے۔

⁴ ان معرکوں کو مغربی اہل قلم مسلمانوں کی طرف سے جارحانہ اقدام گردانتے ہیں، لیکن ان کا تجزیہ اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ ان کے اسباب رومیوں نے پیدا کیے تھے۔

⁵ پہلے خلیفہ راشد۔ عرصہٴ خلافت 632ء - 634ء یا 11ھ - 13ھ ہے۔ آپ کا نام عبد اللہ، کنیت ابو بکر اور لقب صدیق اور عتیق تھے۔ قریش کے قبیلہ بنو تیم سے تعلق رکھتے تھے۔ زمانہٴ قبل از اسلام میں بھی نمایاں اور ممتاز حیثیت کے حامل تھے؛ ایک اچھے اور نیک انسان کے طور پر جانے جاتے تھے۔ حضور ﷺ سے پہلے ہی سے دوستی تھی؛ آپ ﷺ کی غیر معمولی خوبیوں سے آگاہ اور ان کے معترف تھے۔ آپ ﷺ نے دعوتِ اسلام دی تو فوراً قبول کر لی۔ قبولِ اسلام کے بعد حضور ﷺ اور اسلام کے لیے وقف ہو کر رہ گئے۔ اپنی خدمات اور غیر

کے وسیع رومی مقبوضات مسلمانوں کے زیر نگین آ گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (579ء-656ء) کے عہد میں ساحلِ فونکس کی بحری جنگ کے نتیجے میں رومی بحری قوت ٹوٹی، اور بحرِ روم

معمولی خصوصیات کی بنا پر مسلمانوں کے سوا ادا عظیم میں آں جناب ﷺ کے بعد مسلمانوں میں افضل ترین انسان سمجھے جاتے ہیں۔ اپنے مختصر عہدِ خلافت میں اسلام، مسلمانوں، اور مملکتِ اسلامیہ کی بھلائی کے لیے انتہائی اہم اور دیرپا اقدامات کیے؛ اندرونی اور بیرونی، مختلف محاذوں پر نہایت اہم کامیابیاں حاصل کیں۔

⁶ دوسرے خلیفہ راشد۔ عرصہٴ خلافت 634ء-644ء یا 13ھ-24ھ ہے۔ نام عمر، کنیت ابو حفص اور لقب فاروق ہے۔ قریش کے قبیلے بنو عدی سے تعلق رکھتے تھے۔ جسمانی قوت و طاقت، رعب و جلال اور فہم و فراست کے لحاظ سے امتیازی حیثیت کے حامل تھے۔ شروع میں اسلام کے سخت دشمن تھے؛ پھر اسلام قبول کر لیا اور اس کی عظیم شخصیت بن کر سامنے آئے۔ آپ کے زمانہٴ خلافت میں مسلم سلطنت کی حدیں دور دور تک پھیل گئیں۔ آپ کا دس سالہ عہدِ خلافت تاریخِ اسلام کا زریں باب ہے۔ آپ کا نظامِ ریاست و حکومت حضور ﷺ کے بعد دنیا سے اسلام ہی نہیں دنیا سے انسانیت کا بہترین نظامِ ریاست و حکومت قرار دے جانے کا لائق ہے۔ آپ نے بہ طورِ حکمران نہایت ہی اعلیٰ اخلاق و کردار اور نظم و انتظام کا مظاہرہ کیا۔ آپ نے اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کی بدولت مسلم سلطنت کو غیر معمولی استحکام بخشا؛ مسلمان دنیا کی سب سے بڑی طاقت بن گئے۔ مسلمان تو مسلمان بہت سے غیر مسلم مورخ و سیاست دان بھی آپ کو دنیا کا بہترین حکمران شمار کرتے ہیں۔

⁷ تیسرے خلیفہ راشد۔ عرصہٴ خلافت 645ء-656ء یا 24ھ-35ھ ہے۔ نام عثمان، کنیتیں ابو عبد اللہ، ابو عمرو اور ابو یعلیٰ اور القاب غنی اور ذوالنورین ہیں۔ قریش کے قبیلے بنو امیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ صاحبِ ثروت تھے؛ قریش کے دولت مند ترین لوگوں میں شمار ہوتا تھا۔ سخاوت میں مشہور تھے۔ قبل از اسلام بھی غربا و مساکین کی دل کھول کر مدد کیا کرتے۔ اسلام لانے کے بعد اسلام اور مسلمانوں کی خاطر اپنی دولت بے دریغ خرچ کی۔ شرم و حیا، غنودہ و کرم اور صبر و ضبط کے پیکر تھے۔ حضور ﷺ اور آپ میں خصوصی تعلق خاطر تھا۔ حضور ﷺ کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں آئیں۔ اپنے عہدِ خلافت میں اختلافِ قراءت قرآنی پر فتنے سے بچانے کے لیے قرآن کو ایک قراءت پر جمع کرانے کے اس کی نقلیں تمام سلطنت میں رائج کیں۔ جمع قرآن کے ضمن میں آپ کی یہ کاوش امت میں متن قرآن کے حوالے سے اختلاف و افتراق سے حفاظت کا غیر معمولی ذریعہ ثابت

پر اسلامی پرچم لہرانے لگا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ (602ء-680ء)⁸ کے دور میں عقبہ بن نافع (622ء-683ء)⁹ نے رومی سلطنت کی افریقی ریاستوں کو زیر کیا۔ ولید بن عبد الملک (668ء-715ء)¹⁰ کے عہد میں میں طارق بن زیاد (670ء-720ء)¹¹ نے راڈرک (Roderic، 687ء-712ء)¹² کو تاریخی شکست سے دوچار کر کے سپین کو اسلامی قلم رو میں شامل کر دیا۔ دسویں صدی عیسوی تک آدھا عالم عیسائیت مسلمانوں کے دائرہ اختیار میں آچکا تھا۔ 1071ء میں بازنطینی حکمران رومانوس چہارم (Romanos iv Diogenes، 1030ء-

ہوئی۔ آپ کا تیار کرایا ہوا مصحفِ قرآنی تمام مسلمانوں میں آج تک متفقہ مصحفِ قرآنی کے طور پر رائج چلا آ رہا ہے۔

⁸ خلافتِ اموی کے بانی، عرصہ اقتدار 661ء-680ء یا 40ھ-60ھ ہے۔ قریش کے قبیلے بنو امیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر اپنے والد ابوسفیان بن حرب (560ء-650ء) اور دیگر اہل خانہ سمیت دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ بعض روایات کے مطابق آں جناب رضی اللہ عنہم نے آپ کو کتابتِ وحی کی ذمہ داری بھی سونپی تھی۔ طویل عرصے تک کامیابی سے حکومت کی؛ لیکن خلفائے اربعہ کے مقابلے میں نظم ریاست و حکومت کے مکمل طور پر علی منہاج نبوت ہونے میں نقصان کے تناظر میں اہل اسلام میں آپ کو بالعموم خلیفہ راشد شمار نہیں کیا گیا؛ بلکہ مسلمانوں کا پہلا بادشاہ کہا گیا ہے۔

⁹ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور یزید (647/26ھ-683ء/64ھ) کے عہد ہائے حکومت کے معروف اموی جرنیل۔ المغرب (موجودہ الجزائر، تیونس، لیبیا، مراکو، شمالی افریقہ) کی فتوحات کا آغاز کیا۔

¹⁰ بنو امیہ کا چھٹا خلیفہ۔ عرصہ اقتدار 705ء-715ء ہے۔ ولید کا عہد مسلم فتوحات کے لحاظ سے غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ اس کے زمانے میں مسلم سلطنت کی سرحدیں سندھ، چین، ایشیائے کوچک اور سپین پر نکال تک پہنچ گئی تھیں۔

¹¹ مشہور اموی جرنیل جس نے ولید کے زمانے میں 711ء میں ہسپانیہ (سپین) کو فتح کیا۔ اسی نے جبل الطارق (جبرالٹر) پر شجاعت و بہادری اور جان توڑ جنگ کی غرض سے مسلم فوجیوں کو کشتیاں جلانے کا حکم دیا تھا۔

¹² ہسپانیہ کا گوٹھ (Goth) حکمران۔ گوٹھ نسل کا آخری حکمران بتایا جاتا ہے۔ اس کی تاریخی شخصیت کافی مبہم

1072ء¹³ نے مسلم سلجوقی سلطنت کے آرمینیہ پر حملہ کر دیا، مگر سلجوقی سلطان الپ ارسلان (1029ء-1072ء)¹⁴ کے ہاتھوں منازی کرت (Manazikert)¹⁵ کے معرکے میں شکست سے دوچار ہوا؛ نتیجتاً بازنطینی سلطنت کا نہایت اہم خطہ ایشیائے کوچک بھی مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا۔

نفوذِ اسلام کا چیلنج

مسلمانوں کا یہ غیر معمولی نفوذ مغرب اور عالمِ عیسائیت میں ایک شدید چیلنج کے طور پر لیا گیا۔ کلیسا۔ جس نے مغرب کو عیسائی بنانے کے بعد مختلف عوامل کے تحت نہایت مضبوط مذہبی و سیاسی اقتدار حاصل کر لیا تھا۔ مسلم اثر و نفوذ پر انتہائی اضطراب و انتقام کی کیفیت میں تھا۔ اسے اپنے نفوذ کو چیلنج کرنے والے وہ مغربی افراد بھی گوارا نہ تھے، جو دامنِ عیسائیت سے وابستہ رہتے ہوئے چرچ کے نظریات سے اختلاف رکھتے ہوں، اور اس کے لیے خطرہ پیدا کر سکتے ہوں¹⁶، وہ

¹³ عرصہ اقتدار 1068ء-1071ء ہے۔ یہ بازنطینی ملٹری اشرافیہ کا ایک رکن تھا، کانسٹنٹائن دہم (Constantine x Doukas، 1021ء-1096ء) کی وفات کے بعد اس کی دوسری بیوی سے شادی کے نتیجے میں شہنشاہِ بازنطین بنا۔

¹⁴ عرصہ اقتدار 1063ء-1072ء ہے۔ الپ ارسلان کے دور میں مسلم سلجوقی سلطنت کی حدود میں بہت وسعت ہوئی۔

¹⁵ موجودہ ترکی کے صوبے موس (Mus) کا قصبہ، جو ترکی میں ملازی گرت (Malazigirt) کہا جاتا ہے۔

¹⁶ مغرب میں کلیسائی نظریات سے اختلاف کو بدعت (Heresy) قرار دے کر جس ظالمانہ انداز سے دبا جاتا تھا اس کا نوہ جدید مغربی مورخین کثرت سے کہتے آرہے ہیں۔ نشاۃ ثانیہ سے قبل کی تاریخِ مغرب سے بحث کرنے والی شاید ہی کوئی کتاب اس سے خالی ملے۔ مثال کے طور پر دیکھیے:

Henry Pirenne, *A history of Europe (Routledge Revivals): From invasion to XVI century* (United Kingdom: Taylor & Francis, 2010); R. W. Southern, *Western views of Islam in the middle ages* (Cambridge: Harvard University press, 1962)

ان لوگوں کو کیسے ٹھنڈے پیٹوں برداشت کر سکتا تھا جن کا نہ صرف یہ کہ چرچ سے کوئی تعلق نہ تھا، بلکہ وہ اس کی ضد تھے؛ اور پھر ان کا خطرہ بھی کوئی موہوم یا امکانی خطرہ نہ تھا، عملاً مغرب اور مسیحیت کی چولیس ہلانے والا تھا۔ چنانچہ چرچِ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سخت اقدام کے ورپے ہو گیا۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف شدید پروپیگنڈہ اور ان پر غلبہ پانے کے لیے سخت معرکہ آرائی کی تیاریاں ہونے لگیں۔ اسلام اور مسلمانوں کو زور شور سے مشرک، دشمنِ خدا اور دشمنِ مسیح و مسیحیت باور کرایا گیا۔ مشرک، شیطان اور اس کے پجاری، وحشی، ناپاک، حرامی، جہنمی، برے انسانوں کے لیے جو نام تخیل میں آسکتے تھے، بے دھوک مسلمانوں کو ان سے موسوم کر دیا گیا۔¹⁷ مسلمانوں کی کامیابی کو حضرت مسیح علیہ السلام (Jesus Christ، 7-2 ق م -30-33ء)¹⁸ کی توہین اور عیسائیوں کی فتح کو جنابِ مسیح کی عزت و عظمت سے تعبیر کیا گیا۔ باوجودیکہ مسیحیت کو بنیادی طور پر جنگ اور لڑائی سے کچھ سروکار نہ تھا، اور جنابِ مسیح کی تعلیمات میں سختی کا جواب بھی سختی سے دینا ممنوع تھا؛ ایک گال پر تھپڑ مارنے والے کو دوسرا گال پیش کرنے کا حکم تھا، پھر بھی چرچ نے نہ صرف جنگ کا جواز پیدا کیا بلکہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کو مقدس جنگ اور خداوندِ یسوع کی خوشنودی کا ذریعہ بنا دیا؛ یہاں تک کہ جنابِ مسیح اور مریم

¹⁷ واضح رہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے لیے اسلام اور مسلمان کے الفاظ مغرب میں استعمال ہی نہیں کیے جاتے تھے۔ جان وی ٹولن (John V. Tolan، پیدائش 1959ء) کے مطابق چند مستثنیات کو چھوڑ کر اسلام اور مسلمانوں کے لیے یہ الفاظ سو لہویں صدی عیسوی تک استعمال نہیں ہوئے۔ دیکھیے:

John V. Tolan, *Saracens: Islam in the Medieval European Imagination* (New York: Columbia University Press, 2002), xv.

¹⁸ مسیحیت اور اسلام دونوں میں عظیم پیغمبر کی حیثیت سے مقبول بنی اسرائیل کے سلسلہ انبیا کی آخری کڑی۔ آپ کی پیدائش اور اس دنیا سے رخصت کے عظیم معجزات پہلو کو مسیحیت اور اسلام دونوں میں مسلمہ حیثیت حاصل ہے؛ البتہ ان سے متعلق واقعات و حوادث کے نتائج اور امورِ عقائد میں دونوں کے درمیان سخت اختلاف پایا جاتا ہے۔

صدیقہ (Virgin Mary، 15 ق م-48ء) کو بھی جنگ میں اتار لیا گیا۔²⁰ اور صلیب کے تحت شدید معرکہ آرائی شروع کر دی گئی۔ صلیبی جنگیں اسلام کے خلاف مسیحی مغرب کے شدید مذہبی تعصب اور نفرت کا جلی عنوان ہیں۔²¹

حربی تاریخ کا اصل قصور وار

اس امر میں تو ظاہر ہے کہ مشرق و مغرب میں نقطہ نظر کا اختلاف ہے کہ مغرب اور اسلام کی اس حربی تاریخ میں اصل قصور وار کون ہے؟ مسلمان مغرب کو جب کہ اہل مغرب مسلمانوں کو ذمہ دار ٹھہراتے ہیں۔ اگرچہ اس معاملے میں اہل مغرب کا موقف انتہائی کمزور ہے؛ اور اس کا اعتراف بہت سے مغربی مورخ کرتے ہیں۔ مگر ہمیں یہاں بحث کو ایک دوسرے انداز سے لینا ہے؛ وہ یہ کہ کشمکش کے اس دور میں فریقین نے ایک دوسرے کی جو مخالفت کی اس میں مذہبی تناظر میں بہر حال مغرب کے قصور وار ہونے کا انکار ممکن نہیں۔ اس لیے کہ مغرب نے اسلام اور

¹⁹ جناب مسیح کی والدہ ماجدہ۔ مسیحیت اور اسلام دونوں کے عمومی نظریے کے مطابق آپ بغیر شادی اور کسی انسان سے جنسی مقاربت کے معجزانہ حاملہ ہوئیں، جس کے نتیجے میں جناب مسیح علیہ السلام کی پیدائش ہوئی۔
²⁰ قرون وسطیٰ میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف شدید مغربی مسیحی نفرت و تعصب اور جنگی جنون پیدا کرنے کی کوششوں کو خود بہت سے مغربی مورخین و مصنفین نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ مثال کے طور پر ملاحظہ کیجیے:

¹⁹ Norman Daniel, *The Arabs and Mediaeval Europe* (London: Longman, 1979); Karen Armstrong, *Muhammad: A western Attempt to Understand Islam* (London: Orion, 1991); Kirby Page, *Jesus or Christianity: A study in Contrasts* (New York: Doubleday, 1929); David Blanks and Michael Frassetto, ed; *Western Views of Islam in Medieval and Early Modern Europe* (New York: St. Martin's Press, 1999)

²¹ صلیبی جنگوں کی ایک اجمالی تاریخ ذر نظر کتاب کے بحث "استشرق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف" کے ذیلی عنوان "اسلام کا طلوع و عروج اور اہل کتاب کا معاندانہ رویہ" میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

پیغمبرِ اسلام ﷺ کو جس انداز سے مغرب کے سامنے پیش کیا، مسلمانوں نے حضرت مسیح علیہ السلام اور آپ کے مذہب کو ہرگز اس انداز سے مسلم عوام کے روبرو پیش نہیں کیا؛ اور صلیبی جنگوں اور اس کے نتیجے کی طویل مغربِ اسلام کشمکش مغرب کی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اسی مذہبی نفرت کا شاخسانہ ہے۔ اس طرح نفرت اور دشمنی اور اس کی آب یاری کا ذمہ دار واضح طور پر مغرب ٹھہرتا ہے۔

اس زمانے میں بھی جب کہ صلیبی مہمات اور کشاکش کی پہلی صورت باقی نہ رہی تھی، مغرب صلیبی اثرات سے نکلنے کو تیار نہ ہوا۔ اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت کرنا اور انھیں نیچا دکھانا گویا اس نے اپنے اوپر فرض ٹھہرایا۔ انھوں نے عیسائیوں میں اسلام اور مسلم دشمنی کو زندہ رکھنے کے لیے یہ موقف اپنا لیا کہ صلیبی جنگیں ابھی بھی ختم نہیں ہوئیں۔ مسلمانوں کے خلاف ہر اقدام کو مغرب میں صلیبی جنگ کے تسلسل سے تعبیر کیا گیا۔²²

معرکہ قلم و قرطاس

مغرب کی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف متذکرہ صدر جنگ کا ایک انداز اسلام اور مسلمانوں کو قلم و قرطاس کے زور پر شکست دینا ہے۔ بہ الفاظِ دیگر مغرب کی اسلام اور مسلمانوں سے روایتی مخالفت، نفرت اور جنگ کا فوجی و عسکری کے ساتھ ساتھ ایک روپ قلم، مطالعہ اور تبلیغ و تحقیق کا بھی ہے۔ جیسا کہ ہم نے اوپر عرض کیا، یہ جنگ فرضی نہیں، باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت شروع کی گئی۔ اس بات کا اقرار مغربی اہل قلم کی تحریروں میں واضح طور پر موجود ہے۔ مغربی اہل قلم نے ان لوگوں کے نام بھی تحریر کیے ہیں، جنھوں نے اہل مغرب کو قلم و قرطاس کی یہ جنگ

²² مغربی نفسیات اور اذہان میں اسلام دشمنی کی گہرائی کا اندازہ اس سے لگایے کہ اکیسویں صدی میں جب کہ مغرب کی طرف سے مغربِ اسلام قدیم رقابت کو ختم کرنے کے لیے بہت سی موثر آوازیں اٹھ رہی ہیں اور مغرب نشاۃ ثانیہ کے بعد اپنی سوسائٹی کے من حیث الکل تبدیل ہو جانے کا دعویٰ کرتا اور قدیم مذہبی تعصبات کو جہالت اور عہدِ جدید کے تقاضوں سے چشم پوشی باور کراتا ہے، جارج واکر (George Walker Bush، پیداؤش 1946ء) نے نائن ایون کے بعد اس کے ملزموں سے بدلہ لینے کی مہم کو صلیبی جنگ (Crusade) سے تعبیر کر دیا تھا۔ اگرچہ شدید مسلم رد عمل پر بعد میں اس نے یہ الفاظ واپس لے لیے تھے۔

اہل کلیسا کی جانب سے حضور (ﷺ) کو بدنام کرنے اور ناپسند و قابل نفرت بنانے کی جتنی کوششیں کی گئی ہیں، دنیا کی کسی دوسری شخصیت کے متعلق نہیں گئیں۔ عالم عیسائیت میں صلیبی جنگوں سے بھی پہلے آپ (ﷺ) سے متعلق دشمن اعظم (Great Enemy) کا تصور رائج ہو چکا تھا۔ ایک وقت وہ بھی تھا جب محمد (ﷺ) کے لفظ کو بگاڑ کر "Mahound" یعنی تاریکی کے شہزادے (The Prince of Darkness) کی شکل میں پیش کیا گیا۔²⁸

ترغیبِ تجدد اور اس کے نتائج

مغرب کی اس مہم یا تحریک استشرق کا ایک پہلو مسلمانوں کو تجدد و مغربیت اختیار کرنے کی طرف راغب کرنے کی کوشش ہے۔ اس دعوے کے بھی واضح شواہد موجود ہیں کہ مستشرقین کی طرف سے مسلمانوں کو تبدیلی مذہب کی بجائے خود مذہب کے اندر تبدیلی پیدا کرنے کی تشویق دلائی جاتی رہی؛ اس کے لیے ایک باقاعدہ اور سوچی سمجھی تحریک برپا کی گئی؛ مستشرقین و مبشرین کو اس پر ابھارا گیا اور اس سلسلے میں کام کی دعوت دی گئی۔ مثلاً سیموئل زویمر (Samuel Marinus Zwemer، 1867ء-1952ء)²⁹ نے کہا:

اسلام (ﷺ) کے حوالے سے بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں - "Muhammad at Mecca"، "Muhammad at Medina"، "Muhammad: Prophet and Statesman" مشہور تصانیف ہیں۔ اپنے غیر معمولی کام کی وجہ سے آخری مستشرق (the Last Orientalist) کہے گئے ہیں۔ آں جناب (ﷺ) کو عہد نامہ قدیم کے پیغمبروں کی طرح کا پیغمبر اور قرآن کے خدا کی طرف سے الہام ہونے کا اقرار کر لیا تھا؛ البتہ خطا سے مبرا نہ مانا تھا۔

²⁸ W Montgomery Watt, *Muhammad: Prophet and Statesman*, (London: Oxford University Press, 1961), 231.

²⁹ امریکی مشنری اور مبشرین کے ایک بڑے رہنما۔ پرنسٹن تھیولوجیکل سیمینری (Princeton Theological Seminary) میں مشنر اور تاریخ مذاہب کے پروفیسر رہے۔ مسلم ممالک میں مشنری سرگرمیوں کے حوالے سے شہرت رکھتے ہیں۔ مسلمانوں میں تبشیری کام کی ضرورت سے متعلق عیسائیوں میں

ہم نے اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے کثیر وقت اور سرمایہ صرف کیا؛ بے شمار کتابیں تصنیف کیں لیکن ہمیں کچھ حاصل نہ ہوا۔ اسلام سے صرف انھی لوگوں نے رابطہ توڑ کر مسیحیت اختیار کی، جن کی اپنے نئے دین سے محبت خواہشات کی بنیاد پر تھی۔ تاہم اس ناکامی پر عیسائی مبشرین کو مایوس اور ناامید نہیں ہونا چاہیے۔ تمہارے لیے یہ کافی ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں اسلامی عقیدے کو متزلزل کر دو۔ اگر تم ان کو اسلام کے متعلق متذبذب بنانے میں کامیاب ہو گئے، تو یہی تمہاری کامیابی ہے، خواہ مسلمان عیسائیت کے حلقے میں داخل نہ ہوں۔³⁰

استشراق اور مستشرقین کی کوششوں کا مسلم زعماء اور اہل فکر و دانش پر خاصا اثر پڑا۔ ان میں سے بہت سوں نے تجدد و مغربیت کو نہ صرف اختیار کیا بلکہ اس کے پر جوش داعی بن گئے۔ ان لوگوں میں سے جس کا جتنا اثر و رسوخ تھا اس کے زیر اثر طبقات میں بھی تجدد و مغربیت پھیلی یا اس کی راہ ہموار ہوئی۔ عام دانش وروں کے ساتھ ساتھ علمائے مذہب کی بھی ایک اچھی خاصی تعداد نے تجدد و مغربیت اور اصلاح مذہب کا علم بلند کیا۔ ان لوگوں نے مغرب کے زیر اثر اسلامی نصوص کی دور از کار تاویلات شروع کر دیں۔

تجدد و اصلاح مذہب کے لیے کوششیں کرنے والے اہل تفسیر و تعبیر پر تحریکِ استشراق کی باقاعدہ مساعی کے ساتھ ساتھ مغرب کی مادی و سائنسی ترقی اور اس تحریک کا بھی بھرپور اثر ہوا، جس کے تحت مغربی معاشرے میں بس اسی چیز کا وزن باقی رہ گیا تھا، جو عقل کے دائرے میں آتی

تحریک و آگہی کی غرض سے سے غیر معمولی کام کیا۔ 1889ء میں ایک ساتھی سے مل کر امریکی عرب مشن (American Arabian Mission) کی بنیاد رکھی۔ 1890ء میں عرب مسلم کمیونٹی میں براہ راست تبشیری کام کے لیے گئے اور تبشیری لٹریچر تقسیم کیا۔ عیسائیت کی تبشیری تاریخ کے چند نمایاں ترین لوگوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔

محمد الدھان، قوی الاشر المتحالف و موثقھا من الاسلام و المسلمین (القاہرہ: دارالوفا للطباعة و النشر المنصورہ، ب ت)، 136۔

اور حواس سے محسوس کی جاسکتی ہو؛ جس کے تحت مذہب اور وحی و نبوت وغیرہ عہدِ جہالت کے توہمات بن کر رہ گئے تھے؛ جو مسیحیت و بائبل کے بھی کلی انکار یا کم از کم اس کی ایسی تعبیر کا مطالبہ کرتی تھی جو جدید ترقی پسند مغربی ذہن کے لیے قابل قبول ہو؛ جس میں مذہب کا کوئی ایسا مطالبہ تسلیم نہ کرنا پڑے، جو آدمی کی خواہشاتِ نفس اور فکر کی مکمل آزاد روی پر کوئی روک یا قدغن لگاتا ہو۔

اس کتاب میں

اس کتاب میں ہم نے اہل مغرب کی مذکورہ مساعی اور فکر و مطالعات کا تعارف اور عالم اسلام میں اس کے اثر و نفوذ کی وضاحت پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ کتاب کے بڑے مباحث یا عنوانات میں علی الترتیب "استشراق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف"، "استشراقی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت"، "عالم اسلام میں استشراقی اثر و نفوذ" اور "استشراق، تجدد اور راسخ العقیدگی: چند معروضات و تاثرات" شامل ہیں۔ اس کتاب کے مطالعے میں یہ بات پیش نگاہ رہنی چاہیے کہ یہاں مستشرقین کے افکار و نظریات کا تجزیہ یا اسلامی عقائد و تصورات سے متعلق ان کے اعتراضات کے جوابات دینے کی کوشش نہیں کی گئی، نہ ہی مختلف حوالوں سے ان سے متاثر و مرعوب مسلم اہل فکر و قلم کے افکار و نظریات کا تفصیلی نقد و تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ اس کے لیے الگ بحث و تحقیق کا منصوبہ پیش نظر ہے۔ یہاں صرف یہ واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ مستشرقین اور تحریکِ استشراق اور اس کا پس منظر و تناظر کیا ہے؟ اسلامی عقائد و نظریات اور تہذیب و تاریخ کے مختلف پہلوؤں سے متعلق مستشرقین اور مغربی اہل قلم کے افکار و نظریات کس نوعیت کے ہیں؟ ان کی فکر کے مسلم دنیا اور اس کے اہل علم و نظر پر کیا اثرات مرتب ہوئے ہیں اور اس تاثر کے نتیجے میں انھوں نے کیا طرز فکر و عمل اپنایا اور اسلامی تصورات و نظریات کی کیسی تعبیر کرنے کی کوشش کی ہے؟ ہاں کتاب کے آخر میں "استشراق، تجدد اور راسخ العقیدگی: چند تاثرات و معروضات" کے زیر عنوان اختصار کے ساتھ مستشرقین، اہل تجدد اور راسخ العقیدہ اسلامیت کے کام اور فکر و نظر کی قدر و قیمت سے متعلق اپنا نقطہ نظر طائرانہ اور اجمالی انداز سے عرض کر دیا ہے۔

طرزِ پیش کش

مواد کی پیش کش کے اعتبار سے قابل ذکر نکات یہ ہیں: حوالہ جات فٹ نوٹ کی شکل میں دیے گئے ہیں اور حوالہ جات کے بین الاقوامی طریق شکاگو مینوسل آف سٹائل ایڈیشن 15 پر مبنی ہیں۔ حوالہ جات میں مصادر و مراجع کے ادھورے ذکر سے احتراز کرتے ہوئے ان کی مکمل تفصیل دینے کی کوشش کی ہے؛ جن مصادر و مراجع کو عرصہ پہلے دیکھ کر نوٹس لیے تھے، احتیاط کی غرض سے اکثر و بیشتر انھیں دوبارہ چیک کر کے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ حوالے کی پہلی دفعہ مکمل تفصیل دی گئی ہے اور دوبارہ تذکرے پر اختصار ملحوظ رکھا گیا ہے۔ انگریزی اور عربی اقتباسات کے اردو ترجمے کا اہتمام کیا گیا ہے؛ البتہ چند مقامات پر، جہاں اقتباس دینے سے پہلے اس کا پورا مفہوم و مطلب آگیا ہے، ترجمے کو تحصیل حاصل سمجھ کر نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ عام طور سے کوشش کی گئی ہے کہ جن محقق و مصنف و غیرہ افراد و شخصیات کے نام متن میں آئے ہیں، ان کے سنہ ہائے پیدائش و وفات دینے کے ساتھ ساتھ فٹ نوٹ میں ان کا مختصر تعارف پیش کر دیا جائے،³¹ البتہ کہ قاری متعلقہ شخصیات اور ان کی فکر کو بہتر طور پر سمجھ سکے؛ نیز اسے مختلف شخصیات اور ان کی فکر سے متعلق ضروری اور اہم معلومات میسر آسکیں۔ مغربی ناموں اور افراد و شخصیات کے حوالے سے عام اردو اور عربی کتابوں میں بڑی کنفیوژن اور ابہام و اغلاط پائی جاتی ہیں؛ اصل شخصیت اور اس کا نام کچھ اور ہوتا ہے، لیکن نظر اس سے بہت مختلف آ رہا ہوتا ہے؛ بعض اوقات شخصیت اور نام اس قدر بدل گیا ہوتا ہے کہ اصل گم ہو گئی ہوتی ہے، بعض اوقات متعلقہ شخصیت کی فکر کی صحیح ترجمانی نہیں ہوتی۔ ان اغلاط کی اصلاح دور ستی اور مغربی مصادر و مراجع تک رسائی نہ پاسکنے اور اردو اور عربی مصادر و مراجع پر انحصار رکھنے والے قارئین کو معیاری معلومات مہیا کرنے کی غرض سے متعلقہ ناموں اور شخصیات کی تحقیق کر کے ان کے آگے

³¹ جن شخصیات کا تذکرہ، بعض باتوں کی وضاحت کے دوران، صرف فٹ نوٹس میں ہوا ہے، ان کے سنہ ہائے پیدائش و وفات دیے ہیں۔

توسین میں سنہ ہائے پیدائش و وفات سے پہلے مکمل نام اصل شکل میں دے دیے گئے ہیں،³² اور جہاں کہیں استعمال شدہ مصدر و مرجع میں کوئی تشنگی یا سہو محسوس ہوا، فٹ نوٹ میں اس کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ تحقیق کے طلبہ و طالبات بجز اللہ اس کوشش کو بہ طورِ خاص بہت مفید پائیں گے؛ انھیں اصل موضوع کے ساتھ ساتھ بہت ساری ضمنی معلومات ملیں گی، اور عام کتب سے اخذ کی ہوئی کئی غیر صحیح معلومات کی تصحیح کا موقع فراہم ہوگا۔ تحقیق سے متعلق اساتذہ کرام فٹ نوٹس میں مختلف شخصیات، ان کی فکر اور دلچسپیوں سے متعلق ایسا بہت سا مواد پائیں گے، جس سے انھیں تحقیق کے بہت سے نئے موضوعات فراہم ہوں گے۔

اردو تحریر و تصنیف میں، بد قسمتی سے ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ زبان و بیان، املا اور رموزِ اوقاف کو عموماً قابلِ توجہ امر ہی نہیں خیال کیا جاتا، حالانکہ ہر علمی زبان میں اس پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ یہ بات درست ہے کہ اردو املا اور رموزِ اوقاف کے حوالے سے ماہرین میں بہت سے اختلافات ہیں، لیکن یہ مسئلہ ہر زبان میں ہوتا ہے؛ پھر بھی ہر زبان میں اصلاح و درستی کی کوششیں جاری رہتی ہیں؛ اردو کے حوالے سے بھی اس اصول کو فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ اردو املا اور رموزِ اوقاف سے متعلق ماہرین کی بحث کے حوالے سے راقم الحروف مروج صورتوں کو اپنانے کی ضرورت پر زور دینے والوں کی رائے کو معقول تر سمجھتا ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ رائے بھی رکھتا ہے کہ رواج پا جانے والی وہ غلط صورتیں جن پر ماہرین کو زیادہ تحفظات ہوں، یا جن کو آسانی سے درست کیا جاسکتا ہو، اور ماحول و مزاج اسے قبول کرنے کو تیار ہو، یا تیار ہو سکتا ہو، اس کی درستی اور معیاری تحریروں میں اسے اپنانے کی کوشش کرنی چاہیے، پھر وقت کے ساتھ ساتھ جسے قبول کر لیا جائے اسے اختیار کرنے میں حرج نہیں سمجھا جانا چاہیے۔ بہت دفعہ درست صورت بہت جلد قبول کر لی جاتی ہے، یا اس کے امکانات بہت زیادہ ہوتے ہیں؛ بعض

³² یہ امر البتہ پیش نظر رہے کہ مغربی ناموں کو اردو قالب میں ڈھالتے ہوئے بالعموم انگریزی تلفظ کو مد نظر رکھا گیا ہے، کہ عمومی چلن اسی کا ہے، مثلاً Goldziher کو گولڈ سیر کی بجائے گولڈ زیہر لکھا گیا ہے، تاہم دیگر مغربی زبانوں کے نام چوں کہ اصل شکل میں موجود ہیں، اس لیے ان کا اصل تلفظ جانا مشکل نہیں۔

الفاظ اور جملوں میں غلط املا اور رموزِ اوقاف کا رواج یا اسے قبول کر لیا جانا، زبان کی بد قسمتی یا اس کے حسن کو ماند کرنے والی چیز دکھائی دیتا ہے؛ لہذا ایسی صورتوں کی اصلاح بھرپور توجہ کی طالب قرار دی جانی چاہیے۔ راقم الحروف نے امکانی حد تک اس مسئلے کو پیش نظر رکھنے اور محنت کرنے کی کوشش کی ہے؛ بہت سی رائج غلطیوں کی اصلاح کی کوشش، اہل نظر جگہ جگہ محسوس کریں گے۔ تاہم یہ بات پیش نظر رہے کہ راقم نے اس ضمن میں کسی ایک محقق کی تحقیق کی پیروی نہیں کی؛ مروج صورتوں اور ماہرین کے اختلافات کے امتزاج کی سعی کی ہے۔ دیگر اہل علم و نظر اور صاحبانِ تحقیق سے عرض ہے کہ وہ بھی تحریر و تصنیف میں اس معاملے پر توجہ دینے کی کوشش فرمائیں۔

حرفِ تشکر

کتاب کی تکمیل پر میں رب العالمین کے حضور، اس کی عنایتِ بے پایاں کے لیے، سرِ اِپاس ہوں۔ ان سب حضرات کا بھی دل سے شکر گزار ہوں، جنہوں نے کتاب کے تکمیلی مراحل میں کسی بھی حوالے سے میری معاونت کی۔ رفیقہٴ حیات صائمہ کی مدد مسلسل شامل حال رہی۔ سجاد محمود صاحب نے سرورق اور حسان عبیدانے کتاب کی مائیکروسافٹ ورڈ سیٹنگ میں تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ انھیں بہترین جزا عطا فرمائے۔

اس پیش کش میں جو کوئی خوبی ہے وہ محض اللہ کی کرم نوازی، والدین کی دعاؤں، اساتذہ کرام کے فیضان اور مخلص احباب و متعلقین کی نیک تمناؤں کا ثمرہ ہے، اور جو کوئی خامی و کمزوری ہے وہ میری کم مائیگی اور کوتاہی فکر و نظر کا نتیجہ۔ صاحبانِ علم و فن سے استدعا ہے کہ خامیوں اور اصلاح طلب پہلوؤں کی نشان دہی فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ان کے مطابق بہتری لائی جاسکے۔ اللہ کریم سے دستِ بدعا ہوں کہ وہ اس حقیر کاوش کو قبول فرمائے اور دنیا و آخرت میں نفع مند بنائے۔ آمین

یارب العالمین۔

بندۂ ناجیز

محمد شہباز

اقبال ہال، یونیورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا، پنجاب، پاکستان

استشراق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

فکرِ استشراق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [35] استشراق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

مستشرق اور استشراق: معنی و مفہوم

استشراق اور مستشرقین کے حوالے سے سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ مستشرق اور استشراق سے کیا مراد ہے؟ یہ الفاظ لفظاً اور اصطلاحاً کیا مفہوم رکھتے ہیں؟ عربی، اردو اور انگریزی میں ان کے استعمال کا تناظر اور پس منظر کیا ہے؟

لغوی مفہوم

عربی اور اردو میں مستشرق اور استشراق کے الفاظ علی الترتیب انگریزی کے اورینٹلسٹ (Orientalist) اور اورینٹلزم (Orientalism) کے ترجمے یا متبادل کے طور پر رائج ہوئے دکھائی دیتے ہیں؛ اس لیے کہ انگریزی کے ان الفاظ سے پہلے عربی اور اردو لغات اور لٹریچر میں ان کا وجود نظر نہیں آتا۔ انگریزی کے مذکورہ الفاظ انگریزی لفظ اورینٹ (Orient) سے ماخوذ ہیں۔ اسی سے لفظ اورینٹل (Oriental) ہے۔ لہذا مستشرق اور استشراق کے مفہوم سے آگہی کے لیے سب سے پہلے انگریزی کے مذکورہ الفاظ کی لغوی تحقیق کی جاتی ہے:

لفظ اورینٹ (Orient) کے سلسلے میں انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں لکھا ہے:

The Orient is a term popularly connoting all countries of east (including middle and near east) or of Asia generally.¹

اورینٹ ایک اصطلاح ہے جو مشرقی ممالک بشمول مشرق وسطیٰ اور مشرق قریب یا عموماً ایشیا کو ظاہر کرتی ہے۔

آکسفورڈ انگلش ڈکشنری میں اورینٹل (Oriental) سے مراد لیا گیا ہے: مشرقی، بحیرہ روم اور قدیم سلطنتِ روما کے مشرق میں واقع ممالک اور علاقہ جات اور وہاں کی تہذیب و خصوصیات سے

¹ William Benton Publishers, *Encyclopaedia Britannica* (U.S.A: William Benton, 1961), 9/ 71.

فکر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [36] استشرق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

متعلق؛ جنوب مغربی ایشیا یا مطلق ایشیائی ممالک سے متعلق؛ نیز جس کا تعلق مسیحی یورپ کے مشرق سے ہو۔² آکسفورڈ انسائیکلو پیڈیا آف ایشیائی اور ایشیائی (Oriental) کے زیر عنوان تحریر ہے:

Of the orient, esp. Asiatic, occurring in coming from, the East, characteristic of its "civilization" etc.³

مشرق سے متعلق، ایشیائی، مشرق میں واقع، مشرق سے آنے والا، مشرق، اس کی تہذیب وغیرہ کی خصوصیات۔

اور منٹلسٹ (Orientalist) کا مطلب لیا گیا ہے: وہ شخص جو مشرقی زبانوں اور ادب سے واقفیت بہم پہنچائے، یعنی مشرقی علوم کا ماہر۔⁴ اور اینٹلزم (Orientalism) کا معنی مشرقی خصوصیات، مشرقی رسوم و رواج، مشرقی ثقافت و تہذیب، مشرقی زبانوں اور مشرقی اقوام سے متعلق علم و مہارت بیان کیا گیا ہے۔⁵ علاوہ ازیں اس کی تعریف "Make, become Oriental" بھی کی گئی ہے۔

عربی میں مادہ ش - ر - ق سے بذریعہ اشتقاق اور منٹلسٹ (Orientalist) اور اینٹلزم (Orientalism) کے لیے علی الترتیب المستشرق اور الاستشرق کے الفاظ وضع کیے گئے

² J A Simpson and E S C Weiner, ed; *The Oxford English Dictionary*, (New York: Clarendon Press, 1989), X/ 930.

³ J. Coulson, ed; *The Oxford Illustrated Dictionary* (London: Oxford University Press, 1978), 1188.

⁴ Simpson and Weiner, *The Oxford English dictionary*, X/ 931.

⁵ W. Morris, ed; *The Heritage Illustrated Dictionary of the English language* (New York: American Heritage press, 1973), 926.

⁶ *The Oxford Illustrated dictionary*, 1188

فکرِ استشراق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [37] استشراق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

ہیں۔ المنجد میں مشرقی زبانوں اور علوم و آداب کے عالم کو المستشرق کہا گیا ہے۔⁷ الرائد میں المستشرق کا مفہوم یہ بتایا گیا ہے:

عالم اجنبی بحیاء الشرق و علومه و آدابه و لغاته
و حضاراته و مدنیاتہ۔⁸

مشرق کی حیات، علوم و آداب، زبانوں اور تہذیب و حضارت کا مغربی عالم۔
الاستشراق کا معنی مشرقی زبانوں اور علوم و آداب کا علم کیا گیا ہے۔⁹ الرائد میں الاستشراق کے
آگے درج ہے:

علم الاجانب بحیاء الشرق و علومه و آدابه و لغاته و
حضاراته و مدنیاتہ۔¹⁰

مغربی لوگوں کا مشرق کی حیات، علوم و آداب، زبانوں اور تمدن و تہذیب کا
علم۔

اردو میں اورینٹلسٹ (Orientalist) یا المستشرق کو مستشرق اور اورینٹلزم (Orientalism) یا الاستشراق کو استشراق یا مستشرقیت کہا جاتا ہے۔ مستشرق کی تعریف مشرقی تاریخ، تہذیب، زبان یا علوم وغیرہ کا مغربی ماہر کی گئی ہے۔¹¹ جامع اللغات میں مستشرق کا مطلب لکھا ہے:

ماہر شرقیات، وہ فرنگی جو مشرقی زبانوں اور علوم کا ماہر ہو۔¹²

یوں استشراق یا مستشرقیت سے مراد ہوگا: مستشرق ہونے کی حالت۔ علوم شرقیہ کہ مہارت۔¹³

⁷ لوئیس معلوف، المنجد (بیروت: دارالشرق، 1967ء)، 947۔

⁸ جبران مسعود، الرائد مجمع لغوی عصری (بیروت: دارالعلم للملایین، 1967ء)، 1372۔

⁹ لوئیس معلوف، المنجد، 65۔

¹⁰ جبران مسعود، الرائد، 109۔

¹¹ ارتقی اردو بورڈ، اردو لغت تاریخی اصول پر (کراچی: اردو لغت بورڈ، 2002ء)، 11/2۔

¹² خواجہ عبد المجید، جامع اللغات (لاہور: جامع اللغات کمیٹی، سن)، 1825۔

¹³ ارتقی اردو بورڈ، اردو لغت، 2۔

فکر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [38] استشرق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

اصطلاحی تعریف

اصطلاحاً مستشرق سے مراد عام طور پر وہ غیر مشرقی عالم لیا جاتا ہے، جو مشرقی علوم کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دے اور استشرق سے مراد لیا جاتا ہے: مشرقی علوم کے حوالے سے تحقیق و مطالعات میں مشغول ہونا۔ ایڈورڈ ڈبلیو سعید (Edward Wadie Said، 1935ء-2003ء)¹⁴ کے مطابق:

Orientalism..the label still serves in a number of academic institutions. Anyone who teaches, writes about, or researches the Orient—and this applies whether the person is an anthropologist, sociologist, historian, or philologist—either in its specific or its general aspects, is an Orientalist, and what he or she does is Orientalism.¹⁵

استشرق کی اصطلاح تعلیمی اداروں پر ایک لیبل کے طور پر استعمال ہوتی ہے، اور مستشرق اس شخص کو کہتے ہیں، جو مشرقی تمدن و تہذیب کے بارے میں پڑھاتا، لکھتا اور تحقیقات کرتا ہو۔ یوں یہ لفظ اتھر اپالوجسٹ، سوشیالوجسٹ

¹⁴ فلسطینی امریکی مصنف۔ یروشلیم میں پیدا ہوئے۔ ہارورڈ یونیورسٹی سے انگریزی ادبیات میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ کولمبیا یونیورسٹی میں انگریزی کے پروفیسر رہے۔ استشرق پر اپنی کتاب "Orientalism" کی بنا پر شہرت رکھتے ہیں۔ یہ کتاب اپنے موضوع پر انتہائی بنیادی کتاب قرار دی جاتی ہے۔ اس میں سعید نے واضح کرنے کی کوشش کی کہ استشرق مغرب کا مشرقی اقوام اور علوم و آداب کا متعصبانہ مطالعہ ہے؛ مستشرقین کے استشرقی مطالعات مغرب کے استعماری مقاصد سے مربوط رہے ہیں۔

¹⁵ Edward W Said, *Orientalism* (London: Routledge and Kegan Paul, 1978),

فکرِ استشراق اور عالمِ اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [39] استشراق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

اور ماہر تاریخ کے لیے بھی بولا جاتا ہے، اور ان لوگوں کی ان مساعی کو
استشراق کا نام دیا جاتا ہے۔

مختلف مسلم محققین نے مستشرق، مستشرقین اور استشراق پر غور کے بعد ان کی جامع اصطلاحی
تعریفات پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ مثلاً:

المستشرقون اسم واسع يشمل طوائف متعددة تعمل في
مبادين الدراسات الشرقية المختلفة، فهم يدرسون
العلوم، والآداب الخاصة بالهند والفرس والصين واليابان
والعالم العربي وغيرهم من أمم الشرق۔"

مستشرقین وسیع مفہوم کا حامل لفظ ہے۔ یہ ان تمام افراد کے لیے بولا جاتا
ہے، جو مختلف مشرقی مطالعات بالخصوص ہند، ایران، چین، جاپان وغیرہ سے
متعلق علوم کے میدانوں میں کام کرتے ہیں۔

اصطلاحاً یا عرفاً یہ لفظ ان غیر مسلم علمائے مغرب کے لیے مخصوص ہے، جو
مشرقی زبانوں اور علوم و آداب میں دلچسپی لیتے ہیں، لیکن مشرق کی غیر مسلم
زبانوں، غیر اسلامی علوم و فنون اور اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب کے مغربی
عالم کو مستشرق نہیں کہا جاتا۔ اس لحاظ سے مستشرق مغرب کے ان غیر
مسلم خاص کر یہودی اور عیسائی علما کو کہا جائے گا، جو اسلام، اسلامی علوم،
اسلامی زبانوں اور اسلامی تہذیب و ثقافت کے مطالعے میں خصوصی دلچسپی
لیتے ہیں۔¹⁷

¹⁶ ابراہیم عبد الجید اللہیان، المستشرقون والا سلام (قاہرہ: مجمع البحوث الاسلامیہ، 1970ء)، 4-5۔

¹⁷ ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی، "مستشرقین، استشراق اور اسلام۔" معارف اعظم گڑھ، شمارہ-8 (1982ء):

فکرِ استشراق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [40] استشراق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

استشراق سے مراد ہے: مغربی لوگوں کا مشرقی زبانوں، تہذیب فلسفے ادب

اور مذہب کے مطالعے میں مشغول ہونا۔¹⁸

عربی زبان کی ایک اہم خصوصیت یعنی خاصیت ابواب کو سامنے رکھتے ہوئے استشراق کا مطلب لیا جاتا ہے: یہ تکلف مشرقی بننا¹⁹ اور مستشرق اس شخص کو سمجھا جاتا ہے، جس نے یہ تکلیف مشرقیت اختیار کی ہو۔

مشرق کے لفظ کے تناظر میں استشراق اور مستشرقین کی تعریف میں بالعموم مشرق و مغرب کی ایک خاص تقسیم کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ لیکن بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ شرق و غرب کی یہ تقسیم غیر حقیقی، اعتباری اور اضافی ہے۔²⁰ چنانچہ کچھ اہل علم کے نزدیک مستشرقین کے عرف میں لفظ "مشرق" کا جغرافیائی مفہوم مراد نہیں بلکہ ان کے نزدیک مشرق سے زمین کے وہ خطے مراد ہیں جن پر اسلام کو فروغ حاصل ہوا۔²¹ گویا مستشرقین اسلامی ممالک اور دنیاے اسلام کو مشرق کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں، ورنہ تو مسیح علیہ السلام اور عیسائیت اور بائبل کے اکثر واقعات کا تعلق بھی مشرق سے بنتا ہے، لیکن ان سے متعلق علم کے کسی ماہر کو مستشرق نہیں کہا جاتا۔ نابریں مستشرقین اور استشراق کی جامع تعریف وہی ہوگی، جس میں اہل مغرب کے مطالعات مشرق میں اسلام اور مسلمانوں کا خصوصی حوالہ ہو۔

بعض مسلم محققین نے استشراق اور مستشرقیت کی وضاحت کے حوالے سے متعدد تعریفات نقل کرنے کے بعد اپنی طرف سے جامع تعریفات پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ ایسی جامع تعریفات اس نوعیت کی ہیں:

مغربی اہل کتاب عیسائی مغرب کی مسلم مشرق پر نسلی اور ثقافتی برتری کے خود

سادہ تصور کی بنا پر مسلمانوں پر اہل مغرب کا تسلط قائم کرنے کی غرض سے

¹⁸ محمد احمد دیاب، اَضواء علی الاستشراق والمستشرقین (قاہرہ: دارالمنار، 1989)، 10۔

¹⁹ اصلاحی، "مستشرقین، استشراق اور اسلام۔" 166، 167۔

²⁰ اصلاحی، "مستشرقین، استشراق اور اسلام۔" 165، 171۔

²¹ الدکتور محمد ابراہیم الفیومی، الاستشراق رسالۃ الاستعمار (قاہرہ: دارالفکر العربی، 1993)، 144۔

فکر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [41] استشرق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

مسلمانوں کو اسلام کے بارے میں گمراہی اور شک میں مبتلا کرنے اور اسلام کی مسخ شدہ تصویر پیش کرنے کی خاطر مسلمانوں کے عقیدے، کلچر، شریعت، تاریخ، نظام اور وسائل و امکانات کا جو مطالعہ معروضی تحقیق کے دعوے کے ساتھ کرتے ہیں، اسے استشرق کہا جاتا ہے۔²²

اہل مغرب بالعموم اور یہود و نصاریٰ بالخصوص، جو مشرقی اقوام خصوصاً ملت اسلامیہ کے مذاہب، زبانوں، تہذیب و تمدن، تاریخ، ادب، انسانی قدروں، ملی خصوصیات، وسائل حیات اور امکانات کا مطالعہ معروضی تحقیق کے لبادے میں اس غرض سے کرتے ہیں کہ ان اقوام کو اپنا ذہنی غلام بنا کر ان پر اپنا مذہب اور لہنی تہذیب مسلط کر سکیں اور ان پر سیاسی غلبہ حاصل کر کے ان کے وسائل حیات کا استحصال کر سکیں، ان کو مستشرقین کہا جاتا ہے اور جس تحریک سے وہ لوگ منسلک ہیں وہ تحریک استشرق کہلاتی ہے۔²³

اس میں شبہ نہیں کے مستشرقین اسلام کے حوالے سے بہت جارحانہ عزائم رکھتے ہیں اور مذکورہ بالا تعریفات میں ان کے ان عزائم کو سامنے لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ تاہم یہ حقیقت پیش نظر رہنی چاہیے کہ مطلق حیثیت میں مستشرقین اور ان کی سرگرمیوں اور دلچسپیوں میں خاصا تنوع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف محققین کی جانب سے استشرق اور مستشرقین کی مختلف اور متعدد تعریفات بیان ہوئیں۔²⁴ بنا بریں تمام مستشرقین کو ایک ہی زمرے میں شمار کرنا درست نہیں۔ کئی مستشرقین ایسے ہیں جو دیگر مشرقی علوم اور تہذیبوں پر اور بعض دیگر مقاصد کے پیش نظر کام کرتے ہیں۔ چنانچہ مطلقاً یہ کہنا کہ تمام مستشرقین اسلام کے خلاف منفیانہ رویے ہی کے تحت سرگرم عمل ہیں، حقیقت سے بعید ہے۔ ہاں اگر کچھ مستثنیات رکھ دی جائیں اور اسلام کے

²² احمد عبدالحمید غراب، رویہ اسلامیہ للاستشرق (الریاض: درالاصالۃ للثقافۃ والنشر والاعلام، 1988)، 9۔

²³ پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء النبی (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 1418ھ)، 6/123۔

²⁴ استشرق اور مستشرقین کی متنوع تعریفات کی تفصیلات کے لیے مثال کے طور پر ملاحظہ ہو: یحییٰ مراد،

افتراءات المستشرقین علی الاسلام والرد علیہما (بیروت: دار لکتب العلمیۃ، 2004ء)، 7، 17۔

فکرِ استشراق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [42] استشراق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

حوالے سے کام کرنے والے بیشتر مستشرقین کے رویے کے تناظر میں اختصاص کے ساتھ بات کی جائے تو مذکورہ بالا تعریفات البتہ جامع بن سکتی ہیں۔ مثلاً مستشرقین اور استشراق کی جامع تر اصطلاحی تعریف یوں کی جاسکتی ہے:

اہل مغرب عموماً اور یہودی و عیسائی خصوصاً، جو مشرق بالخصوص مسلم مشرق پر اپنی مزرعومہ نسلی و ثقافتی برتری کے تخیل کے تحت مسلمانوں پر اپنا تسلط قائم کرنے کی غرض سے مسلمانوں کو اپنے مذہب، عقائد، زبانوں، ادب، تمدن و تاریخ اور وسائل و امکانات وغیرہ کے حوالے سے موضوعی منفی نتائج سامنے لاکر شکوک و شبہات اور احساسِ کہتری میں مبتلا کرنے کی غرض سے ان کے مذہب، عقائد، زبانوں، ادب، تمدن و تاریخ اور وسائل و امکانات وغیرہ کا مطالعہ معروضی تحقیق کے دعوے کے ساتھ کرتے ہیں، مستشرقین ہیں اور جس تحریک سے یہ وابستہ ہیں وہ تحریکِ تحریکِ استشراق ہے۔

عربسٹس یا سکالرز آف اسلام

استشراق اور مستشرقین کی تعریف و مفہوم کے حوالے سے آخر میں یہ جان لینا بھی ضروری ہے کہ آج کل مغربی دنیا میں اسلامی تناظر میں کام کرنے والوں کو بالعموم مستشرقین نہیں بلکہ عربسٹس (Arabists) یا سکالرز آف اسلام (Scholars of Islam) کہا جاتا ہے²⁵ نیز مغرب میں اس بات پر بھی زور دیا گیا ہے کہ مسلمان یا بعض غیر مسلم مصنفین جس طرح کی تحریکِ استشراق کا دعویٰ کرتے ہیں، مغرب نے ایسی کوئی تحریک برپا نہیں کی۔ مغرب کے اسلام کی نسبت سے اورینٹلسٹ (Orientalist) اور اورینٹلزم (Orientalism) کی اصطلاحات سے اس گریز کے تجزیے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دراصل ایڈورڈ سعید اور مختلف مسلم مصنفین کی جانب سے استشراتی کام پر سخت نقد اور استشراق کے استعمار سے تعلق اور اس کے مقاصد میں معاونت کے بارے میں پیش کردہ افکار و نظریات کا نتیجہ ہے؛ جن سے مغرب اور بہ طور خاص

²⁵ اسلام کے حوالے کے بغیر مطلقاً مشرقی آرٹ اور ادب و کلچر وغیرہ کے مغربی ماہرین کو البتہ آج بھی مغرب میں اورینٹلسٹ کہنے کا رواج عام ہے۔

فکر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [43] استشرق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

وہاں کے ماہرین اسلامیات کی اسلام، پیغمبر اسلام ﷺ اور مسلمانوں کے حوالے سے عام باور کرائی جانے والی اخلاقی و معروضی پوزیشن پر سوالیہ نشان لگتا ہے، وگرنہ اور منٹلسٹ کے لفظ میں تو مغربی موقف کے مطابق بھی کوئی خرابی نہیں، اس کا مفہوم تو مشرقی علوم کا مغربی عالم ہی ہے اور عربیت کا مطلب بھی عربی علوم و تہذیب کا مغربی ماہر ہی بنتا ہے۔ پھر اگر مشرقی آرٹ اور ادب و تہذیب کے مغربی ماہر کو اور منٹلسٹ کہا جاسکتا ہے تو اسلامیات کے سکالر کو کس بنیاد پر نہیں کہا جاسکتا! اسلام کا تعلق کیا مشرقی تہذیب و کلچر سے نہیں بنتا! شاید یہی مشکل ہے جس کی بنا پر مغرب میں ماہرین اسلامیات کو اورینٹلسٹس (Orientalists) یا مستشرقین کہنے سے مکمل اجتناب نہیں ہو پاتا اور اسلامیات کے مغربی سکالر کے لیے اورینٹلسٹ (Orientalist) کا لفظ اب بھی مختلف مواقع پر مغرب میں استعمال کیا جاتا ہے۔

اسباب اور تاریخی پس منظر

استشرق اور مستشرقین کی تعریف جان لینے کے بعد ہم یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ مستشرقین کے اسلام سے متعلق مذکورہ رویے اور طرز فکر و تحقیق کے اسباب و عوامل کیا ہیں؟ کون سے اور کس نوعیت کے حالات و واقعات کے تحت انھیں اسلام اور مسلمانوں سے متعلق واقعی معروضی رویہ اپنانے میں مسائل و مشکلات کا سامنا رہا؟

اسلام کا طلوع و عروج اور اہل کتاب کا معاندانہ رویہ

یہود و نصاریٰ ابتداء سے اسلام ہی سے اسلام اور مسلمانوں کو اپنا دشمن سمجھتے رہے ہیں۔ یہ دشمنی تاریخ کے کسی دور میں ختم نہیں ہوئی، البتہ اس کے رنگ اور شکلیں بدلتی رہی ہیں۔ یہودیت و عیسائیت اور اسلام کے درمیان معاندانہ تعلقات اور کھلی کشمکش کے شواہد اسلامی لٹریچر میں بھی اور خود مغربی مصنفین کی تصانیف میں بھی واضح طور پر دیکھے جاسکتے ہیں۔ مثلاً یہود سے متعلق قرآن حکیم کا بیان ہے:

الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْكُفْرَ يَغْرِفُونَ كَمَا يَغْرِفُونَ أَتْيَاءَهُمْ وَإِنْ لَمْ يَرَوْا بَيِّنَاتٍ

لَيَكْفُرُوا بِالحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ.²⁶

فکرِ استشراق اور عالمِ اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [44] استشراق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اسے ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ اور بلاشبہ ان میں ایک گروہ حق کو جان بوجھ کر چھپاتا ہے۔
عبداللہ بن سلام (550ء-663ء)²⁷ سے مروی روایات تفسیر مثلاً:

وروی ان عمر قال لعبداللہ بن سلام: اتعرف محمداً
ﷺ كما تعرف ابنك؟ فقال: نعم و اكثر۔²⁸

روایت ہے کہ حضرت عمر نے عبداللہ بن سلام سے کہا: کیا تم محمد ﷺ کو
اسی طرح جانتے ہو جیسے اپنے بیٹے کو جانتے ہو؟ تو انھوں نے جواب دیا: جی
ہاں! بلکہ اس سے زیادہ!

اور ان کے اپنے اسلام لانے کے خود بیان کردہ واقعے سے بھی یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی
ہے۔ اپنے ایمان لانے کے واقعے میں انھوں نے بیان کیا ہے کہ ایمان لانے کے بعد یہود کو خبر
ہونے سے پہلے میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ یہود بہت جھوٹے اور بہتان طراز ہیں۔ اگر
ان کو میرے مسلمان ہونے کا پتہ چل گیا، تو بہتان اور عیب لگائیں گے۔ آپ مجھے خفیہ رکھتے ہوئے

²⁷ یہود مدینہ میں نہایت نمایاں مقام کے حامل یہودی سردار اور عالم۔ مدینے کے یہودی قبیلے بنو قینقاع سے تعلق
رکھتے تھے۔ آپ کا نام حصین تھا۔ آپ حضرت یوسف علیہ السلام کی نسل سے بتائے جاتے ہیں۔ قبولِ اسلام سے
پہلے یہودی زہلی تھے۔ یہود کے ساتھ ساتھ دیگر لوگوں میں بھی نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ روایات
کے مطابق آں جناب ﷺ کی ہجرت مدینہ کے فوراً بعد آپ ﷺ کو دیکھ اور آپ ﷺ سے بعض سوالوں
کے جوابات پا کر دائرۃ اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔ قبولِ اسلام کے بعد آپ ﷺ نے عبداللہ نام
رکھا۔ مسلمانوں میں بھی بلند مقام و مرتبے کے حامل رہے۔ آں حضور ﷺ نے آپ کو جنت کی بشارت
دی۔ احادیث روایت کہیں: دینِ اسلام کا گہرا فہم حاصل کیا۔ مسائل میں فتاویٰ کے لیے لوگ آپ سے رجوع
کرتے۔ شام اور فلسطین کی فتوحات میں شریک ہوئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں وفات پائی
اور مدینے میں دفن ہوئے۔

²⁸ ابی عبداللہ محمد بن احمد القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، تحقیق۔ الدکتور عبداللہ بن عبدالحسن التركي (بیروت):

فکرِ استشراق اور عالمِ اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [45] استشراق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

ان سے میری حیثیت سے متعلق دریافت کریں۔ چنانچہ میں پردے میں رہا اور حضور ﷺ نے یہود سے میرے متعلق دریافت کیا، تو انھوں نے کہا: وہ ہمارا سردار، سردار کا بیٹا اور بہت بڑا عالم ہے۔ جب یہ باتیں کہ چکے تو میں باہر نکل آیا اور ان سے کہا: اے یہود! اللہ سے ڈرو اور تمہارے پاس جو پیغامِ حق آیا ہے، اسے قبول کر لو۔ اللہ کی قسم! تم جانتے ہو کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں؛ تم آپ ﷺ کا نام اور آپ ﷺ کی صفات تورات میں لکھی پاتے ہو؛ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ سن کر انھوں نے مجھے کاذب ٹھہرانا شروع کر دیا اور ایمان نہ لائے۔²⁹ اسی طرح غزوہ بنو قریظہ میں قریظہ کے ہتھیار ڈالنے پر کعب بن اسد (م 627ء)³⁰ نے ان کے سامنے تین میں سے ایک آپشن یہ پیش کیا تھا کہ وہ ایمان لے آئیں اور اس کے حق میں دلیل دیتے ہوئے کہا تھا:

فوالله انکم لتعلمون انه الذی تجدونہ مکتوباً فی کتابکم۔³¹

اللہ کی قسم تم خوب جانتے ہو کہ وہ وہی ہے جسے تم اپنی کتاب میں لکھا پاتے ہو۔

رہے عیسائی، تو ان کی طرف سے اگرچہ ابتدا میں بعض مثبت رویے سامنے آتے ہیں۔ مثلاً اصمہ نجاشی (م 9ھ)³² حضور ﷺ پر ایمان لے آیا تھا اور حبشہ ہجرت کرنے والے مسلمانوں کی عزت و تکریم اور حفاظت کی تھی، ہرقل (Heraclius، 575ء-641ء)³³ نے بھی آپ

²⁹ دیکھیے: ابن حشام، السیرۃ النبویۃ (بیروت: دارالکتب العربی، 1990ء/1410ھ)، 2/158-159۔
³⁰ بنو قریظہ کا سردار۔

³¹ القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، 17/84۔

³² شاہ حبشہ۔ ہجرت حبشہ کے بعد اپنے ملک میں مسلمانوں کو پناہ دینے والا انصاف پسند اور نیک دل بادشاہ۔ روایات کے مطابق اصمہ نے عہد نبوی ﷺ میں اسلام قبول کر لیا تھا اور آپ ﷺ نے اس کی قابضانہ نماز جنازہ پڑھائی تھی۔

³³ شاہ روم۔ عہدِ قدار 610ء-641ء ہے۔ اسے آں حضور ﷺ نے خط ارسال فرما کر دعوتِ اسلام دی تھی۔

فکرِ استشراق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [46] استشراق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کا احترام کیا تھا اور آپ کے لیے تحائف بھی بھیجے تھے، البتہ وہ ابوسفیان (560ء-650ء)³⁴ سے آپ کی شخصیت و کردار کے بارے میں جاننے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہ طور نبی اللہ پہچان لینے کے باوجود اعیان سلطنت کی بغاوت کے اندیشے سے ایمان نہ لایا تھا۔ لیکن یہ مثالیں استثنائی ہیں، کیوں کہ کچھ ہی عرصے بعد ان کی طرف سے مخالفت اور دشمنی کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا، جس کا نقطہ آغاز جنگ موتہ کو قرار دیا جاسکتا ہے۔

جہاں تک مغربی مصنفین کی تحریروں کا تعلق ہے تو مثال کے طور پر آر سی زابیز (Robert Charles Zaehner، 1913ء-1974ء)³⁵ اور لوٹفی لودونین (Lootfy Hovhannes Levonian، 1881ء-1961ء)³⁶ نے اسلام اور عیسائیت کے درمیان تاریخی مخالفت کو وضاحت سے بیان کیا ہے۔³⁷ بعض مصنفین آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہی کو مسیحیت

³⁴ اموی قریشیوں کے سردار۔ پورانام صخر بن حرب، بن امیہ تھا۔ شروع میں اسلام کے سخت دشمن تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر ایمان لائے۔ بعد ازاں مسلم فوج میں داؤد شجاعت دیتے رہے۔ کئی جنگوں میں شریک ہوئے۔ غزوہ طائف میں ایک آنکھ ضائع ہو گئی تھی۔ عبدفارق میں جنگ یرموک کے دوران دوسری آنکھ بھی جاتی رہی۔ اموی سلطنت کے بانی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا آپ ہی کی اولاد تھے۔

³⁵ سوئس نژاد برطانوی مستشرق۔ مشرقی مذاہب کے مطالعے کے لیے فارسی، پہلوی، پالی، سنسکرت، عربی وغیرہ بہت ہی مشرقی زبانیں سیکھیں۔ تقابل مذاہب، اسلام، ہندوازم، زرتشتزم اور تصوف وغیرہ کے تناظر میں متعدد کتابیں تحریر کیں۔

³⁶ ترکی کے شہر عینتاب (Aintab) موجودہ غازی عینتاب (Gaziantep) سے تعلق رکھنے والے مسیحی۔ کالر۔ ترکی کے چرچ سکول اور انگلینڈ کے وڈ بروک کالج (Wood Brooke College) سے تعلیم حاصل کی۔ قدیم مخطوطات پر کام کی بنا پر برطانیہ کی رائل ایشیائی سوسائٹی (Royal Asiatic Society of Great Britain) کے تاحیات ممبر بنے۔ مشرق وسطیٰ میں مسیحی کاز کے لیے کام کیا۔ استنبول میں امریکی بورڈ کے مذہبی سکول۔ جو بعد میں ایتھنز اور پھر بیروت منتقل ہوا۔ میں تدریس کے فرائض انجام دیے۔

³⁷ R.C.Zaehner, *At Sundry Times: An Essay in the comparison of Religion* (London: Faber and Faber, 1958), 193; Lootfy Levonian, *Studies in*

فكر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [47] استشرق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

کے زوال و انحطاط کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں۔ تھامس رائٹ (Thomas Wright، 1810ء-1877ء)³⁸ کے مطابق ابرہہ کے حملے کے دو ماہ بعد حضور ﷺ کی پیدائش عیسائیت کے لیے بدترین آفت تھی اور حضور ﷺ مسیحیوں کے سب سے بڑے دشمن۔³⁹ فلپ کے ہٹی (Philip Khuri Hitti، 1886ء-1978ء)⁴⁰ نے جنگ موتہ کو اسلام اور عیسائیت کے درمیان کشمکش کا نقطہ آغاز قرار دیتے ہوئے لکھا کہ یہ جنگ حضور ﷺ نے شروع کی تھی:

He fired the opening shot in the conflict between
Christendom and Islam which was to rage through
the centuries.⁴¹

اسلام اور مسیحیت کے درمیان تصادم کا پہلا فائر ان [محمد ﷺ] کی جانب
سے ہوا، جس کا غصہ صدیوں کو محیط ہو گیا۔

ایڈورڈ گیبسن (Edward Gibbon، 1737ء-1794ء)⁴² کے یہاں بھی جنگ موتہ
مسلمانوں کی مہم جوئی نظر آتی ہے۔ گیبسن کے الفاظ ہیں:

Relationship between Islam and Christianity (London: Allen & Unwin,
1940), 109.

³⁸ انگریز مصنف اور ماہر آثار قدیمہ۔ قدیم تاریخ و ادبیات پر متعدد کتابیں تحریر کیں۔

³⁹ Thomas Wright, *Early Christianity in Arabia: A historical Essay* (London:
Quaritch, 1855), 152.

⁴⁰ مشہور کتاب تاریخ عرب (History of the Arabs) کے مصنف لبنانی امریکی سکالر۔ عرب، مشرق
وسطی اور سامی زبانوں کے ماہر کی حیثیت سے معروف ہیں۔ امریکا میں عربی اور اسلامی مطالعات کے بانی خیال کیے
جاتے ہیں۔ لبنان میں سوق الغرب کے مشن سکول میں تعلیم حاصل کی۔ کولمبیا یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی اور
یہیں سامی زبانوں کے استاد رہے۔ پرنسٹن اور ہارورڈ یونیورسٹی میں بھی تدریسی خدمات انجام دیں۔

⁴¹ P. K. Hitti, *History of the Arabs* (London: Macmillan, 1968), 147.

فکرِ استشراق اور عالمِ اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [48] استشراق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

The murder of an envoy afforded a decent pretext for invading, with three thousand soldiers the territory of Palestine.⁴³

ایک سفیر کا قتل تین ہزار سپاہیوں کے ساتھ سرزمینِ فلسطین پر حملے پر نعتج
ہوا۔

چارلس ملز (Charles Mills، 1788ء-1826ء)⁴⁴ نے بھی موتہ اور تبوک کے تذکرے میں مسلمانوں کو ظالم و جارح باور کرانے کی کوشش کی۔ ملز کے یہاں موتہ کا مسلم لشکر مذہبی جنونیوں کا جتھا (the band of fanatics)⁴⁵ اور تبوک شام ایسے امیر اور ذریعہ ملک کی طرف پیش قدمی اور جوشِ انتقام کے تحت کی گئی کاروائی ہے۔⁴⁶

اس تاریخی بحث سے قطع نظر کہ جنگِ موتہ اور تبوک سے متعلق مستشرقین کے مذکورہ بالا اور اس طرح کے دیگر لاتعداد بیانات میں کیا کیا غلطیاں ہیں اور ان حقائق سے کس قدر مخالف پایا جاتا ہے، سردست یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ یہودی و عیسائی اہل قلم کے ہاں اپنے ہم مذہب لوگوں کو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اکسانے کی کوشش واضح طور پر محسوس کی جاسکتی ہے۔ وہ تاریخ کو

⁴² تاریخ زوالِ روم (The History of the decline and Fall of the Roman Empire) کے مصنف معروف انگریز مورخ۔

⁴³ Edward Gibbon, *The History of the decline and fall of the Roman Empire* (New York: The Modern Library, 2003), II/688.

⁴⁴ ایڈورڈ ملز کے پیرا انگریز مورخ۔

⁴⁵ Charles Mills, *An History of Muhammedanism: Comprising the Life and Character of The Arabian Prophet* (London: Printed for black, Kingsbury, Parbury, And Allen, 1818), 27.

⁴⁶ Mills, *An History of Muhammedanism*, 29.

فکرِ استشراق اور عالمِ اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [49] استشراق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

ایک خاص زاویے سے پیش کر کے یہ باور کرانے کی کوشش کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ اسلام اور مسلمان شروع دن ہی سے یہودیوں اور عیسائیوں کے دشمن ہیں اور مسلمانوں نے ہمیشہ جارحیت کا ارتکاب کیا ہے۔

اسلام اور مسلمانوں سے مغرب کے بہت سے عیسائی قلم کاروں کے تعصب و تنگ نظری اور دشمنی و مخالفت کا تاریخی تناظر میں ذرا گہرائی سے جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ اسلام جب تک جزیرہ عرب کے اندر رہا عیسائیوں نے اسے اپنے لیے کوئی بڑا خطرہ نہ سمجھا۔ لیکن جب اسلام انتہائی سرعت سے پھیلنے ہوئے عرب کی سرحدوں سے باہر نکلنے لگا، جب اس نے جزیرہ عرب کے اندر اپنے تمام مخالفین کو نہ صرف ختم کیا بلکہ ان کی اکثریت کو اپنے جھنڈے تلے جمع کر لیا، جب عرب کے عیسائی قبائل عیسائیت چھوڑ کر اسلام قبول کرنے لگے تو عیسائی حکمرانوں نے اسلام کے خلاف فیصلہ کن کارروائی کرنے کا تہیہ کر لیا۔ وہ اسلام کی اشاعت کے مقابلہ میں خم ٹھونک کر کھڑے ہو گئے۔ مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان جنگوں کا ایک وسیع سلسلہ چل نکلا۔ مسلمانوں نے عیسائی فوجوں کو فاش شکستیں دیں اور ان کے بہت سے علاقوں کو فتح کر لیا۔ مسلمانوں کی عیسائیوں کے خلاف فتوحات صرف عسکری ہی نہیں بلکہ اخلاقی و روحانی بھی تھیں۔ انتہائی قلیل مدت میں اسلام نے ایشیا اور افریقہ سے عیسائیوں کے سیاسی اور روحانی اقتدار کا خاتمہ کر دیا۔ ان کے پوپ اور پادری اس صورت حال کو انتہائی بے بسی کے ساتھ دیکھ رہے تھے۔ ان کی صدیوں کی تبلیغی اور تبشیری کوششیں اکارت ہو رہی تھیں۔ ان کا سیاسی و روحانی مستقبل تاریک ہوتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ چنانچہ ان کے دل اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت سے معمور ہو گئے۔ ان میں انتقام کی چنگاریاں سلگنے لگیں۔ جب مسلمانوں کو سیاسی زوال آیا تو عیسائیوں نے ماضی کی شکستوں کے دل کھول کر بدلے لیے، لیکن انتقام کی جو چنگاری ان کے دلوں میں سلگ رہی ہے اس کی حدت میں ہنوز کمی نہیں آئی۔⁴⁷ صلیبی جنگوں کے طویل سلسلے پر نظر ڈالی جائے تو مسلمانوں کے خلاف عیسائیوں کے بغض و عناد اور جارحانہ عزائم کی بہت حد تک نقاب کشائی ہو جاتی ہے۔

فکر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [50] استشرق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

حروبِ صلیبیہ

معرکہ منازی کرت میں الپ ارسلان کے ہاتھوں شکست، مسلم سلجوقی ترکوں کے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ اور اپنے سمٹتے ہوئے اقتدار کے پیش نظر بازنطینی شہنشاہ ایلیگزیس کانینس (Alexios I Komnenos، 1056ء-1118ء)⁴⁸ نے پوپ اربن دوم (Pope Urban II، 1042ء-1099ء)⁴⁹ سے مدد کی اپیل کی۔ پوپ نے مغربی اور مشرقی عیسائیت کے مسلکی اختلافات کو نظر انداز کرتے ہوئے مشترکہ دشمن کی سرکوبی کی غرض سے ایلیگزیس کی پکار کا بھرپور جواب دینے کا فیصلہ کیا۔ اس نے اپنی 27 نومبر 1095ء کی تقریر میں مسلمانوں کے خلاف سخت توہین آمیز زبان استعمال کرتے ہوئے انھیں ایسی ملعون قوم قرار دیا، جس نے ارض مقدس اور مسیحیوں کی بے حرمتی کی۔ اس نے اہل مغرب کو جنت اور گناہوں کی معافی کا یقین دلاتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف جنگ پر ابھارا اور ارض مقدس کو مسلم قبضے سے آزاد کرانے کے لیے اپنے اہل خانہ اور جائیدادوں کو چھوڑ کر جنگ کے لیے نکل کھڑے ہونے کی ترغیب دی۔ پوپ کی اس صدا کا اثر فوری اور دیر پا تھا۔ دخولِ بہشت کے وعدے سے تحریک پا کر، ارض مقدس کی آزادی کے خواب آنکھوں میں سجائے ہزاروں افراد نے پوپ کی صدا پر لبیک کہا اور متعدد صلیبی مہمات ارض مقدس کو روانہ ہو گئیں۔⁵⁰ انتشار کا شکار مسلمان صلیبیوں کی یلغار کو روکنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ فاطمیوں نے کچھ دن محصور رہ کر مزاحمت کی، مگر ناکام رہے اور بیت المقدس صلیبیوں کے قبضے میں آ گیا۔

⁴⁸ عرصہ اقتدار 1081ء-1118ء ہے۔

⁴⁹ پوپ رہنے کا زمانہ 1088ء-1099ء ہے۔ وجہ شہرت پہلی صلیبی جنگ (1096ء-1099ء) کا آغاز ہے۔

⁵⁰ Seraphim William Davidson, "Pope Urban II's Speech at the Council of Clermont and the Crusades," Accessed, March 28, 2014.

<http://voices.yahoo.com/pope-urban-iis-speech-council-clermont-and-3683668.html>

گہرا استشراق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [51] استشراق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

پہلی صلیبی جنگ (1096ء-1099ء) کے نتیجے میں 1099ء میں بیت المقدس پر مغربی غلبے کے حوالے سے جو چیز یہاں قابل ذکر ہے، وہ فاتحین بیت المقدس کا مسلمانوں سے رویہ ہے۔ صلیبیوں نے مسلمانوں کو نہایت بے دردی سے قتل کیا۔ مغربی مورخین نے صلیبیوں کی عینی شہادتوں کی بنیاد پر لکھا ہے کہ انھوں نے اس قدر لوگوں کو قتل کیا کہ ان کے گھوڑوں کے گھٹنے خون میں ڈوب رہے تھے۔ سران (Saracen) ⁵¹ بوڑھا ہویا جوان، عورت ہو یا بچہ صلیبیوں کے نزدیک اس کو تیرتج کرنا کسی سعادت سے کم نہ تھا۔ صلیبی فخریہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے جہاں کہیں کوئی سران پایا اسے قتل کر ڈالا۔ امن و محبت کے داعی، اللہ کے پیارے رسول، حضرت مسیح، کے نام پر ان کے اپنے شہر کے اندر لاتعداد انسانوں کے صرف قتل ہی پر اکتفا نہیں کیا گیا، اس امید پر ان کے پیٹ بھی چاک کر دیے گئے کہ ان میں سے سکے ملیں گے۔ عورتوں کی بے حرمتی اور ان کے جسموں سے سکے تلاش کرنے کی داستانیں اس قدر شرمناک ہیں کہ مغرب کے بے باک تذکرہ نگار بھی بیان کرتے پانی پانی ہوئے جاتے ہیں۔ ⁵²

پہلی صلیبی جنگ اور اس کی کامیابی کے بعد مغرب اور عالم اسلام میں جنگوں کا طویل سلسلہ شروع ہو گیا۔ صلیبیوں نے فتح کے بعد سابق مسلم علاقوں میں متعدد لاطینی عیسائی سلطنتیں قائم کر لی تھیں۔ مسلمانوں میں ان کی بازیابی کا جذبہ پیدا ہوا۔ 1144ء میں عماد الدین زنگی (1085ء-1146ء) ⁵³ نے اڈیسا (رہا) کی صلیبی مملکت کا خاتمہ کر دیا۔ اڈیسا کی صلیبی مملکت کے خاتمے کے جواب میں پوپ یوجن سوم (Pope Eugene III، 1080ء-1153ء) ⁵⁴ کے اعلان

⁵¹ صلیبی جنگوں کے زمانے میں مغرب میں مسلمانوں کے لیے استعمال ہونے والا ایک لفظ یہ بھی تھا، جو دیگر بہت سے الفاظ کی طرح مسلمانوں سے نفرت اور بغض و کینے کی بنا پر انھیں حقیر و ذلیل خیال کرتے ہوئے استعمال ہوتا تھا۔ اس لفظ کے ذریعے مسلمانوں کو بدو، صحرائیں، چور، ڈاکو، حرابی اور ذلیل و کم تر نسل کے لوگ ظاہر کیا جاتا تھا۔

⁵² See for details: Daniel, *The Arabs and Mediaeval Europe*, 135-136.

⁵³ موصل کا معروف بہادر اور نیک ول مسلم سلطان۔ عرصہ اقتدار 1127ء-1146ء ہے۔

⁵⁴ پوپ رہنے کا عرصہ 1145ء-1153ء ہے۔

فکرِ استعراق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [52] استعراق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

پر دوسری صلیبی مہم (1145ء-1149ء) شروع ہوئی، جس کے نتیجے میں فرانس اور جرمنی کے بادشاہوں سمیت صلیبیوں کی ایک بہت بڑی فوج پھر عالم اسلام پر حملہ آور ہوئی، مگر یہ مہم بری طرح ناکام رہی۔ 1164ء میں نورالدین زنگی (1118ء-1174ء)⁵⁵ نے انطالیہ کی صلیبی ریاست کو زیرِ نگیں کیا۔ صلیبیوں اور مسلمانوں میں معرکہ آرائی جاری رہی۔ نورالدین زنگی کے بعد اس کے جانشین صلاح الدین ایوبی (1138ء-1193ء)⁵⁶ نے صلیبیوں کو پے درپے شکستوں سے دوچار کیا اور 1187ء کو بیت المقدس کو صلیبیوں کے قبضے سے آزاد کر لیا۔ یروشلم پر مسلمانوں کے دوبارہ قبضے سے مغرب میں پھر ایک بیچانی کیفیت پیدا ہو گئی۔ ارض مقدس کو صلاح الدین ایوبی کے قبضے سے چھڑانے کے لیے تیسری صلیبی جنگ (1189ء-1192ء) کے لیے کئی یورپی ممالک کے بادشاہ اپنی اپنی سپاہ لے کر نکلے۔⁵⁷ زور دار جنگ رہی، بیت المقدس تو واپس نہ مل سکا، البتہ اس مہم میں صلیبیوں نے قبرص، صقلیہ اور عکا وغیرہ علاقوں کو اپنے اقتدار کا حصہ بنا لیا۔ تیسری صلیبی جنگ یروشلم حاصل نہ کر سکی تو اس مقصد کے لیے چوتھی صلیبی جنگ (1202ء-1204ء) کے لیے مہم چلی، مگر یہ مہم باہمی اختلاف اور پھوٹ کا شکار ہو گئی۔ اس نے مسلمانوں اور یروشلم کو فتح کرنے کی بجائے 1204ء میں مشرقی عالم عیسائیت کے پایہ تخت قسطنطنیہ کو تاراج کر ڈالا۔ چوتھی صلیبی جنگ بھی ہدف کے حصول میں ناکام رہی تو پوپ انوسینٹ سوم (Pope Innocent III، 1160ء-1216ء)⁵⁸ اور پوپ آنریس سوم (Pope Honorius III، 1150ء-1227ء)⁵⁹ کی تحریک و اعانت پر پانچویں صلیبی مہم (1213ء-

⁵⁵ عماد الدین زنگی کا جانشین۔ عرصہ اقتدار 1146ء-1174ء ہے۔

⁵⁶ عرصہ اقتدار 1174ء-1193ء ہے۔ ایوبی کو اپنی بہادری، فتوحات، رواداری، عدل و انصاف، صلیبیوں کی شکست اور بیت المقدس کو صلیبی قبضے سے آزاد کرانے کے حوالے سے اہل اسلام میں غیر معمولی شہرت و مقبولیت حاصل ہے۔

⁵⁷ اس نسبت سے یہ صلیبی جنگ بادشاہوں کی صلیبی جنگ (The King's Crusade) بھی کہی جاتی ہے۔

⁵⁸ پوپ رہنے کا عرصہ 1198ء-1216ء ہے۔

⁵⁹ پوپ رہنے کا عرصہ 1216ء-1227ء ہے۔

فکرِ استشراق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [53] استشراق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

1221ء) چلی، مگر یہ بھی مقصد حاصل نہ کر سکی۔ اس کا نمایاں نتیجہ حملہ تاتار کے اندیشے کے تناظر میں وقت کے سلطان مصر الملک العادل (1145ء-1218ء)⁶⁰ کے ساتھ اہل مغرب اور عالم اسلام کا آٹھ سال تک باہم جنگ نہ کرنے کا معاہدہ تھا۔ 1228ء تا 1229ء کے دوران جرمن بادشاہ فریڈرک دوم (Frederic II، 1194ء-1250ء)⁶¹ کی سربراہی میں چھٹی صلیبی مہم نکلی۔ فریڈرک نے شام اور مصر کے اختلافات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے الملک الکامل (1177ء-1238ء)⁶² کو ایک معاہدے پر مجبور کر لیا، جس کے تحت مسجد اقصیٰ کے علاوہ یروشلم اور ناصرہ و بیت اللحم وغیرہ علاقے فریڈرک کو مل گئے۔ لیکن یہ قبضہ زیادہ عرصہ برقرار نہ رہ سکا۔ مصر کے ایوبی حکمران الملک الصالح (1205ء-1249ء)⁶³ نے 1244ء میں خوارزمیوں کو آمادہ کر کے صلیبی افواج کو پھر شکست سے دوچار کر دیا اور فریڈرک کے ہاتھوں کھویا ہوا یروشلم پھر مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا۔ 1248ء تا 1254ء ساتویں صلیبی جنگ کا دور ہے۔ 1249ء-1250ء کے دوران فرانس کے بادشاہ لوئیس نہم (Louis IX، 1214ء-1270ء)⁶⁴ نے مصر کے منصورہ پر حملہ کر دیا، مگر مسلمانوں کے محاصرے میں آکر قید ہوا اور بھاری تاوان دے کر آئندہ مسلمانوں کے خلاف جنگ نہ کرنے کا وعدہ کر کے رہائی ملی۔⁶⁵ مسلمانوں سے رہائی کے بعد لوئیس نہم

⁶⁰ صلاح الدین ایوبی کا بھائی۔ پورانام الملک العادل سیف الدین ابو بکر بن ایوب ہے۔

⁶¹ عالم عیسائیت کا ایک مقدس رومی شہنشاہ۔ اس کا شمار طاقت ور ترین مقدس شہنشاہوں میں ہوتا ہے۔ عرصہ اقتدار 1220ء-1250ء ہے۔

⁶² ناصر الدین ابوالعالی محمد۔ عرصہ اقتدار 1218ء-1238ء ہے۔

⁶³ پورانام الملک الصالح نجم الدین ایوب ہے۔ الملک الصالح کا عرصہ اقتدار 1240ء-1249ء ہے۔

⁶⁴ عرصہ اقتدار 1226ء-1270ء ہے۔

⁶⁵ 1249ء-1250ء کا یہ عرصہ الملک العادل کی وفات اور اس کے بیٹے الملک المعظم غیاث الدین توران شاہ متوفی 1250ء کی مختصر حکمرانی کا ہے۔ اس عرصے میں ساتویں صلیبی جنگ کے لیے چڑھائی کرنے والے صلیبیوں کی شکست کے حوالے سے الملک العادل کی بیوہ شجر الدر (م 1257ء) نے نہایت اہم کردار ادا کیا تھا۔ اس نے منصورہ کے دفاع کے لیے بیس کے منصوبے سے اتفاق کیا، جس کے نتیجے میں صلیبیوں کو شکست سے دوچار محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

لکڑا استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [54] استشرق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

عکا (Acre) کی مسیحی مملکت میں کئی سال تک جنگ کی آگ بھڑکا تا رہا، بالآخر کوئی کامیابی حاصل کیے بغیر 1254ء میں فرانس لوٹ گیا، لیکن پھر بھی چین سے نہ بیٹھا اور 1270ء میں آٹھویں صلیبی جنگ شروع کر دی۔ اس بار اس کا ہدف تیونس اور شمالی افریقہ کے مسلمان تھے۔ یہاں لوئیس نہم وبا سے مر گیا، البتہ اس کے بیٹے اور بھائی نے تیونس سلطان المستنصر (1228ء-1277ء) کو باج گزار بنا لیا۔ لوئیس کے بعد افریقی مہم میں اس کا ہم رکاب انگلستان کا بادشاہ ایڈورڈ اول (Edward I، 1239ء-1307ء) ⁶⁶ نوین صلیبی مہم (1271ء-1272ء) کے ساتھ نکلا، مگر ارض مقدس کے حصول میں ناکام رہا۔

صلیبی جنگوں کا طویل سلسلہ چلتا رہا۔ اس دوران مصر سے ممالیک ⁶⁸ نے بہت زیادہ قوت حاصل کر لی اور ناقابل تخیر ہو گئے۔ ممالیک نے نہ صرف صلیبیوں کو مسلم ممالک پر چڑھ دوڑنے سے روک رکھا، بلکہ تیرہویں صدی کے آخر تک شام کے صلیبی بقایا جات کو اسلامی قلم رو کا حصہ بنا دیا۔ بعد ازاں چودھویں اور پندرہویں صدی میں صلیبیوں کا عثمانی مسلمان ترکوں سے مقابلہ رہا۔ بہت سی صلیبی مہمیں نکلیں، لیکن ترکوں نے صلیبیوں کو شکستوں سے دوچار کرتے ہوئے بازنطینی سلطنت کے بہت سے علاقے اسلامی قلم رو میں شامل کر دیے؛ یہاں تک کہ سلطان محمد

ہونا پڑا۔ (اس وقت کا کمانڈر بیبرس بعد میں حکمران بنا، اس کا پورا نام الملک الظاہر رکن الدین بیبرس البندقداری، زمانہ حیات 1223ء-1277ء اور عرصہ اقتدار 1260ء-1277ء ہے)

⁶⁶ حفصیون خاندان (زمانہ اقتدار 1229ء-1574ء) کا چوتھا بادشاہ۔ اس کا عرصہ اقتدار 1249ء-1277ء

ہے۔

⁶⁷ عرصہ اقتدار 1272ء-1307ء ہے۔

⁶⁸ ممالیک مسلم خلفا کے غلام اور سپاہی تھے۔ انھوں نے وقت کے ساتھ ساتھ زبردست عسکری قوت حاصل کر کے حکومتیں حاصل کر لی تھیں۔ مختلف مسلم علاقوں میں ان کی حکومتوں کے مختلف ادوار ہیں۔ مصر میں ان کا عرصہ حکومت 1250ء-1517ء ہے۔

فکرِ استعراق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [55] استعراق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

فاتح (1432ء-1481ء)⁶⁹ نے 1453ء میں مغربی اور مشرقی عالم عیسائیت کی مشترکہ قوت کو شکست دے کر بازنطینی سلطنت کا پایہ تخت قسطنطنیہ (استنبول) بھی فتح کر لیا۔⁷⁰

ادھر مشرق میں عثمانی ترکوں کے تحت مسلمان مغرب کے خلاف کامیابیاں حاصل کر رہے تھے اور ادھر سپین میں مسلمان اہل مغرب کے ہاتھوں شکست سے دوچار ہو رہے تھے، یہاں تک کہ 1492ء میں سپین سے مسلم اقتدار کا خاتمہ ہو گیا۔

صلیبی جنگوں میں عیسائیوں نے لاکھوں جانیں قربان کیں۔ ان کے بڑے بڑے قائدین کام آئے۔ لیکن بایں ہمہ وہ مسلمانوں کو دبا سکے اور نہ ہی بیت المقدس پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوئے۔ مسلسل ناکامیوں کے پیش نظر انھوں نے مسلح تصادم کی بجائے مسلمانوں کو کمزور کرنے کے لیے دوسرے حربے استعمال کرنے شروع کیے۔ انھیں یقین ہو چکا تھا کہ مسلمانوں کی قوت کار ازان کے دین کی تعلیمات میں پنہاں ہے اور ان کو کمزور کرنے کا واحد راستہ یہ ہے کہ دین اسلام اور داعی اسلام کی ایسی تصویر پیش کی جائے کہ مسلمانوں کو مسلمان کہلاتے ہوئے شرم محسوس ہو۔ چنانچہ انھوں نے تیغ و سناں رکھ دیے اور قلم و قراطس کے ذریعے اسلام اور مسلمانوں پر حملے شروع کر دیے۔ انھوں نے ڈراموں، فلموں، کارٹونوں اور کتابوں میں اسلام اور داعی اسلام کے کردار کو مسخ کر کے پیش کرنا شروع کر دیا۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے کئی روپ دھارے، جن

⁶⁹ عثمانی سلطان۔ اپنی فتوحات بالخصوص فتح قسطنطنیہ کے حوالے سے غیر معمولی شہرت رکھتا ہے۔ عرصہ اقتدار 1444ء-1446ء اور 1451ء-1481ء ہے۔

⁷⁰ صلیبی جنگوں کے تفصیلی مطالعے کے لیے دیکھیے:

Hans Eberhard Mayer, *The Crusades* (Oxford: Oxford University Press, 1988); Carole Hillenbrand, *The Crusades: Islamic Perspectives* (Edinburgh: Edinburgh University Press, 1999); Thomas Asbridge, *The First Crusade: A New History: The Roots of Conflict between Christianity and Islam*, (Oxford University Press, 2005)

فکرِ استشراق اور عالمِ اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [56] استشراق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

میں ایک روپِ استشراق کا ہے۔ ایک مستشرق کے عزائمِ بعینہ وہی ہیں جو صلیبیوں کے تھے؛ فرق صرف طریق کار کا ہے۔ صلیبی دشمن کے روپ میں اسلامی مشرق میں آئے تھے، لیکن مستشرق علمِ دوست اور مشرقی علم و ثقافت، تہذیب و تمدن اور دین و مذہب کے حقائق کا جو بندہ بن کر مشرق میں آتا ہے اور پھر اپنے قلم کے زور اور تخیل کی پرواز سے اسلام اور مسلمانوں کو قتل کرتا ہے۔⁷¹

مسلمانوں کا سیاسی زوال اور عیسائیوں کا جوشِ انتقام

جب عرب کمزور ہو گئے اور عثمانی ترک بھی زوال کا شکار ہونے لگے، تو اہل مغرب نے جارحانہ انداز اپنالیا۔ جنگوں کا بدلہ لینے کی خواہش اہل مغرب کے اعصاب پر سوار ہو گئی۔ اس سلسلے میں مسلمانوں کے بارے میں اہل مغرب کے خوفناک جذبات سے متعلق کربلی جج (Kirby Page، 1890ء-1957ء)⁷² کا یہ بیان قابلِ ملاحظہ ہے:

It is almost impossible for modern Christians to appreciate the depth of emotion which swept over medieval Christendom at the thought of the tomb of Christ being in hands of Mohammedans. The vilest of the calumnies against the Muslims were blindly received by the credulous members of the church.

⁷¹ الا زہری، ضیاء النبی، 6/ 80-82۔

⁷² امریکی مصنف۔ امن اور عدم تشدد کے حوالے سے کام میں شہرت حاصل کی۔ مسیحیوں کو اس پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ وہ زمین پر خدا کی بادشاہت کی غرض سے ایمان و یقین کے ساتھ ساتھ معاشرتی ترقی کے لیے انتہک محنت کریں۔ ان کے مطابق جناب مسیح علیہ السلام کی تعلیمات وہ نہیں، جو ہمیں مسیحیت میں ملتی ہیں۔

لکرا استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و لغو [57] استشرق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

No tale of inhumanity was too horrible to be accepted.⁷³

موجودہ عیسائیوں کے لیے قرون وسطیٰ کی عیسائیت کے ان جذبات کی گہرائی کا اندازہ لگانا تقریباً ناممکن ہے، جو اس کے دل میں حضرت مسیح کے مزار کو مسلمانوں کے ہاتھوں میں دیکھ کر پیدا ہوتے تھے۔ کلیسا کے معززین مسلمانوں کے خلاف ہر نوع کا بدترین الزام اندھا دھند قبول کر لیتے تھے۔ ظلم اور غیر انسانی سلوک کی کوئی کہانی اتنی خوفناک نہیں۔

ڈاکٹر مصطفیٰ سبحانی (1915ء-1964ء)⁷⁴ کے مطابق جب عالم اسلام فوجی، سیاسی، اقتصادی اور ثقافتی اعتبار سے تنزل و انحطاط کے مراحل سے گزر رہا تھا تو یورپ میں مسلمانوں پر سیاسی غلبہ حاصل کرنے کے احساس نے کرڈٹ لی۔ مغربی عیسائیوں نے یکے بعد دیگرے عالم اسلام کے ایک ایک شہر کو ہوس استعمار کا نشانہ بنایا۔ ابھی عالم اسلام کے اکثر دیار و بلاد پر یورپین عیسائیوں کو مکمل سیاسی غلبہ حاصل نہ ہوا تھا کہ اسلامی علوم اور تاریخ سے متعلق اہل یورپ کے نقد و جرح اور تنقید و تبصرے میں خاطر خواہ اضافہ ہوتا چلا گیا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کا کہنا ہے کہ یورپ کی تحریک استعمار اور تحریک استشرق کے مقاصد ایک ہی ہیں۔ موخر الذکر کے ذریعے بھی وہ درحقیقت اپنی ہوس استعمار کو شہ دینا چاہتے ہیں۔⁷⁵

مسلمانوں کے خلاف اہل مغرب کے جوش انتقام کے محرکات اور اس سلسلے میں ان کی انتقامی استشراتی حکمت عملی کے حوالے سے ایک اہم اور قابل ذکر پہلو یہ ہے کہ عیسائیوں نے بہت سے

⁷³ Kirby Page, *Jesus or Christianity: A study in Contrasts* (New York: Doubleday, 1929), 91

⁷⁴ شامی کالر۔ الازہر یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کی۔ دمشق یونیورسٹی میں پروفیسر رہے۔ 1930ء میں انخوان المسلمین میں شمولیت اختیار کی۔ 1941ء میں انخوان المسلمین کے حوالے سے "شباب محمد" قائم کی۔ حدیث پر گولڈزیہر وغیرہ مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات دیے۔

⁷⁵ الدکتور محمد مصطفیٰ سبحانی، النہم و مکانثانی التشریح الاسلامی (القاہرہ: مکتبہ دارالعروہ، 1961)، 31، 32۔

لکڑا استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [58] استشرق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

علاقوں کو ہاتھ سے گنوا بیٹھنے کو کبھی فراموش نہیں کیا اور نہ ہی کبھی مسلمانوں کو معاف کیا۔ مسلمانوں کی فتوحات کے علاوہ بھی کئی محرکات ایسے سامنے آتے رہے، جن سے مغرب والوں کا غیض و غضب بڑھتا ہی رہا۔ سپین اور سسلی سے مسلمانوں کو مکمل طور پر نکالنے میں ناکامی، مغربی شہنشاہیت کے مرکزی علاقوں میں مسلمانوں کا مغرب کی مزاحمت پر ثابت قدمی سے ڈٹے رہنا، مغرب کی غلامی سے آزادی کے لیے مسلمانوں کی غیر متزلزل، پختہ، ثابت قدم اور کبھی نہ ختم ہونے والی جدوجہد، اہل مشرق سے بدلہ لینے میں اہل مغرب کی مایوسی سے بھر ہوئی ناکامی اور اہل مغرب کی اجارہ داری کی ہتھکڑیوں کو اتار پھینکنے کی موجودہ جدوجہد وغیرہ، سبھی محرکات نے اہل مغرب کے مسلمانوں سے بدلہ لینے کے جذبات کو مزید برائیختہ کر دیا۔ یہ تلخی اور دشمنی بڑھتی ہی چلی گئی۔ چنانچہ انھوں نے غصے میں انتقام کی یہ راہ اختیار کی کہ اسلام اور داعی اسلام کے بارے میں حقائق کو اپنے مقصد کی خاطر غلط رنگ میں رنگ دیا۔⁷⁶

اہل مغرب نے جو ش انتقام میں مسلمانوں کے خلاف عیسائیوں کو حد درجہ مشتعل کرنے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ نفرت اور خوف و ہراس مسلمانوں کے ساتھ اس طرح منسوب کر دیا گیا کہ مسلمان جبر و تشدد کی علامت کے طور پر مشہور ہو گئے۔ یہ ذہنی اشتعال اس قدر گہرا تھا کہ صدیاں گزرنے کے باوجود اس کا اثر ختم نہیں ہو سکا۔ عیسائیوں نے اپنے ہاں اسلام اور مسلم دشمنی کو تازہ رکھنے کے لیے یہ موقف اختیار کر لیا کہ صلیبی جنگیں ابھی ختم نہیں ہوئیں۔ مسلمانوں کے خلاف ہر اقدام کو صلیبی جنگوں کے تسلسل کا نام دیا گیا۔ یوں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک کبھی نہ ختم ہونے والی جنگ چھیڑ دی گئی۔ ہینڈرک وان لون (Hendrik Van Loon، 1882ء-1944ء)⁷⁷ نے لکھا ہے:

⁷⁶ Zafar Alī Quraishī, *Prophet Muhammad and his Western Critics* (Lahore:

Idrāra Ma'ārif-i Islāmī Mansūra, 1992), 1/1-2

⁷⁷ ڈیج امریکی مورخ اور صحافی۔ بچوں کی کتب کے حوالے سے معروف ہیں۔ ان کی کتاب "The story of Mankind" کو، جو بے طور خاص بچوں کے لیے لکھی گئی عالمی تاریخ ہے، امریکا میں بچوں کے لیے لکھے گئے لٹریچر میں ممتاز حیثیت حاصل ہے۔

...the followers of the two great teachers who were such close relatives have always recognized each other with bitter scorn and have fought a war which has lasted more than twelve centuries and which has not yet come to an end.⁷⁸

...دو بڑے معلمین کے پیروکار، جو نہایت قریبی رشتہ دار بھی تھے، نے ہمیشہ ایک دوسرے کو بے نظر حقارت دیکھا اور ایک ایسی جنگ لڑی، جو بارہ سو سال تک جاری رہی اور ہنوز جاری ہے۔

ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی کے مطابق پہلی جنگ عظیم میں اتحادی فوجوں کے بیت المقدس پہنچنے پر ایسبئی (Edmund Allenby، 1861ء-1936ء)⁷⁹ نے کہا تھا: "صلیبی جنگیں ختم ہو گئیں۔"، لیکن درحقیقت یہ جنگیں فقط فوجی حیثیت سے ختم ہوئیں، دین اسلام اور اس کی تہذیب و حضارت سے متعلق اہل مغرب کا مسلمانوں سے تحریری معرکہ ہنوز جاری ہے، اور دینی تعصب کے اثرات اہل مغرب کی اسلام سے متعلق تصنیفات میں اب بھی موجود ہیں۔⁸⁰ اسلامی علوم سے متعلق اہل مغرب کا تعصب اور بھی زیادہ شدت سے اس وقت سامنے آنے لگا، جب انھوں نے نہ صرف فوجی و عسکری اعتبار سے عالم اسلام کو اپنی ہوس استعمار کا نشانہ بنایا بلکہ سائنسی میدان میں بھی ترقی کے زینے طے کر لیے۔ اب انھیں ایک احساس برتری ہو گیا؛ وہ اسلام اور اہل اسلام کو حقارت کی نظر سے دیکھنے لگے۔ ڈاکٹر سباعی کے بقول اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں یورپ نے جو مادی اور علمی ترقی کی، اس کی بنا پر وہاں کے علماء و مورخین مغرور ہو گئے۔ وہ یہ سمجھنے لگے کہ مصری تہذیب کو نکال کر مغربی تہذیب سب تہذیبوں کی اصل و اساس کا حکم رکھتی ہے۔ ان کے خیال میں مغربی

⁷⁸ Handrik Van Loon, *Tolerance* (New York: The Sun Dial Press, 1939),

⁷⁹ 1917ء میں یروشلیم پر قبضہ کرنے والی افواج کا برٹش کمانڈر۔

⁸⁰ السباعی، السنہ و مکاتبتھا، 32۔

فکرِ استشراق اور عالمِ اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [60] استشراق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

عقل بڑی دقیقہ رس اور منطقی انداز میں فہم و ادراک پر قادر ہے، جب کہ دیگر اقوام موٹی عقل کی مالک ہیں، اور ان میں باریک بینی اور ژرف نگاہی کا وصف نہیں پایا جاتا۔ چنانچہ مشہور مستشرق گب (Gibb Hamilton Alexander Rosskeen 1895-1971)⁸¹ نے اپنی کتاب "وجہۃ الاسلام" میں انھیں خیالات کا اظہار کیا ہے۔ گب کے خیال میں اہل اسلام جزئیات کے واسطے سے امور و اشیا کا ادراک کرتے ہیں، براہ راست کلیات کے ادراک سے قاصر ہیں۔ مغربی علما نے یہ فیصلہ اس وقت صادر کیا جب اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ مفتوحہ اقوام نہایت کمزور، جہالت زدہ اور زندگی کے ہر گوشے میں پسماندہ ہیں۔⁸²

مندرجہ بالا بحث سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ یہود و نصاریٰ کی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں روزِ اول سے جاری ہیں، لیکن صلیبی جنگوں کے بعد ان سازشوں نے انتہائی گھناونی شکل اختیار کر لی اور یورپ کی مادی ترقی کے ساتھ ساتھ اہل مغرب کے ہاں اسلام دشمنی ایک باقاعدہ سائنس بن گئی۔ علمی تحقیق کے نام پر اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف کیچڑ اچھالنے کا بیڑا اٹھایا گیا اور اسلام کی شکل مسخ کر کے مسلمانوں کے دلوں میں اپنے دین کی وقت کم کرنے کی سر توڑ کوششیں شروع کر دی گئیں۔ استعماری عزائم کی تکمیل کی غرض سے باقاعدہ حکومتوں کی طرف سے اس کام کی سرپرستی کی گئی۔ یوں ایک خاص ذہنی پس منظر میں، مخصوص مقاصد کے حصول کے لیے ایک منظم تحریک "تحریکِ استشراق" شروع ہوئی۔

⁸¹ کائٹس مستشرق۔ یونیورسٹی آف ایڈنبرا اور یونیورسٹی آف لنڈن کے سکول آف اورینٹل اینڈ افریکن سٹڈیز میں تعلیم حاصل کی۔ 19 سال کی عمر میں کیشن حاصل کیا۔ پہلی جنگِ عظیم کے دوران فرانس اور اٹلی میں برٹش رائل رجمنٹ آف آرٹلری میں ملٹری خدمات سرانجام دیں۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے ایڈیٹر اور لنڈن اور ہارورڈ یونیورسٹی میں استاد رہے۔

⁸² السبائی، السنۃ و مکانتھا، 32، 33۔

فکرِ استشراق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [61] استشراق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

آغاز و ارتقا

اگلی سطور میں تحریکِ استشراق کے آغاز و ارتقا سے متعلق ضروری تفصیل، مختلف ادوار میں اس کے احوال و ظروف اور سرگرمیوں کے تناظر کے مناسب حال عنوانات کے تحت پیش کی جائے گی:

تحریکِ استشراق کا نقطہ آغاز

استشراق کا آغاز کب ہوا اور کب پہلی مرتبہ کسی کو اور۔ منسلٹ (Orientalist) یا مستشرق کہا گیا؟ اس سوال کا جواب آربری (Arthur John Arberry، 1905ء-1969ء)⁸³ کے ہاں یہ ملتا ہے کہ یہ لفظ پہلی مرتبہ 1630ء میں مشرقی یا یونانی کلیسا کے ایک پادری کے لیے استعمال ہوا۔⁸⁴ یورپی زبانوں میں اورینٹلزم (Orientalism) کا لفظ اٹھارھویں اور انیسویں صدی میں رائج ہوا۔ تحریکِ استشراق کے آغاز سے متعلق مختلف محققین کی مختلف آرا ہیں۔ بعض کے خیال میں یہ تحریک دسویں صدی عیسوی سے شروع ہوئی۔ وہ اس سلسلے میں پوپ سلوسٹر ثانی (Sylvester II، 946ء-1003ء)⁸⁵ کا نام لیتے ہیں، جس نے عربی زبان و ادب کی تعلیم

⁸³ برٹش مستشرق۔ قاہرہ یونیورسٹی مصر، یونیورسٹی آف لنڈن کے سکول آف اورینٹل اینڈ افریکن سٹڈیز (SOAS) اور یونیورسٹی آف کیمبرج میں خدمات انجام دیں۔ ”The Quran Interpreted“ کے عنوان سے قرآن کریم کا ترجمہ کیا، جو غیر مسلموں کے تراجم قرآن میں نمایاں ترین ترجمہ شمار کیا جاتا ہے۔ مولانا روم (جلال الدین محمد رومی، 1207ء-1273ء) اور اقبال (علامہ ڈاکٹر محمد اقبال، 1877ء-1938ء) کے حوالے سے بھی نمایاں کام کیا۔

⁸⁴ یہ حوالہ: الفیومی، الاستشراق رسالۃ الاستعمار، 142۔

⁸⁵ اصل نام گربرٹ آف اوریلاک (Gerbert of Aurillac) ہے۔ یہ 999ء-1003ء کے عرصے میں پاپاے روم کے منصب پر فائز رہا۔ اس نے قرطبہ وغیرہ کی عرب جامعات سے عربی علوم اور ریاضی و فلسفے وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔

فکرِ استشراق اور عالمِ اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [62] استشراق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و ادب

حاصل کر کے عربی کے ماہر کی حیثیت سے شہرت حاصل کی۔⁸⁶ بعض اس کی ابتدا تیرھویں صدی عیسوی سے مانتے ہیں۔⁸⁷ بعض کے نزدیک اس کی ابتدا 1312ء میں فیٹا میں منعقدہ کلیسا کی کانفرنس میں یورپ کی مختلف یونیورسٹیوں میں عربی زبان کی تدریس کے لیے باقاعدہ چیئرز (Chairs) قائم کرنے کے فیصلے سے ہوئی۔⁸⁸

حقیقت یہ ہے کہ تحریکِ استشراق کو یہ نام اگرچہ صدیوں بعد ملا، اس کا آغاز بہت پہلے یعنی آٹھویں صدی عیسوی میں ہو گیا تھا۔ اہل تحقیق کے مطابق یوحنا دمشقی (John of Damascus، 676ء-749ء)⁸⁹ کی مساعی کو تحریکِ استشراق کا نقطہ آغاز قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس شخص نے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف نفرت و دشمنی کے پیش نظر تحریری مناظرات شروع کیے۔⁹⁰ اس نے اسلام کے خلاف دو کتابیں "معاورہ مع المسلم" اور "ارشادات النصرانی فی جدل المسلمین" تحریر کیں۔⁹¹ جان آف دمشق نے ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت اسلام کے خلاف تحریک چلائی۔ اس نے اسلام کو دشمنی (Pagan) مذہب قرار دیا اور کعبہ کو بیت سے تعبیر کیا۔ چونکہ اسلام کی تسبیح کے لیے آل حضرت ﷺ کی شخصیت و دعوت کی تسبیح ضروری تھی، اس لیے اس نے آپ ﷺ کی حیات طیبہ اور سوانح کو ہدف طعن بنایا۔ اس نے آپ ﷺ کی نبوت کا انکار کر کے آپ ﷺ کو دیومالائی قصوں کا ہیرو بنا دیا۔ آل حضور ﷺ کے بارے میں طرح طرح کے افسانے اور مضحکہ خیز و شنی خرافات گھڑے گئے۔ یہ بے سرو پا کہانیاں اور افسانے لاطینی یا ایبیزنیسی تاریخ اور بعد میں چرچ کی اسلامی تاریخ کا حصہ اور

⁸⁶ تفصیل کے لیے دیکھیے: نجیب العقیلی، المستشرقون (مصر: دارالمعارف، 1964)، 1/137-120؛ جلال

منظر، کتاب العمل (بیروت: الحضارة الاسلامیة، 1969)، 124؛ دیاب، اضراب علی الاستشراق والمستشرقین، 13۔

⁸⁷ محمد الہی، الفکر الاسلامی الحدیث وصلتہ بالاستعمار الغربی (بیروت: دارالفکر، ب.ت)، 532۔

⁸⁸ دکتور محمود حمزہ زقزوق، الاستشراق واللفظیہ الفکریہ للصرار الحضاری (القاهرة: دارالمعارف، ب.ت)، 18۔

⁸⁹ شامی راہب اور مسیحی مذہبی رہنما۔ کیتھولک چرچ میں اسے ڈاکٹر آف دی چرچ سمجھا جاتا ہے۔

⁹⁰ حبیب الحق ندوی، "اسلام اور مستشرقین"۔ معارف، شمارہ 5 (1983)، 332۔

⁹¹ دیاب، اضراب علی الاستشراق والمستشرقین، 15۔

فکرِ استشراق اور عالمِ اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [64] استشراق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

دی ہوئی بنیادوں پر اسلام دشمن لٹریچر کا انبار لگا دیا۔ یہی لٹریچر مغربی اسکالرز کے لیے قرونِ وسطیٰ سے لے کر بیسویں صدی تک مصادر کا کام دیتا رہا۔ اسی اسلام دشمن ادب میں ایک مشہور رسالہ، جو یورپ میں قرونِ وسطیٰ کی اسکالرشپ کو غذا فراہم کرتا رہا، عبدالمسیح بن اسحاق الکندی⁹⁵ کی طرف منسوب ہے۔ ولیم میور (William Muir، 1819ء-1905ء)⁹⁶ نے اس رسالے کا تلخیصی ترجمہ، "The Apology of al-Kindī" کے نام سے 1887ء میں لندن سے شائع کیا۔⁹⁷ یہ رسالہ مستشرقین کی خصوصی دلچسپی کی چیز رہا۔ اس کے مرکزی مضامین میں آل حضور

⁹⁵ یہ مسلم سائنس دان اور فلسفی ابو یوسف یعقوب بن اسحاق الصباح الکندی (801ء-873ء) سے مختلف کوئی غیر معلوم شخص ہے۔ یہ قبیلہ کندہ کی طرف منسوب نویں صدی عیسوی کا ایک عراقی مسیحی مولف و مبشر بتایا جاتا ہے۔

⁹⁶ کائنات مستشرق۔ گلاسگو اور ایڈنبرا یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی۔ بنگال سول سروس میں آفیسر اور جنوب مغربی صوبے کے گورنر کے سیکرٹری رہے۔ 1857ء کی بغاوت کے دوران اٹلی جنس ڈیپارٹمنٹ میں خدمات انجام دیں۔ انڈیا میں سیکرٹری خارجہ تعینات ہوئے۔ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ سے متعلق مختلف تحریریں پیش کیں۔ آل حضور ﷺ کی سوانح سے متعلق چار جلدوں میں "Life of Mahomet" نمایاں تصنیف ہے، جو مسلمانوں میں آپ ﷺ سے متعلق متعصبانہ خیالات و افکار کے حوالے سے معروف ہے جب کہ مغربی اہل قلم کے یہاں سیرت محمدی ﷺ پر ایک اہم تحقیق اور ماخذ تحقیق ہے۔

⁹⁷ 1887ء میں اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا، راقم کے سامنے اس کا پہلا ایڈیشن ہے، جو 1882ء میں شائع ہوا تھا۔ اس رسالے کی ثقافت پر بہت بحث ہے۔ ولیم میور نے البتہ اس کی ثقافت کو موکد کیا ہے کہ اس کا حوالہ ایوریجان البیرونی (973ء-1048ء) کے یہاں بھی ملتا ہے۔ ولیم میور نے اس کی ثقافت کے ساتھ ساتھ زمانے کا تعین بھی کیا ہے۔ ان کے نزدیک یہ الماسون (786ء-833ء) کے عہد میں اس کے کورٹ میں لکھا گیا۔ رسالے کے عنوان "Apology of al-Kindī" کے نیچے لکھا ہے: Written at the Court of Al Māmūn: یہ دراصل ایک مسلم اور مسیحی کے درمیان مکالمہ ہے۔ اسے مسیحی عقیدے کے دفاع میں اور اسلام کے خلاف استعمال کرنے کے مقصد سے شائع کیا گیا۔ اس کے عنوان اور مذکورہ جملے کے نیچے ہی یہ عبارت بھی لکھی ہے: In

-defense of Christianity against Islam

گھر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [65] استشرق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

ﷺ کی نبوت کا انکار، قرآن کا مذاق، سیرت محمدی ﷺ کو جنس اور جنگ سے ملوث کرنا اور دیگر خرافات شامل تھے۔ اس رسالے کا اثر مستشرقین پر اتنا گہرا رہا کہ انیسویں صدی کی اسکالر شپ سائنسی اور معروضی جرح و تعدیل کے تمام تردد عموماً کے باوجود اس رسالے کی گرفت سے آزاد نہ ہو سکی۔⁹⁸ آٹھویں صدی کے اواخر اور نویں صدی کے اوائل میں تھیوفینز (Theophanes the Confessor، 758ء-817ء) نے کروئیکل (Chronicle)¹⁰⁰ لکھی۔ یہ دراصل قرون وسطیٰ میں شائع شدہ خرافات تھے۔ اس میں مولف نے اسلام کو یہودی یا مسیحی الاصل ثابت کرنے کی غرض سے، آں حضور ﷺ کو تعلیم یافتہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔ نویں صدی عیسوی میں شاہ۔میل (Basil I، 811ء-886ء)¹⁰¹ کی فرمائش اور حکم پر ایک بیزنٹینی مولف نے آں حضرت ﷺ کی تردید کو موضوع بنا کر آپ ﷺ کے خلاف ایک کتاب تحریر کی، جس میں آپ کو (العیاذ باللہ) نبی کاذب اور قرآن کو خرافاتی داستانوں کا مجموعہ قرار دیا گیا۔ مستشرقین کا سین سے اٹھنے والا گروہ انھی مصادر پر انحصار رکھتا تھا۔ قرطبہ کے سینٹ یولوجس (Saint Eulogius، 819ء-859ء)¹⁰² نے جو ایک عرصے تک مسلم علما کے ساتھ رہا اور مسلم کلچر کا مطالعہ کرتا رہا۔ اپنی تالیف ”Liber Apologeticus Martyrum“ کی بنیاد لاطینی مسودات و مخطوطات پر رکھی اور حضور ﷺ کے خلاف شدید نفرت کا مظاہرہ کیا۔ اس نوع کا لٹریچر وجود میں آتا رہا اور نفرت و حسد کی آگ بھڑکتی

⁹⁸ حبیب الحق ندوی، ”اسلام اور مستشرقین“، 333، 334۔

⁹⁹ باز نطینی اشرفیہ کا ممبر، مسیحی راہب اور کروئیکل نویس۔

¹⁰⁰ واقعات و حوادث کا تاریخ وار بیان۔

¹⁰¹ باز نطینی شہنشاہ۔ عرصہ اقتدار 867ء-886ء ہے۔

¹⁰² قرطبہ کا مسیحی رہنما، 850ء-859ء کے درمیان اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی توہین اور ارتداد کی بنا پر سین کی مسلم حکومت کی طرف سے سزائے موت پانے والے 48 مسیحیوں میں شامل ہے۔ عالم عیسائیت میں ان مسیحیوں کو شہدائے قرطبہ (Martyrs of Cordoba) کے عنوان سے یاد کیا جاتا ہے۔

فکر، استشراق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [66] استشراق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

رہی۔ ونسنٹ ڈی بیاویس (Vincent de Beauvais، 1190ء-1264ء) نے ایسی تمام داستانوں کو اپنی تالیف "Speculum Historiale"¹⁰⁴ میں جمع کر دیا اور نہایت دریدہ دہنی سے کام لیتے ہوئے آپ ﷺ کو (نعوذ باللہ) کا فر اور کم تر ثابت کرنے کی کوشش کی۔¹⁰⁵ تحریک استشراق کی ارتقائی تاریخ کا جائزہ لیتے ہوئے دیر کلونی (Cluny Abbey) ¹⁰⁶ اور پطرس محترم (Peter the Venerable، 1092ء-1156ء) کا ذکر از بس ناگزیر ہے۔ پطرس محترم فرانسیسی راہب تھا، جسے اس کی وسعت علمی کی بنا پر 1122ء میں دیر کلونی کا رئیس بنا دیا گیا تھا۔ دیر کلونی کی بنیاد 910ء میں فرانس میں رکھی گئی تھی ¹⁰⁷ اور سپین سے علم حاصل کرنے والے کچھ راہبوں نے بارہویں صدی عیسوی میں دیر کلونی کو عربی ثقافت کی نشر و اشاعت کا مرکز بنا دیا تھا۔¹⁰⁸ پطرس محترم نے ایک انجمن بنائی، جس کے ارکان ایک جماعت کی شکل میں تہجے کے

¹⁰³ ڈومینیکن (Dominican)، یعنی سینٹ ڈومینک ڈی گزمن (Dominic de Guzman، 1170ء-1221ء کا ہیرو) فرانسیسی پادری اور انسائیکلوپیڈسٹ۔ اس نے "Speculum Maius" کے عنوان سے قرون وسطیٰ کے تمام علوم و معلومات کا خلاصہ یا انسائیکلوپیڈیا پیش کرنے کی کوشش کی، جو درجنوں کتابوں اور ہزاروں ابواب پر مشتمل ہے۔

¹⁰⁴ یہ "Speculum Maius" کا ایک حصہ ہے۔ دوسرے دو حصے "Speculum Naturale" اور "Speculum Doctrinale" ہیں۔ "Speculum Historiale" مولف کے زمانے تک کی تاریخ عالم کا بیان ہے۔ اس حصے کی کئی کتابیں اسلام اور محمد ﷺ سے بحث کرتی ہیں۔

¹⁰⁵ حبیب الحق ندوی، "اسلام اور مستشرقین"، 335، 336۔

¹⁰⁶ فرانس میں ایک خانقاہ۔ Abbey کے معنی خانقاہ اور Cluny Cluny۔ مطلب ہے Cluny کی خانقاہ۔ دیر کلونی اس کا عربی ورژن ہے۔

¹⁰⁷ اس کا بانی ولیم اول آف اکوئن (William I of Aquitaine، 875ء-918ء) تھا۔ یہ ولیم فرانس کے قدیم علاقے Aquitaine کا حکمران تھا۔ Aquitaine کے حکمران کو Duke کہا جاتا تھا۔ ولیم 893ء میں ڈیوک کے منصب پر فائز ہوا تھا۔

¹⁰⁸ دیاب، اضواء علی الاستشراق والمستشرقین، 18۔

فکرِ استشراق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [67] استشراق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

کام میں مصروف ہو گئے۔ پطرس محترم نے کئی عربی کتب کے تراجم لاطینی زبان میں کرائے۔ 1143ء میں رابرٹ آف تتر (Robert of Chester)¹⁰⁹ نے قرآن حکیم کا لاطینی میں ترجمہ کیا¹¹⁰، جس پر پطرس نے مقدمہ لکھا۔ قرآن حکیم اور دوسری عربی کتابوں کے تراجم کی کوششوں کا جواز ثابت کرنے اور اسے اپنی ملت میں مقبول بنانے کے لیے پطرس کہتا ہے:

اگرچہ میری ان کوششوں سے مسلمانوں کو دین عیسوی میں داخل کرنا ممکن نظر نہیں آتا لیکن، ایک عالم کا کم از کم یہ فرض تو بنتا ہے کہ وہ اپنے ان ہم مذہب بھائیوں کی مدد کے لیے کچھ نہ کچھ کرے، جو کمزور ہیں اور انھیں تھوڑی سی کوشش سے اپنے دین سے بدظن کیا جاسکتا ہے۔¹¹¹

پطرس ایک انتہائی متعصب اور کینہ پرور عیسائی تھا۔ اس نے اپنی اسلام دشمنی کو خفیہ نہیں رکھا، وہ اعتراف کرتا ہے کہ اس نے تراجم کا کام اسلام کی مخالفت کے لیے شروع کیا ہے، اور اس کا مقصد عیسائیوں کو دلائل فراہم کرنا ہے، تاکہ وہ اپنے ایمان اور عقیدے پر ثابت قدم رہ سکیں۔ پطرس محترم کی نگرانی میں ہونے والے ترجمہ قرآن کو جس قدر مسخ کیا گیا تھا، اس کا اندازہ اس سے بخوبی ہو جاتا ہے کہ بلاشیر (Regis Blachere، 1900ء-1973ء)¹¹²۔ جس نے بیسویں صدی

¹⁰⁹ بارہویں صدی عیسوی کا انگلش مترجم۔ جابر بن حیان (721ء-815ء) اور محمد بن موسیٰ الخوارزمی (780ء-850ء) وغیرہ کی عربی کتابوں کے لاطینی ترجمے کیے۔

¹¹⁰ اس ترجمے کو بہت سے لوگوں نے مل کر کیا۔ سب سے زیادہ حصہ رابرٹ آف کیٹن (Robert of Ketton، 1110ء-1160ء) کا ہے۔ رابرٹ آف کیٹن کو رابرٹ آف تتر کی حیثیت سے بھی شناخت کیا جاتا ہے۔ اگر رابرٹ آف تتر رابرٹ آف کیٹن نہ ہو تو رابرٹ آف تتر کا اس ترجمے میں کوئی حصہ نہیں۔ قرآن کا یہ لاطینی ترجمہ کسی مغربی زبان میں قرآن کا پہلا ترجمہ ہے۔ اس ترجمے کا عنوان ہی بتا رہا ہے کہ یہ ترجمہ کیسا ہے اور کس مقصد کے تحت ہوا ہے: "(نعود باللہ) جھوٹے پیغمبر محمد کا قانون" (Lex Mahumet

(Pseudoprophete

¹¹¹ زقزوق، الاستشراق والحفیدہ الفکریہ للصرع الحضاری، 25۔

¹¹² فرانسیسی مستشرق۔

فکر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [68] استشرق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

میں قرآن کا فرانسیسی میں ترجمہ کیا۔ کہتا ہے کہ لاطینی عبارت چند مقامات کے علاوہ عربی عبارت سے کچھ مناسبت نہیں رکھتی۔ لیکن ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ یہ ترجمہ بایں ہمہ عیسائیت میں مقبول رہا۔ 1543ء میں اسے شائع کیا گیا اور بعد میں قرآن حکیم کے مختلف یورپی زبانوں میں تراجم کے لیے یہ ترجمہ مصدر کا کام دیتا رہا۔¹¹³

راجر بیکن اور یمنڈل دونوں عالم نصرانیت کی توسیع کے لیے مسلمانوں کو عیسائی بنانا ضروری سمجھتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ مسلمانوں کو ان کی اپنی زبان اور ان کے مروجہ علوم کے ذریعے بحث کر کے عیسائیت کی دعوت دی جائے۔ ان دونوں کا خواب 1312ء میں فینا کی کلیسائی کونسل نے پورا کر دیا، جو اس بات پر متفق ہو گئی کہ پوپ کی یونیورسٹی کے علاوہ پیرس، آکسفورڈ، بولونیا اور سلٹیکا کی یونیورسٹیوں میں بھی عربی زبان کی تدریس کا بندوبست کیا جائے۔¹¹⁴

صلیبی جنگوں میں صلیبیوں کی شکست فاش کی وجہ سے، اس دوران اسلام اور مسلمانوں کے خلاف شدید متعصبانہ اور زہر آلود لٹریچر پیدا کیا گیا۔ اب نثری ادب کے ساتھ ساتھ شعری ادب بھی پوری قوت سے میدان مبارزہ میں اتر آیا۔ شعرا نے اسلام کی تنقیص میں پوری قوت صرف کر دی۔ فرانسیسی اور لاطینی نظم نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

عہدہ نشاۃ ثانیہ

چودھویں سے سترھویں صدی کا زمانہ مغرب کا دور نشاۃ ثانیہ کہلاتا ہے۔ اس دور میں علم و معلومات کے اسطوری و افسانوی دائرے سے نکل کر حقیقت و معقولیت کے میدان میں داخل ہونے یا کم از کم اس کی شروعات اور جدید تحریکات وغیرہ کے زیر اثر پیغمبر اسلام ﷺ کی قدرے حقیقت پسندانہ تفہیم کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ لیکن اس دور کا مغربی لٹریچر بالعموم اس دعوے کی تائید نہیں کرتا، کیونکہ اس میں بھی اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ سے بغض و عداوت، بہت زوروں پر نظر

¹¹³ دیاب، اضواء علی الاستشرق والاستشرقین، 23-24۔

¹¹⁴ عبد المتعال الجبری، الاستشرق وجہ للاستعمار الفکری (قاہرہ: مکتبہ وہبہ، 1995ء/1416ھ)، 55؛ زقروق،

الاستشرق والحفۃ الفکریہ لہر اراع الحضاری، 28-29۔

فکر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [69] استشرق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

آتی ہے۔ دانٹے (Durante degli Alighieri، 1265ء - 1321ء) ¹¹⁵ قرون وسطیٰ اور نشاۃ ثانیہ کے درمیان پل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی شہرہ آفاق نظم "The Divine Comedy" کو نشاۃ کا چراغ تصور کیا جاتا ہے۔ ¹¹⁶ اس کی نظم بنیاد کیا تھی؟ دوسرے محققین کے علاوہ میڈرڈ یورنیورسٹی کے استاد پلاسوسیوس (Miguel Asin Placios، 1871ء - 1944ء) ¹¹⁷ نے پچیس سالہ ویدہ ریز محنت اور تحقیق سے ثابت کیا کہ اس نظم میں آں حضور ﷺ کی احادیثِ معراج نیز ابن عربی (ابو عبد اللہ محمد بن علی بن محمد بن عربی الحاتمی الطائفی، 1165ء - 1240ء) ¹¹⁸ کی "فتوحات مکہ" اور المعری (ابو العلاء احمد بن عبد اللہ بن سلیمان التتوخی

¹¹⁵ اٹلی کا مشہور شاعر۔ Dante Alighieri بھی کہا جاتا ہے۔ نہ صرف اٹلی کی نشاۃ کا جہاد امجد بلکہ یورپ کی نشاۃ ثانیہ کا پیامبر بھی کہلاتا ہے۔

¹¹⁶ دانٹے کی یہ نظم اطالوی زبان کی سب سے بڑی ادبی تخلیق اور عالمی ادب کا شاہکار قرار دی گئی ہے۔ نظم کا اصل اطالوی عنوان "Divina Comedia" ہے۔ یہ نظم دانٹے کی جنت و جہنم کی تخیلیاتی سیر اور اس کے احوال و مشاہدات پر مبنی ہے۔

¹¹⁷ سپینی مستشرق۔ شہرت کا بنیادی حوالہ اپنی تحقیق "La Escatología musulmana en la Divina Comedia" (1919) میں دانٹے پر مسلم لٹریچر کے اثرات کا نظریہ ہے۔ 1898ء میں میڈرڈ یونیورسٹی سے غزالی (ابو حامد محمد بن محمد الغزالی، 1058ء / 448ھ یا 450ھ - 1111ء / 505 یا 508ھ) پر پنی ایچ ڈی کی۔ اسی یونیورسٹی میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ مسیحیت اور سپینی تصوف پر مسلم تصوف کے اثرات پر متعدد تحقیقی و تقابلی مطالعات پیش کیے۔

¹¹⁸ مشہور اندلسی صوفی، متکلم، فلسفی اور شاعر۔ نظریہ وحدت الوجود کے حوالے سے عالمگیر شہرت رکھتے ہیں۔ صوفیا کے وسیع حلقے میں عظیم ترین روحانی پیشوا، محی الدین، شیخ الاکبر اور امام سمجھے جاتے ہیں۔ تاہم بعض لوگوں نے ان کے افکار کو بنیادی اسلامی عقائد سے متصادم قرار دیتے ہوئے ان کی تکفیر بھی کی ہے۔ "الفتوحات المکیہ" اور "افصوص الحکم" مشہور تصانیف ہیں۔

فکر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [70] استشرق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

973ء-1057ء) کی "رسالة الغفران" سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ لیکن ہمیں یہاں یہ دیکھنا ہے کہ اس مستشرق شاعر نے مختلف اسلامی مصادر تک رسائی رکھنے کے باوجود اسلام اور پیغمبر اسلام کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ اس نے حضور ﷺ کو عیسائیت میں تشبہ و تفریق کا مجرم قرار دیا ہے اور جہنم میں مثلہ کردہ زیر عذاب دکھایا ہے۔ نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ (601ء-661ء) اور حضور ﷺ کے دوسرے اصحابِ قدسی صفات کو روٹے چلاتے بیتلئے عذاب

119 مشہور ناپید عرب شاعر اور فلسفی۔ شام کے شہر مَعْرَةَ النعمان سے تعلق رکھتا تھا۔ افکار و خیالات میں بڑی بحث ہے۔ بعض لوگوں نے اسے طہ و بے دین قرار دیا ہے اور بعض کے خیال میں اس کے بہ ظاہر مذہب مخالف افکار صوفیانہ و مہز و کنائے سے تعلق رکھتے ہیں؛ بظاہر غیر مذہبی لیکن فی الواقع مذہبی ہیں۔ ہندو عقائد سے متاثر بنایا گیا ہے۔ گوشت نہیں کھاتا تھا۔ زندگی کی محرومیوں نے قوی بنا دیا تھا۔ شادی نہیں کی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ بچے پیدا کر کے زندگی کی تکلیفوں کے حوالے نہیں کرنے چاہئیں۔ متعدد کتابیں یادگار چھوڑیں، جن میں "سقط الزند"، "لزوم مالایلم" اور "رسالة الغفران" وغیرہ شامل ہیں۔ موخر الذکر کتاب۔ جسے دانٹے کی مذکورہ بالا نظم کا ایک ماخذ کہا گیا ہے۔ شاعر کی زمانہ جاہلیت کے عرب شاعروں سے جنت میں ملاقات کے احوال پر مبنی ہے۔

120 چوتھے خلیفہ راشد۔ عرصہ خلافت 656ء-661ء یا 35ھ-40ھ ہے۔ نام علی، کنیتیں ابوالحسن اور ابو تراب اور القاب حیدر اور اسد اللہ ہیں۔ آپ ہاشمی قریشی تھے۔ آپ حضور ﷺ کے حقیقی چچا کے بیٹے تھے؛ جو آپ ﷺ کے مشن کی جانگاہ مشکلات میں ہمیشہ آپ ﷺ کی پشت پر کھڑے رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بچپن ہی میں اسلام قبول کر لیا، اور تمام عمر اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی خدمت و معاونت میں گزاری۔ آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے حضور ﷺ کی آغوشِ رحمت و شفقت میں پرورش پائی۔ آپ علم کا بھرپور علم کا بھرپور علم تھے۔ تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ ہر شعبہ علم میں آپ کی شانِ امتیازی ہے۔ کتب حدیث میں حضور ﷺ کا یہ فرمان روایت ہوا ہے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ۔ (محمد ثین نے اس روایت کی صحت پر بحث کی ہے) جناب علی رضی اللہ عنہ خطابت اور زبان و ادب کی مہارت میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ آپ کے خطابات کا مجموعہ "نہج البلاغہ" کے نام سے مرتب کیا گیا؛ جو پوری دنیا میں مشہور اور خطابت، علم و دانش اور زبان و بیان کے حوالے سے ایک انتہائی منقرہ چیز ہے۔ (بعض اہل علم کو "نہج البلاغہ" کے

فکر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [71] استشرق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

ظاہر کیا ہے۔ دانستہ پر صلیبی جنگوں کا اثر اتنا گہرا تھا کہ اس نے اپنی شعری قوت سے پورے یورپ کو ہلادیا۔ اس نے حضور ﷺ پر کچھڑا اچھالنے کے ساتھ ساتھ فاتحِ قدس صلاح الدین ایوبی کو بھی جہنم میں منافقین کے ساتھ مبتلائے عذاب دکھایا۔ اسلام دشمنی کے اس مظاہرے کے بعد اس نے صلیبی شدہ سواروں کو جنت میں خوش و خرم بتا کر انھیں نام بہ نام خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔¹²¹

دانستہ کی شاعری نے مغربی جذبات میں آگ لگا ڈالی۔ نشاۃ ثانیہ کے اس دور میں اگرچہ دیگر مذاہب کے ساتھ انصاف ہو رہا تھا اور روشن خیالی و رواداری کی تحریکات سر اٹھا رہی تھیں، اسلام کی جانب مستشرقین کے رویے میں کچھ تغیر واقع نہ ہوا۔ نشاۃ ثانیہ کا سارا دور قرونِ وسطیٰ کے خرافات کے زیر اثر رہا؛ اسلام کی افسانوی اور دیومالائی تعبیر ہوتی رہی۔ اسلام سے متعلق جو مصادر سند کا درجہ رکھتے تھے، ان پر صلیبی اور بیزنٹینی چھاپ پڑی ہوئی تھی۔ اس پورے دور میں اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف نجس الفاظ استعمال کیے گئے۔ یہ لوگ اسلام کو سب سے بڑی برائی اور حضور ﷺ کو ہر برائی کا منبع سمجھتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف وہ جو چاہیں لکھیں، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسلام کے بارے میں ان لوگوں کی معلومات کس پایہ کی تھیں؟ ان کی شاعری اور ان کا لٹریچر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کسی قدر بغض و عناد سے لبریز تھا؟ اس سلسلے میں مولانا شبلی نعمانی (1857ء-1914ء)¹²²

حضرت علی سے ثبوت میں کلام ہے۔) حضرت علی رضی اللہ عنہ عبادت و ریاضت، سخاوت و انفاق، احسان و درگزر، محبت رسول، لمات و دیات اور شجاعت و بہادری ایسی اعلیٰ انسانی خوبیوں میں بھی مثالی تھے۔ آپ کی بہادری و شجاعت نے مسلمانوں کی فتوحات اور مخالفین کے مقابلے میں اسلام اور مسلمانوں کی مضبوطی و طاقت میں غیر معمولی کردار ادا کیا۔ شجاعت و بہادری میں آپ کی عظمت کا اندازہ اس بھی لگایا جاسکتا ہے کہ عربی، فارسی اور اردو ادبیات میں بازوے حیدر قوت و مردانگی اور دلیری و شجاعت کے استعارے کے طور پر بہ کثرت مستعمل ہے۔

¹²¹ حبیب الحق ندوی، "اسلام اور مستشرقین۔"، 341، 343۔

¹²² اعظم گڑھ انڈیا سے تعلق رکھنے والے معروف مسلم کالر۔ "سیرت النبی" کے عنوان سے اردو میں سیرت پر نہایت نمایاں اور معروف کتاب تصنیف کی۔ دیگر کتابوں میں "سیرت النعمان" ابو حنیفہ النعمان بن ثابت،

لکری استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [72] استشرق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

نے ہنری دی کاستری (Henry de Castries، 1850ء-1927ء)¹²³ کے حوالے سے لکھا ہے کہ تمام داستانیں اور نظمیں، مسلمانوں کے مذہب سے ناواقفیت کی وجہ سے بغض و عناد سے بھری ہوئی ہیں۔ جو غلطیاں اور بدگمانیاں اسلام کے متعلق آج تک قائم ہیں، ان کا باعث وہی قدیم معلومات ہیں۔ ہر مسیحی شاعر مسلمانوں کو مشرک اور بت پرست سمجھتا تھا اور حسب ترتیب درجات ان کے تین خدا تسلیم کیے جاتے تھے: ماہوم یا ماہون یا نافومیڈ (یعنی محامد) اور ایلین اور تیسرا اترگان۔ ان کا خیال تھا کہ محمد (ﷺ) نے اپنے مذہب کی بنیاد دعوای الوہیت پر قائم کی اور سب سے عجیب ترین ہے کہ محمد ﷺ (وہ محمد ﷺ جو بت شکن اور دشمن اصنام تھا) لوگوں کو اپنے طلائی بت کی پرستش کی دعوت دیتا تھا۔ اسپن میں جب عیسائی مسلمانوں پر غالب ہوئے اور ان کو سروسوسط کی دیواروں تک ہٹا دیا تو مسلمان لوٹ کر آئے اور اپنے بتوں کو انھوں نے توڑ ڈالا۔ اس عہد کا ایک شاعر کہتا ہے: ایلین مسلمانوں کا دیوتا، وہاں ایک غار میں تھا، اس پر وہ پل پڑے اور اس کو نہایت سخت ست کہا اور اس کو گالیاں دیں اور اس کے دونوں ہاتھ باندھ کر ایک ستون پر اس کو سولی دی اور اس کو پاؤں سے روند اور لٹھیوں سے مار مار کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے اور ماہوم کو (جو ان کا دوسرا دیوتا تھا) ایک گڑھے میں ڈال دیا، اس کو سوراہوں اور کتوں نے نوج ڈالا۔ اس سے زیادہ اس سے پہلے کسی دیوتا کی تحقیر نہیں ہوئی۔ اس کے بعد ہی مسلمانوں نے اپنے گناہوں سے توبہ کی اور اپنے دیوتاؤں سے معافی مانگی اور از سر نو تلف شدہ بتوں کو بنایا۔¹²⁴

اس دور کے مستشرقین اسلام و پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف جس توہم و تعصب کا شکار تھے، بعد کے کئی مستشرقین نے اس کو آشکار کیا ہے۔ منگمری واٹ کے مطابق دنیا میں اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی تصویر انتہائی حد تک مسخ کر کے پیش کی گئی ہے۔ واٹ کے الفاظ ہیں:

699ء-767ء یا 80ھ-150ھ]، "الفاروق"، "المامون [ابو جعفر عبد اللہ المامون، 786ء-833ء]"

"الغزالی"، "مولانا رومی"، "شعر العجم" اور "علم الکلام" وغیرہ شامل ہیں۔

¹²³ فرانسسیسی مسیحی مصنف۔ الجزائر میں فرانسسیسی فوج میں خدمات انجام دیں۔ عرصے تک شمالی افریقہ میں قیام کیا۔

کیا۔ "L'Islam, Impressions Et Etudes" وغیرہ تصانیف پیش کیں۔

¹²⁴ شبلی نعمانی، سیرت النبی (لاہور: الفیصل ناشران و تاجران مطب، 1991)، 1/66-67

فکرِ استشراق اور عالمِ اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [73] استشراق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

Of all the world's great men none has been so much

maligned as Muhammad.¹²⁵

دنیا کے عظیم انسانوں میں سے کسی کی اتنی مسخ شدہ تصویر پیش نہیں کی گئی،

جتنی محمد (ﷺ) کی کی گئی۔

فلپ کے ہٹی اعتراف کرتا ہے کہ مسیحیوں نے آں حضور ﷺ کو سمجھنے میں غلطی کی اور انھیں حقیر کردار کا مالک قرار دیا؛ نیز آپ کی تصویر کشی (نعوذ باللہ) نبوت کے ایک جھوٹے مدعی اور دغا باز کے طور پر کی گئی۔ اس تصویر کو بعد ازاں جنس پرستی، بد چلنی، خون آشامی اور قزاقی سے ملوث کیا گیا۔ حضور ﷺ کو دشمن مسیح ظاہر کیا گیا اور یہ تصور پیش کیا گیا کہ آپ کی نعش زمین و آسمان کے درمیان معلق ہے۔ یہ افسانہ اتنا مشہور ہوا کہ 1503ء میں جب ایک اطالوی نو مسلم مدینہ گیا، تو آپ ﷺ کی نعش مذکورہ مقام پر نہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا۔ دانستے نے حضور ﷺ کے جسم کو دو دھڑوں میں تقسیم کر کے جہنم کے نویں درجے میں پڑا دکھانے کی کوشش کی، جو ایسی ملعون روحوں کے لیے مناسب مقام ہے، جو مذہب میں تفرقہ ڈالنے والی ہیں۔ مغربی قصہ گوؤں نے لفظ Maumet کو جو لفظ محمد کی بگڑی ہوئی ان چالیس شکلوں میں سے ایک ہے، جس کا ذکر آکسفورڈ ڈکشنری میں ہوا ہے۔ بت بنا کر پیش کیا۔ یہ لفظ پتلی اور گڑیا کا ہم معنی بن گیا۔ شیکسپیر (William Shakespeare، 1564ء-1616ء)¹²⁶ نے "Romeo and

¹²⁵ Watt, Muhammad: Prophet and Statesman, 231.

¹²⁶ مشہور انگریز شاعر، ڈرامہ نگار اور اداکار۔ اسے انگلستان کا قومی شاعر اور انگریزی زبان کا سب سے بڑا ادیب قرار دیا جاتا ہے۔ دنیا کے ممتاز ترین ڈرامہ نگاروں میں شمار ہوتا ہے، اس کے ڈرامے دنیا کی ہر بڑی زبان میں ترجمہ ہو کر داؤ تمسین پانچکے ہیں۔ شیکسپیر کے ڈرامے المیہ بھی ہیں، تاریخی بھی اور مزاحیہ بھی۔ پہلی قسم کے ڈراموں میں Romeo and Juliet, Timon of Athens, Julius Caesar, Macbeth, Hamlet، دوسری قسم میں King John, Richard ii, Richard iii, Henry iv, Henry v، تیسری قسم میں All's well that Ends Well, The comedy of Errors, The Gentlemen of Verona, The Winter's tale وغیرہ بہت سے ڈرامے شامل ہیں؛ اس کے دستیاب ڈراموں کی تعداد 38 بتائی جاتی

فکرِ استشراق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [74] استشراق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

127 Juliet میں اس لفظ کو اسی مفہوم میں استعمال کیا۔ محمد ﷺ کے نام کی ایک اور بگڑی ہوئی شکل کو قرونِ وسطیٰ کے ایک گھٹی ڈرامے میں ایک ایسی چیز کے طور پر پیش کیا گیا، جس کی پوجا کی جاتی تھی۔ یہ حقیقت کے ساتھ کتنا بڑا مذاق ہے کہ ایک بت شکن اور تاریخ انسانی میں توحید خداوندی کے سب سے بڑے پرچارک کو معبود بنا کر پیش کیا گیا۔¹²⁸ کیرن آرمسٹرانگ (Karen Armstrong، پیدائش 1944ء)¹²⁹ نے اہل مغرب کی اسلام دشمنی کی کہانی بڑی

ہے۔ اس کی نظمیں، گیت اور اشعار بھی بہت سے ہیں، دستیاب گیتوں کی تعداد 154 شمار کی گئی ہے؛ دو مشہور اور

طویل بیانیہ نظمیں Venus and Adonis اور The Rape of Lucrece ہیں۔

127 ٹیکسپیئر کا یہ معروف رومانوی المیہ ڈرامہ ایک اطالوی کہانی پر مبنی ہے۔

¹²⁸ Philip K Hitti, *Islam a Way of life* (London :Oxford University Press, 1971), 22-23

129 انگریز مصنف۔ ابتدا میں رومن کیتھولک سسٹریا مسیحی راہبہ تھیں، بعد میں اس طرز فکر، عمل سے جی اچاٹ ہو گیا۔ آکسفورڈ یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کی۔ صحافت اور میڈیا سے متعلق ہوئیں۔ 1984ء میں انگلش چینل 4

کے لیے سینٹ پال (Paul the apostle/Saint Paul، 5ء-67ء) پر ایک دستاویزی فلم کے دوران مذاہب

کی تاریخ سے دلچسپی پیدا ہوئی۔ 1993ء میں خدا کی تاریخ (History of God: The 4,000-year

Quest of Judaism, Christianity and Islam) کے عنوان سے کتاب شائع کی، جس میں دنیا کے

بڑے مذاہب کے مشترکات اور ان میں خدا کے تصور سے بحث کی۔ کتاب میں یہودیت، مسیحیت اور اسلام کے

ساتھ ساتھ بدھ ازم اور ہندوازم کے تصورات پر بھی گفت گو کی گئی تھی۔ اس کتاب سے کیرن کو کافی شہرت

حاصل ہوئی۔ تاریخ مذاہب اور پیغمبر اسلام ﷺ کے حوالے سے کیرن نے بہت سی کتابیں شائع کیں اور اس

حوالے سے علمی دنیا میں ایک نمایاں شخصیت بن گئیں۔ مشہور کتابوں میں "Muhammad: A

biography of the prophet", "Muhammad: A prophet for our time", "Islam: A

short History" وغیرہ شامل ہیں۔ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے حوالے

سے شائع شدہ تصانیف میں اس تصور پر پر زور دلائل دیے ہیں کہ مغرب نے تعصب کی بنا پر اسلام اور پیغمبر اسلام

ﷺ کی غلط تصویر کشی کی ہے۔

فکر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [75] استشرق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

تفصیل کے ساتھ بیان کی ہے۔ اہل مغرب میں اسلام اور آس حضور ﷺ کے تصور کو جس طرح مسخ کر کے پیش کیا گیا اس کے متعلق تفصیلی حقائق و واقعات اور اسلہ ذکر کرنے کے بعد وہ لکھتی ہیں کہ مغرب میں آج بھی بعض لوگ یہ سن کر حیران ہوتے ہیں کہ مسلمان اسی خدا کی عبادت کرتے ہیں جس کی عبادت یہودی اور عیسائی کرتے ہیں۔ وہ یہ تصور کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا اللہ بھی بت پرستوں کی دیویوں کی طرح ایک دیوی کا نام ہے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ مسلمان محمد (ﷺ) کو وہی مقام دیتے ہیں، جو عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ جس زمانے میں لوگ اسلام کے متعلق منصفانہ رویے اختیار کرنے کی کوشش کرتے تھے، اس زمانے میں بھی ان کی اسلام دشمنی ظاہر ہوئے بغیر نہ رہتی تھی۔ اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں انھی فرضی داستانوں کو دہرایا جاتا رہا ہے، جو قرونوں سے مغرب میں مقبول چلی آتی تھیں۔¹³⁰ متذکرہ بالا بحث سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ مستشرقین کئی سو سال تک اسلام کے خلاف زہر اگلتے رہے ہیں؛ ان کا پھیلا یا ہوا زہر آج کے مغرب کے قلوب و اذہان تک میں سرایت کر چکا ہے، اور وہ معروفی تحقیق اور آزادی فکر و رائے کے دعوے کے باوصف ان مسموم اثرات سے آزاد نہیں ہو سکا۔

استشرق دورِ استعمار میں

سترہویں صدی عیسوی استعمار کی صدی تھی۔ عالم اسلام بالعموم فرانسیسی، ڈچ اور انگریزی تسلط میں آچکا تھا۔ اب مغربی اقوام کا مسلمانوں کے ساتھ براہ راست میل جول ہوا۔ مستشرقین یورپی استعمار کے زیر تسلط ممالک میں آنے جانے لگے۔ اپنے استعماری اہداف و مقاصد کے پیش نظر دیگر سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ اہل مغرب نے مسلمانوں کی تاریخ جغرافیہ، سیاسی و سماجی اور اخلاقی و معاشی حالات اور علمی سرمائے کے مطالعے و حصول پر خصوصی توجہ دی۔ انھوں نے محسوس کیا کہ عالم اسلام کے کونے کونے میں علم و معرفت کے موتی بکھرے پڑے ہیں، جن میں قوموں کی تقدیر بدلنے کی صلاحیت ہے۔ چنانچہ وہ عالم اسلام سے علوم و فنون کے گنج ہائے گرماہیہ اور

¹³⁰ Karen Armstrong, *Muhammad: A western Attempt to understand Islam*,

فکرِ استشراق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [76] استشراق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

صدیوں کی علمی و فکری کاوشوں کے خزانے لے اڑے۔ عربی زبان پڑھنے اور پڑھانے کی تحریک چلی۔ کیمبرج، آکسفورڈ، لندن اور پیرس میں عربی زبان اور مشرقی تمدن و تہذیب کو سمجھنے کے لیے مراکز قائم ہوئے۔ مسلمانوں کے علمی شاہ پاروں کی اشاعت ہونے لگی۔ اور السہ شرقیہ کی تدریس کے لیے تعلیمی اداروں کا قیام عمل میں لایا جانے لگا۔ عالم اسلام میں علمی مہمیں بھیجے کا بندوبست ہوا اور اہل مشرق کے طرزِ حیات اور خصوصیات کو سمجھنے کے لیے متعدد ایشیائی سوسائٹیاں تشکیل دی گئیں۔ اس دور میں فرانس ہالینڈ، جرمنی، انگلینڈ اور دوسرے یورپی ممالک میں بڑے مشہور مستشرق ظاہر ہوئے، جنہوں نے عالم اسلام پر مغربی استعماری تسلط قائم کرنے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ سترھویں صدی میں جدید تحریکات کے زیر اثر اسلام کو سمجھنے کا جذبہ ضرور پیدا ہوا، مگر لاطینی خرافاتی روایات سے گلو خلاصی کا جذبہ پیدا نہ ہو سکا۔ مارٹن لوتھر سے اسلام سے متعلق نرم رویے کی توقع تھی، مگر اس کے بالکل برعکس اس نے اسلام اور مسلمانوں کو حق کا دشمن گردانتے ہوئے اسلام کو ترکوں کا مذہب قرار دیا۔ لوتھر چوں کہ چرچ اور پوپ پر حملہ آور ہوا تھا، اس لیے اس نے آں حضور ﷺ کو پوپ سے بھی بدتر قرار دیا۔

اٹھارھویں صدی میں اسلام پر مقابلتاً زیادہ لٹریچر تیار ہوا۔ اس صدی کی ابتدا میں ایچ ریلان (Adriaen Reeland/Reelant, Hadrianus Relandus، 1676ء-1718ء)¹³¹ نے آں حضور ﷺ کی جانب رویے میں کچھ نرمی پیدا کی اور اسلام کے ساتھ تاریخی انصاف کا مطالبہ کیا۔ اس کی چلائی ہوئی تحریک سے متاثر ہو کر کانت (Immanuel Kant، 1724ء-

¹³¹ ڈچ مستشرق۔ شمال ہالینڈ کے ایک گاؤں سے تعلق رکھتے تھے۔ 11 سال کی عمر میں ایسٹریڈیم میں لاطینی زبان کی تحصیل کی۔ 17 سال کی عمر میں نیدرلینڈ کی قدیم ترین یونیورسٹی ایٹرکٹ (Utrecht) میں داخلہ لیا اور فلسفے اور الہیات کی تعلیم حاصل کی۔ عبرانی، سریانی اور عربی زبانیں سیکھیں۔ ہارڈروک یونیورسٹی (University of Harderwijk, Netherlands) میں طبیعیات اور باہد الطبیعیات کے پروفیسر رہے۔ اسلامی علوم، لسانیات اور قدیم فلسطین کے جغرافیے وغیرہ سے متعلق اہم اور نمایاں تحقیقات پیش کیں۔

فکر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [77] استشرق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

1804ء¹³² نے بھی حضور ﷺ کے حق میں نرم رویہ اختیار کیا مگر اس کے خلاف حملے شروع ہو گئے۔ تاہم اس زمانہ میں چوں کہ یورپ پر جدت پسندی اور روشن خیالی کا دباؤ بڑھتا جا رہا تھا، اس لیے کچھ مصنفین نے اسلام کے متعلق کچھ کلمات خیر بھی کہنے میں بخل سے کام نہیں لیا اگرچہ وہ بھی قرون وسطیٰ کی گرفت سے آزاد نہ ہو سکے۔ ایڈورڈ گنبن نے رواداری کے دعوے کے باوجود اپنی کتاب "تاریخ زوالِ روما" میں آں حضور ﷺ کو نبی کاذب کہا۔ اسی صدی کی ایک اور شخصیت۔ جو انقلابِ فرانس کے بانوں میں سے ہے۔ والٹیئر (François-Marie Arouet) 1694ء-1778ء¹³³ ہے۔ یہ مفکر بھی تعصب کا شکار رہا اور ان مستشرقین کی

¹³² مشہور جرمن فلسفی۔ جدید مغربی فکر و فلسفے پر پر نہایت گہرا اثر ڈالا۔ پرورش مذہبی ماحول میں ہوئی، جس میں خدا پر یقین اہم ترین عنصر تھا۔ لیکن بعد میں تشکیک اور لاادریت کی طرف مائل ہو گئے۔ فلسفہ اخلاق اور مابعد الطبیعیات پر کام شہرت کا خصوصی حوالہ ہے، تاہم طبیعیات اور علم الافلاک میں بھی قابل ذکر تحقیقات پیش کیں۔ عقل کے ماخذ اخلاق و علم ہونے پر بہت زیادہ زور دیا۔ "Religion within the limits of Reason alone" (Die Religion innerhalb der Grenzen der bloßen Vernunft) تحریر کی، جس نے فلسفہ مذہب کے حوالے سے غیر معمولی شہرت حاصل کی۔ "Critique of Pure Reason" (Kritik der reinen Vernunft)، اپنی لاادریت اور مسیحیت و مذہب کے بنیادی اعتقادات پر سخت تنقید کی بنا پر بعض لوگوں کی طرف سے مسیحیت اور مذہب مخالف قرار دیے گئے، لیکن بعض لوگوں نے ان کی فکر کو مذہب کی عقلی تعبیر کی کوشش پر محمول کیا۔

¹³³ فرانسیسی مصنف، مورخ، شاعر اور فلسفی۔ والٹیئر قلمی نام تھا۔ اصل نام François-Marie Arouet تھا۔ تاریخی، فلسفیانہ اور سائنسی کاموں پر دادِ تحقیق و تصنیف دینے کے ساتھ ساتھ ڈرامہ، نظم، ناول، مضمون، ہر ادبی صنفِ سخن میں لکھا۔ دو ہزار سے زیادہ کتابیں اور پمفلٹ تحریر کیے۔ عدم برداشت، اپنے زمانے کے فرانسیسی اداروں اور کیتھولک چرچ کے بنیادی مذہبی تصورات کو ہدفِ تنقید بنایا۔ مذہب اور رائے کی آزادی اور چرچ اور شیث کی علاحدگی پر زور دیا۔ "مذہبی جنونیت یا پرافٹ محمد" (Le fanatisme, ou Mahomet le Prophete) کے عنوان سے ڈرامے میں حضور ﷺ سے متعلق سخت توہین آمیز خیالات ظاہر کیے۔

فکر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [78] استشرق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

مذمت کی جنہوں نے حضور ﷺ کے بارے میں نرم رویہ اختیار کیا۔ اس نے بھی حضور ﷺ کو نبی کاذب اور اسلام کو وحشی اور فاسد مذہب سے تعبیر کیا۔¹³⁴

انیسویں صدی میں 1800ء سے 1840ء تک اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ پر متعدد کتب شائع ہوئیں۔ ان میں سب سے اہم اور قابل ذکر تالیف ڈیوڈ پرائس (David Price، 1762ء-1835ء)¹³⁵ کی تالیف "Chronological Retrospect of Mahommedan History" تھی؛ جو 1811ء سے 1821ء تک شائع ہوئی۔ مولف نے اس حضور ﷺ کے عہد سے لے کر مغل شہنشاہ اکبر (1526ء-1605ء)¹³⁶ تک کے تاریخی واقعات درج کیے ہیں۔ دوسری اہم تالیف ایڈورڈ اٹام (Edward Upham، 1776ء-1834ء)¹³⁷ کی "History of Ottoman Empire" ہے جو 1829ء میں شائع ہوئی۔ اس میں بھی مصنف نے حسب معمول حضور ﷺ کو نبی کاذب کہا۔ گوئے (Johann Wolfgang von)

¹³⁴ حبیب الحق ندوی، "اسلام اور مستشرقین"۔ 348، 352۔

¹³⁵ ویلز سے تعلق رکھنے والے برطانوی مستشرق۔ ایسٹ انڈیا کمپنی میں آفیسر اور اورینٹل ٹرانسلیشن فنڈ اور رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے ممبر رہے۔ فارسی ادب و تہذیب میں خصوصی دلچسپی تھی۔ فارسی کی بہت سی قدیم کتابیں اور مخطوطات جمع کیے۔ فارسی ماخذ سے اسلامی تاریخ کے حوالے سے متعدد کتابیں لکھیں۔

¹³⁶ مغلیہ خاندان کا تیسرا فرمان روا۔ ہندوستان کے عظیم ترین حکمرانوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ نہایت باصلاحیت اور ذہین تھا۔ خود پڑھا ہوا نہیں تھا؛ لیکن اہل علم و فن کا قدر دان تھا۔ اپنے دربار میں بہت سے اہل علم کو جمع کر رکھا تھا اور ان سے استفادہ کرتا رہتا تھا۔ اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کی بنا پر ہندوستان ایسے وسیع ملک میں پچاس سال تک کامیابی سے حکومت کی۔ ہندوؤں سے نہایت رواداری کا رویہ اپنایا؛ ان میں شادی بھی کی۔ بعض درباریوں کی مسلسل ترغیب پر اس نے "دین الہی" کے نام سے اپنا نیا دین جاری کر دیا؛ جس کی مسلم علماء بزرگان دین کی طرف سے سخت مخالفت ہوئی۔

¹³⁷ انگلش مستشرق اور بک سیلر۔ سلطنت عثمانیہ کی تاریخ کے علاوہ چین اور بدھ مت کی تاریخ و عقائد وغیرہ سے متعلق کتابیں تحریر کیں۔

فکرِ استشرق اور عالمِ اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [79] استشرق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

Goethe، 1749ء-1832ء)¹³⁸ نے آں حضور ﷺ پر 1773ء میں ایک نظم "ترانہ محمدی" لکھی، جس میں آپ ﷺ کو ایک چشمے سے تعبیر کیا اور آپ ﷺ کو وحدت الوجود کا مدرس بتاتے ہوئے آپ ﷺ کی مدح و توصیف کی، لیکن یہ بھی آپ ﷺ کے خلاف نفرت و تعصب سے پوری طرح باہر نہ آسکا اور آپ ﷺ کے خلاف منفيانہ خیالات و افکار پیش کرنے سے احتراز کا رویہ اختیار نہ کر سکا۔¹³⁹ انیسویں صدی کے نصف اول تک فضا مسموم رہی؛ مگر نصف آخر میں اسلام اور محمد ﷺ کی جانب ایک بار پھر رواداری اور انصاف کے مطالبے شروع ہوئے۔ اس تحریک کے قائدین میں کارلائل (Thomas Carlyle، 1795ء-1881ء)¹⁴⁰

¹³⁸ مشہور جرمن شاعر اور مصنف۔ بہت سی مشہور و موثر شعری تخلیقات کے علاوہ تنقید، لسانیات اور سائنسی موضوعات پر بھی متعدد تحریریں پیش کیں۔ کرچن تھیالوجی کے بہت سے بنیادی معتقدات کی مخالفت کی۔ مذہبی حوالے سے دیکھیں تو گوٹے کی فکر میں قابل ذکر عناصر یہ ہیں: حضرت مسیح اور چرچ کے عقائد میں بہت فرق ہے۔ آدمی کسی بھی چرچ کی اتباع کے بغیر مسیحی رہ سکتا ہے۔ حضرت محمد ﷺ تاریخ کی موثر، قابل تعریف اور توحید پرست شخصیت ہیں۔

¹³⁹ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ سے متعلق گوٹے کے افکار و خیالات میں منفيانہ عناصر کا انکار کیے بغیر اس بات کی نشان دہی مناسب معلوم ہوتی ہے کہ زیر نظر تناظر میں گوٹے کو عموماً مثبت تصور کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے مسلمان ہو جانے کا مفروضہ بھی قائم کیا گیا ہے، مثلاً دیکھیے:

'Abd al-Qādir al-Murābit (Almurabit, Abdulqadir), "Was the Goethe a Muslim?" Accessed October 2, 2015.

http://www.themodernreligion.com/convert/convert_goethe.htm

¹⁴⁰ کلاش فلسفی، مصنف اور مورخ۔ جرمن آئیڈیلزم اور اس کے بنیادی محرک جوہن گولپنج (Johann Gottlieb Fichte، 1762ء-1814ء) سے بہت متاثر لیا اور تاریخی اور فلسفیانہ موضوعات پر متعدد کتابیں لکھیں۔ پہلا بڑا کام "Sartor Resartus (The Tailor Retailored)" کے عنوان سے لکھا گیا اول تھا، جو ایک جرمن فلسفی کی حیات و فکر پر تبصرہ تھا۔ بعد ازاں "The French Revolution: A History" اور

فکر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [80] استشرق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

کانام قابل ذکر ہے۔ اس تبدیلی کا سہرا یورپ کی روحانی تحریک کے سر ہے، جس نے فرسودہ نظام حیات، کلاسیکی عقائد اور تقشف و تعصب کو ایسا چیلنج کیا کہ پورا یورپ ہل گیا۔ کارلائل نے اسلام اور محمد ﷺ کو موضوع بناتے ہوئے مثبت خیالات پیش کیے؛ لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اب ایسے خیالات سے پریشانی کی کوئی وجہ نہیں؛ کیونکہ ارتداد کا خطرہ ٹل چکا ہے اور کوئی عیسائی اسلام قبول کرنے کو تیار نہیں۔ اس صدی میں جب رینکے (Lepeold Von Ranke، 1795ء-1886ء)¹⁴¹ نے تاریخی تنقیدی تحریک چلائی تو عربی مصادر کے مطالعے پر زور دیا گیا۔ مستشرقین نے مسلم شرق اوسط اور برصغیر پاک و ہند کے دورے شروع کیے اور کتب خانوں کی تاریکیوں میں پڑے مختاب توجہ مخطوطات و مسودات کو روشنی میں لایا گیا۔ مسلمانوں کے ہاں عربی زبان میں سیرت و مغازی کی جو کتابیں محفوظ تھیں، وہ ایک ایک کر کے بہ استثناء چند اٹھارہویں صدی کے اواخر سے انیسویں صدی کے اختتام تک یورپ میں چھپ گئیں۔ اور ان میں سے اکثر کا یورپی زبانوں میں ترجمہ ہو گیا۔¹⁴² یوں مستشرقین یورپ کی رسائی اصل عربی مصادر تک ہو گئی اور اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ پر نئی کتابوں کا ظہور ہونے لگا، جن میں اسلام کو مسیحی الاصل یا یہودی الاصل ثابت کرنے کی کوشش کی جانے لگی۔ 1833ء میں ابراہام گیگر (Abraham Geiger، 1810ء-1874ء)¹⁴³ نے ایک مقالہ زیر عنوان "What did

"Heroes and Hero Worship" ایسی کئی مشہور کتابیں تصنیف کیں۔ تاریخ سے متعلق کارلائل کا خیال تھا کہ یہ بڑے لوگوں کے سوانح اور طرز عمل کا نام ہے۔

¹⁴¹ جرمن مورخ۔ جدید یورپ اور امریکا میں بنیادی مصادر پر نئی تاریخ نگاری کے بانی اور ایک رجمان ساز مورخ کی حیثیت سے شہرت حاصل ہے۔ رومی، فرانسیسی، انگلش اور جرمن اقوام، شہزادوں اور پوپوں کی تاریخ کے حوالے سے متعدد کتابیں تحریر کیں۔

¹⁴² اشلی نعمانی، سیرت النبی، 1/68۔

¹⁴³ جرمن زہلی۔ دلچسپی کا موضوع قدیم متون کا مطالعہ تھا۔ روایتی یہودی نظریات میں اصلاح (Reform Judaism) کا بانی کہا گیا ہے۔ یہودیت کی معنویت توحید اور اخلاقیات میں پنہاں دیکھتا تھا۔ تورات اور تلمود کے ناقدانہ جائزے کا قائل تھا۔ یہودیوں کے منتخب قوم (Chosen People) ہونے کے نظریے کی مخالفت

لکرا استشراق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [81] استشراق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

”Muhammad take from Judaism“ پیش کیا، تاکہ محمد ﷺ کے یہودی اور عیسائی ماخذ کو حتمی طور پر ثابت کیا جائے۔ چنانچہ اب اسلام کی اصلیت مستشرقین کا محبوب موضوع قرار پا گیا۔ ولیم میور، سپرنگز (Aloys Sprenger، 1813ء-1893ء)¹⁴⁴ اور نولڈیکے (Noldeke Theodor، 1836ء-1930ء)¹⁴⁵ ایسے مستشرقین اس تحریک کے سرخیل بن گئے۔ ڈاکٹر سپرنگز نے حضور ﷺ کو اعصابی مریض یا مصروع (Epileptic) ثابت کرنے کی کوشش کی۔ ولیم میور نے آل جناب ﷺ اور قرآن کریم کو تہذیب، آزادی اور حق کا بدترین دشمن قرار دیا۔ نولڈیکے سپرنگز اور ولیم میور سے بھی دریدہ دہن ثابت ہوا۔ اس نے اپنی

کی۔ ”محمد ﷺ نے یہودیت سے کیا لیا“ (Was hat Mohammed aus dem Judentume aufgenommen) میں قرآن کو یہودی ماخذ سے ماخوذ قرار دیا۔

¹⁴⁴ آسٹریلوی مستشرق۔ یونیورسٹی آف ویانا میں تعلیم حاصل کی۔ میڈیسن اور نیچرل سائنسز کے ساتھ ساتھ مشرقی زبانوں کا بھی مطالعہ کیا۔ دہلی کالج دہلی میں پرنسپل اور یونیورسٹی آف برن سوئزر لینڈ میں پروفیسر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ تحریر و تصنیف سے متعلق مختلف منصوبوں پر نمایاں کام کیا؛ آل جناب ﷺ کی سوانح تحریر کی؛ عربی، فارسی اور ہندوستانی مخطوطات کا کینیڈاگ تیار کیا؛ اسلامی علوم میں استعمال ہونے والی اصطلاحات کی ڈکشنری مرتب کی؛ ابن حجر العسقلانی (1372ء/773ھ-1449ء/852ھ) کی ”الاصباح فی تمييز الصحابة“ کو ایڈٹ کیا۔

¹⁴⁵ برمن مستشرق۔ جرمنی کی کیل (Kiel) یونیورسٹی اور فرانس کی یونیورسٹی آف سٹراس برگ (University of Strasbourg) میں تدریسی فرائض انجام دیے۔ قرآنیات، سامی زبانیں اور تاریخ تہذیب اسلامی دلچسپی کے خاص موضوعات تھے۔ قرآن کو اس کی تاریخی ترتیب کے مطابق مرتب کرنے کی کوشش کی اور یہودی نصرانی ذرائع سے ماخوذ قرار دیا۔ قرآن سے متعلق نولڈیکے کے خیالات کی تفصیل ابن وراق کی مرتب کردہ کتاب ”The Origins of The Koran: Classic Essays on Islam’s Holy Book“ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

فکرِ استشراق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [82] استشراق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

تاریخ قرآن میں حضور ﷺ کو ہذیان اور جذباتی دوروں کا مریض قرار دیا، جن کی وجہ سے آپ ﷺ کو یقین ہو گیا تھا کہ آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تھی۔¹⁴⁶

استشراق اور عصر حاضر

بیسویں صدی میں جو نئی یورپ کی فضا بدلی تو تحریکِ استشراق کے طرز و انداز میں بھی تبدیلی پیدا ہوئی۔ اب ایسے مصنفین منظر عام پر آنے لگے، جنہوں نے اپنے پیش رو مصنفین کی تحریروں پر شدید تنقید کی۔ انہوں نے اسلام کے بارے میں کچھ ایسی کتابیں لکھنا شروع کیں جن میں اسلام کے کچھ شعبوں کی تعریف کی گئی تھی، لیکن نسلی اور دینی تعصب نے ان کو بھی انصاف کے آئینے میں حقائق کو دیکھنے کی مہلت نہ دی۔ دراصل ان نئے مصنفین کا مقصد حق کی جستجو تھا ہی نہیں، بلکہ ان کا مقصد تو صرف مسلمانوں کی حمایت حاصل کرنا تھا اور اپنے رویے میں معمولی سی تبدیلی سے انہوں نے یہ مقصد حاصل کر لیا۔ انہوں نے اسلام سے متعلق چند کلماتِ خیر کہے تو مسلمان مصنفین نے ان کی تعریف میں بڑھ چڑھ کر اپنا زورِ قلم صرف کیا۔ انہیں منصف مزاج عالم اور غیر جانب دار محقق کے خطابات دیے۔ حالانکہ ان لوگوں کی تحریروں میں محمد ﷺ پر الزام و اتہامات واضح دکھائی دیتے ہیں۔¹⁴⁷

جب نوآبادیاتی نظام کے شکنجے کی گرفت ڈھیلی پڑنے لگی۔ مختلف ممالک میں آزادی کی تحریکیں اٹھنا شروع ہوئیں اور اہل مغرب نے محسوس کیا کہ اگر مسلمان جاگ اٹھے تو مغرب کی ذہنی غلامی سے آزاد ہو جائیں گے؛ اپنی تہذیب اور طرزِ حیات پر فخر کرنے لگیں گے، یوں ساری دنیا کو عیسائی بنانے کا خواب بھی چکنا چور ہو جائے گا اور اہل مغرب کی تخیلاتی نسلی برتری کا محل بھی زمین بوس ہو جائے گا، تو انہوں نے مستشرقین کی مدد سے نیا لائحہ عمل مرتب کیا۔ اب مستشرقین نے اسلام کے روایتی مطالعے پر توجہ کم کر دی اور دورِ حاضر کے مسلمان معاشروں میں پائے جانے والے رجحانات کا تفصیلی مطالعہ شروع کر دیا۔ دوسری جنگِ عظیم کے بعد برطانیہ میں جو سکاربردر رپورٹ

¹⁴⁶ حبیب الحق ندوی، "اسلام اور مستشرقین۔" معارفِ اعظم گڑھ، شمارہ 6، (1983)، 414، 414-410۔

¹⁴⁷ جدید دور کے مستشرقین کے پیغمبر اسلام پر الزامات و اتہامات کا قدرے تفصیلی ذکر آئندہ صفحات میں مستشرقین کے اساسی اسلامی عقائد و تصورات پر نقد کے زیر عنوان آرہا ہے۔

(Scarborough Report) پیش کی گئی، اس میں برطانوی مفادات کے تحفظ کے لیے نیلا نعرہ عمل پیش کیا گیا۔ ایچ اے آر گب کی کتاب ”Modern Trends in Islam“ میں بھی نئے نقاضوں کے پیش نظر مسلمانوں کے حالات کو سمجھنے کی کوشش دکھائی دیتی ہے۔¹⁴⁸ مستشرقین اپنی حکومتوں کے دست راست اور اپنے اپنے ملک کی وزارتِ خارجہ کے مشیر بنے اور اپنے وسیع تجربے اور مطالعے سے فائدہ اٹھا کر ایسی پالیسیاں وضع کیں کہ استعماری طاقتوں کے چلے جانے کے بعد بھی مسلمان ان کی ضرورت محسوس کریں؛ اور وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب رہے۔ چنانچہ استعماری طاقتوں نے دم واپس مستشرقین کے مشورے سے مسلمانوں پر جو وار کیے تھے، ان کے اثرات آج تک دیکھے جاسکتے ہیں۔ نصابِ تعلیم ہی کو دیکھیں، مسلمان آج تک اپنے مدارس میں وہی نصاب پڑھا رہے ہیں، جو مستشرقین انھیں عطا کر گئے ہیں۔ اس نظامِ تعلیم نے دین کو دنیا اور علوم جدیدہ کو مسلمانوں کے روایتی علوم سے علاحدہ کر دیا ہے؛ ملت تقسیم ہو گئی ہے اور علم کے میدان میں اقوامِ مغرب سے بہت پیچھے رہ گئی ہے۔ آج مسلمان عربی اور اسلامیات تک سیکھنے کے لیے یورپ اور امریکا کی یونیورسٹیوں میں داخلے لیتے ہیں اور ان مسخ شدہ اسلامی مصادر کی طرف رجوع کرتے ہیں، جو مستشرقین نے اپنے مخصوص مقاصد کے لیے تیار کیے ہیں۔ چنانچہ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ استعماری طاقتوں کے چلے جانے کے بعد بھی مسلمان نظر آور عملاً ان کے غلام ہیں۔ مسلمان ممالک کی داخلی اور خارجی پالیسیاں سب انھی کے اشارے پر بنتی ہیں۔

عصر حاضر میں مستشرقین کو ایک اور چیلنج درپیش ہوا۔ مسلم ممالک کا حکمران طبقہ اور اربابِ بسط و کشاد تو بلاشبہ مغرب کے اندھے مقلد اور اس کے نچھیزبوں چلے آتے ہیں۔ تاہم ان ممالک کے اندر سے ایسی تحریکیں اٹھنا شروع ہوئیں، جو نفاذِ اسلام کا مطالبہ کرنے لگیں۔ برصغیر، مصر اور افریقہ کے مسلم ممالک میں ایسی تحریکیوں نے زور پکڑا۔ اس صورت حال نے ایک بار پھر

¹⁴⁸ پروفیسر خلیق احمد نظامی، ”مستشرقین کے انکار و نظریات کے مختلف دور۔“ اسلام اور مستشرقین، معارف

اعظم گڑھ، 2018، 16/2؛ نیز ملاحظہ ہو:

فکرِ استشراق اور عالمِ اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [84] استشراق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

اہل مغرب کا سکون برباد کر دیا، کیونکہ انھوں نے سمجھ لیا تھا کہ ان کی استشراقی اور الحادوی کوششوں سے مسلمانوں کا رابطہ ان کے مرکزِ قوت سے کٹ چکا ہے، جس کے بحال ہونے کی کوئی صورت ممکن نہیں۔ چنانچہ مستشرقین ایک بار پھر استشراقی، تبشیری اور استعماری آرزوں کے محل کی حفاظت کے لیے میدان میں آگئے۔ مختلف ممالک میں اسلام کے حق میں لٹھنے والی آوازوں کو کچلا گیا۔ اسلام پسندوں کو اقتدار سے محروم رکھنے کی سازشیں ہونے لگیں۔ مسلمانوں کی طرف سے ایٹم بم بنانے کی کوششوں کو اسلامی بم کا نام دیا گیا اور ابھی کچھ ہی عرصہ پہلے افغانستان کو جس طرح تہس نہس کیا گیا اور عراق اقتصادی اور سیاسی مفادات کے زیر اثر یورپ اور امریکا کے ہاتھوں جس طرح زیر و زبر ہوا، اس کا حال سب کے سامنے ہے۔ لیکن ستم ظریفی دیکھیے کہ بایں ہمہ دہشت گردی اور بد امنی کی ذمے دار بالعموم مسلمانوں ہی قرار دیے جاتے ہیں۔

تحریرِ استشراق کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مستشرقین نے اس کا آغاز دو جہتوں میں کیا تھا، ایک طرف تو انھوں نے مسلمانوں کے علمی ذخائر کو اپنے ممالک میں منتقل کرنے اور انھیں استعمال میں لا کر مادی اور تہذیبی میدانوں میں ترقی کرنے کی کوششیں شروع کیں اور دوسری طرف مسلمانوں کے دین، ان کی تاریخ و تہذیب کو مسح کرنے، مسلمانوں کو اپنے دین سے بیگانہ کرنے اور غیر مسلم لوگوں کو اسلام سے متنفر کرنے کی بھرپور مہم چلائی۔ زمانے کے بدلتے ہوئے حالات کے مطابق ان کے طریقہ ہائے کار میں تو تبدیلیاں آتی رہیں، لیکن جس مقصد کے تحت اس تحریک کا آغاز ہوا تھا، وہ مقصد مستشرقین کی نگاہوں سے کبھی ادھل نہیں ہوا۔ مستشرقین نے کبھی طالب علموں کا روپ اختیار کیا، کبھی جسموں پر صلیبیں سجائیں، کبھی تحقیق و جستجو کے نام پر ممالکِ اسلامیہ کے کونے کونے میں پہنچے، کبھی مسلمانوں کے ہمدرد اور خیر خواہ بن کر منظر عام پر آئے اور کبھی پسماندہ اقوام کے لیے مشفق و مہربان کا روپ دھارا۔ لیکن اتنے روپ بدلنے کے باوجود ان کا مقصد ہمیشہ ایک ہی رہا اور وہ مقصد اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانا اور انھیں مغرب کے مقابل اور اس کے برابر آنے سے روکنا تھا۔

اغراض و اہداف

مستشرقین اپنی کتابوں میں بالعموم اسلام کی نہایت بھونڈی تصویر اور پیغمبر اسلام ﷺ کو ایک افسانوی کردار بنا کر پیش کرتے ہیں۔ قرآن حکیم کو (نعوذ باللہ) ایک لغو کتاب سمجھتے اور ہر قابل تصور برائی اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہ بات کتنی عجیب ہے کہ جن موضوعات کی طرف کسی خیر کو نسبت دینا وہ عموماً مغرب کی توہین سمجھتے ہیں، ان موضوعات پر انھوں نے کتابوں کے ڈھیر لگا دیے ہیں، جن سے یورپ اور امریکا کی لائبریریاں بھری پڑی ہیں۔ اگر اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کا تصور اتنا ہی گھناؤنا ہے، جتنا وہ بنا کر پیش کرتے ہیں تو انھوں نے ان پر لکھنے اور تحقیق و تدریق میں اتنا وقت اور سرمایہ کیوں صرف کیا! بلاشبہ مستشرقین کے ذریعے مسلمانوں کا سرمایہ علم محفوظ ہوا، جس پر مسلمان ان کا احسان بھی مانتے ہیں۔ لیکن اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ انھوں نے مسلمانوں کے علمی ورثے کو لوٹا اور اپنے اسلام مخالف عزائم کی غرض سے اس سے اعتنا کیا۔ اقبال (علامہ ڈاکٹر محمد اقبال، 1877ء-1938ء)¹⁴⁹ یورپ کے کتب خانوں میں اپنے علمی ورثے کو دیکھ کر اسی لیے تڑپ اٹھے تھے:

حکومت کا تو کیا روٹا کہ وہ اک عارضی شے تھی

نہیں دنیا کی آئینہ مسلم سے کوئی چارا

¹⁴⁹ بیسویں صدی کے نامور مسلم فلسفی، شاعر اور مفکر۔ برطانوی ہند میں مسلم نشاۃ ثانیہ کے پیام بر کی حیثیت سے سامنے آئے۔ فلسفی شاعر کے طور پر شرق و غرب میں آپ کی عظمت کا لوہا مانا گیا ہے۔ اردو فارسی کی غیر معمولی شاعری اور نظریہ پاکستان کی تشکیل شائستہ اور شہرت کے خصوصی حوالے ہیں۔ مسلمانان بر صغیر اپنے اس ہیر و کو شاعر مشرق، حکیم الامت اور مفکر پاکستان کے عنوانات سے یاد کرتے ہیں۔ "بانگِ درا"، "بالِ جبریل"، "ضربِ کلیم"، "اسرارِ خودی"، "رموزِ بے خودی"، "پیامِ مشرق"، "زبورِ عجم"، "جاوید نامہ" وغیرہ ایسے لافانی شعری مجموعوں کے ساتھ ساتھ "Reconstruction of Religious thought in Islam" کے عنوان سے آپ کے خطبات، آپ کے بلند پایہ فکری و فنی کارنامے ہیں۔ آپ کی علمی و فکری قدردانیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ مشرق و مغرب کی لاتعداد یونیورسٹیوں میں آپ پر ان گنت تحقیقی و علمی مقالات تحریر کیے جا چکے ہیں، اور مسلسل تحریر کیے جا رہے ہیں۔

فکرِ استشراق اور عالمِ اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [86] استشراق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آبا کی

جو دیکھیں ان کو یورپ میں دل ہوتا ہے سپارہ¹⁵⁰

ہم یہاں یہ جائزہ لینے کی کوشش کریں گے کہ اہل مغرب کی مشرق اور اسلام پر اتنی توجہ کے پیچھے کیا مقاصد کار فرما ہیں؟ اور ان کے حصول کے لیے وہ کیا طریقے اختیار کرتے ہیں؟ تحریکِ استشراق میں چوں کہ مختلف ممالک سے وابستہ لوگ شامل ہیں، نیز ان کے کئی طبقات ہیں اور مفادات بھی مختلف ہیں، لہذا ہر طبقے کا کام دوسرے سے مختلف ہے، اس لیے جن مقاصد و اہداف کے تحت یہ مشرقی تہذیبوں خصوصاً اسلام پر توجہ دیتے ہیں، وہ اہداف و مقاصد بھی متعدد اور مختلف ہیں۔ اختصار کے پیش نظر ہم مستشرقین کے اہداف و مقاصد کو حسب ذیل چند عنوانات کے تحت بیان کر سکتے ہیں:

مذہبی و دینی اہداف

تحریکِ استشراق کی تاریخ کے طالب علم کے لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل نہیں کہ اس کا آغاز جس مقصد کے تحت ہوا وہ مذہبی تھا۔ ساتویں اور آٹھویں صدی عیسوی میں اسلام جس سرعت کے ساتھ پھیلا اور اس نے جس طرح لاتعداد انسانوں کے قلوب و اذہان کو مسخر کیا۔ یہ سب کچھ اہل صلیب کے لیے زبردست تشویش کا باعث ہوا۔ ان کے سامنے ان کی بقا کا مسئلہ تھا۔ وہ دینِ اسلام کو کسی طور بھی پھلتا پھولتا نہیں دیکھ سکتے تھے۔ چنانچہ وہ علومِ اسلامیہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس سلسلے میں اپنے مذہب کے حوالے سے تین مقاصد ان کے پیش نظر تھے: دینِ اسلام کو دنیا کی اقوام میں عموماً اور یہودی و عیسائی اقوام میں خصوصاً پھیلنے سے روکا جائے، مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے لیے تنگ و دو کی جائے اور عیسوی عقائد معلوم کرنے کے لیے کتابِ مقدس کے پورپی زبانوں میں ترجموں پر اعتماد کی بجائے، عبرانی زبان کے نسخوں پر اعتماد کیا جائے۔¹⁵¹ لیکن چونکہ عبرانی زبان ایک زندہ زبان کے طور پر کہیں رائج نہ تھی اور عربی اور عبرانی زبانیں ایک دوسرے کے بہت قریب تھیں، لہذا عبرانی جاننے کے لیے عربی سیکھنا ضروری تھا۔ چنانچہ

¹⁵⁰ علامہ محمد اقبال، کلیات اقبال اردو (لاہور: اقبال اکادمی، 1990ء)، 207۔

¹⁵¹ الجبری، الاستشراق وجہ للاستعمار الفکری، 82-83۔

فکر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [87] استشرق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

یورپ اور دنیاے عیسائیت کے طول و عرض میں ایسے اداروں کا جال بچھ گیا، جن میں عربی زبان کی تدریس کا بند و بست تھا۔ کتابِ مقدس کی اصلاح اور بائبل کے بیانات کی تفسیر کے سلسلے میں ممالکِ اسلامیہ کے حالات کا معروضی جائزہ لینے کی ضرورت محسوس ہوئی، تو اس مقصد کے لیے ممالکِ اسلامیہ میں باقاعدہ مہمیں بھیجی گئیں۔ ان مہمات کا مقصد مشرقی علاقوں میں ان آثارِ قدیمہ کو تلاش کرنا تھا جن کا ذکر بائبل میں ہے۔ لیکن ان مہموں اور آثارِ قدیمہ کی کھدائیوں سے جو نتائج ظاہر ہوئے، وہ انتہائی حیران کن ہیں۔ معروف جریدے ٹائم (Time) میں "Are the Bible Stories True?" کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا، جس میں حضرت ابراہیمؑ¹⁵² حضرت موسیٰؑ¹⁵³ وغیرہ انبیاءِ بائبل کی حیات و وجود اور خروجِ ایسے تاریخی واقعات سے متعلق سوالات کھڑے کر دیے گئے، یہ باور کرایا گیا کہ ان بزرگوں سے متعلق واقعات اور خروج کی کہانی کی نوعیت افسانوی ہے۔ مثلاً کہا گیا:

¹⁵² حضرت ابراہیم کا زمانہ حیات تقریباً دو ہزار سال قبل مسیح کا ہے۔ آپ عراق میں اُر (Ur) کے مقام پر پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام تورات میں تارح آیا ہے۔ قرآن نے آپ کے باپ کا نام آزر لیا ہے۔ چنانچہ مورخین میں اس امر میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ آپ کے والد کا نام تارح تھا یا آزر؟ بعض مورخین کی رائے ہے کہ تارح ہی آزر تھا اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کے والد کا نام تارح تھا، آزر آپ کا چچا تھا؛ آپ کی پرورش چوں کہ آپ کے چچا آزر نے کی تھی، اس لیے اسے آپ کا باپ کہا گیا؛ اب کا لفظ عربی میں والد کے علاوہ چچا اور دادا وغیرہ کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے؛ اس بنا پر چچا کو اب کہنا بعید از قیاس نہیں، حدیث میں بھی کہا گیا ہے کہ چچا والد کی طرح ہوتا ہے؛ حضور ﷺ نے اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ کو بھی اب (باپ) کہا ہے۔ بہر حال حضرت ابراہیم اللہ کے نہایت ہی برگزیدہ نبی اور جد الانبیاء ہیں۔ آپ وہ عظیم شخصیت ہیں، جن سے نسبت پر مسلمان، عیسائی اور یہودی سب فخر محسوس کرتے ہیں۔

¹⁵³ بنی اسرائیل کے معروف صاحبِ کتاب پیغمبر؛ حاملِ تورات۔ آپ کا زمانہ تقریباً ڈیڑھ ہزار سال قبل مسیح کا ہے۔ آپ یہودیت کے ساتھ ساتھ عیسائیت اور اسلام میں بھی ایک عظیم پیغمبر کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ قرآن میں مذکور انبیاء میں سب سے زیادہ ذکر آپ ہی کا ہوا ہے۔

...archaeologists are always seeking new evidence that might help resolve some still-unanswered questions: Did Moses really exist? Did the Exodus happen?¹⁵⁴

ماہرین آثارِ قدیمہ ہمیشہ نئی سے نئی شہادت کی تلاش میں ہیں، جو ان سوالات کا جواب فراہم کر سکے، جن کا ابھی تک کوئی جواب نہیں مل سکا۔ جیسے: کیا موسیٰ واقعی ایک تاریخی وجود ہے؟ کیا واقعی خروج ہوا؟

اس مضمون کے مطابق تو ماہرین کو ساری بائبل خطرے میں نظر آتی ہے۔ مضمون کے آخر میں باور کرایا گیا ہے کہ اگر بائبل کی کچھ کہانیاں غیر تاریخی ثابت ہو جائیں تو کوئی زیادہ خطرے کی بات نہیں، ہاں اگر ساری تاریخ بائبل ہی غلط ثابت ہو جائے، تو ہم اپنی روایت کھو دیں گے:

To suggest that many things in the Bible are not historical is not too serious. But to lose biblical history altogether is to lose our tradition.¹⁵⁵

ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ جن لوگوں کا اعتماد آثارِ قدیمہ کی تحقیقات پر ہے وہ ان حقائق کو بھی ماننے کے لیے تیار نہیں، جن پر تمام الہامی مذاہب صدیوں سے متفق چلے آ رہے ہیں۔ لیکن جو لوگ بائبل کے کسی بیان پر تنقیدی نظر ڈالنے کے روادار نہیں ان کو مذکورہ تحقیق کی مدد سے مشرق کے پچے پچے پر ایسے آثار نظر آتے ہیں، جن سے بائبل کے بیانات کی تصدیق ہوتی ہے۔ ڈاکٹر محمد

¹⁵⁴ Michael D Lemonik, "Are the Bible Stories True?" Time, Sunday, June 24, 2011, Accessed, July 4, 2015.

<http://content.time.com/time/magazine/article/0,9171,133539,00.html>

¹⁵⁵ Michael D Lemonik, "Are the Bible Stories True?" Time, Sunday, June 24, 2011, Accessed, July 4, 2015.

<http://content.time.com/time/magazine/article/0,9171,133539,00.html>

فکرِ استشراق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [89] استشراق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

عبدالمتعال الجبرمی (1926ء-1995ء)¹⁵⁶ نے علامہ اسد (1900ء-1992ء)¹⁵⁷ کے حوالے سے لکھا ہے کہ سولھویں صدی سے جتنے لوگ مغرب سے مشرق آتے ہیں انھیں یہاں تورات کے حادثات و واقعات کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ اہرام مصر کو وہ گندم کے گودام سمجھتے

¹⁵⁶ انھوں نے تعلق رکھتے تھے۔ حسن البنا (1906ء-1949ء) کے شاگردوں میں سے ہیں۔ استشراق اور اس کے اہداف و مقاصد، سیرت اور اسلامی تہذیب و ثقافت وغیرہ سے متعلق متعدد کتابوں مثلاً "الاستشراق وجه للاستعمار الفکری"، "الحضارة والتمدن الاسلامی باقلام فلاسفة النصرای"، "السيرة النبویة واوهام المستشرقین"، "العقلیة والثقافة العربیة فی الجاهلیة" کے مصنف ہیں۔ اپنی کتابوں میں مغربی مفکرین کی تحریروں سے بہ کثرت استشہاد کرتے ہیں۔

¹⁵⁷ آسٹریائی و ہنگرین صحافی اور مشہور نو مسلم اسکالر۔ اصل نام لیوپولڈ ویس (Leopold Weiss) تھا۔ یہودی زہنی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ 1926ء میں اسلام قبول کیا۔ عبرانی، آراہی، انگریزی، فرانسیسی، فارسی اور عربی زبانوں میں مہارت حاصل کی۔ مختلف ممالک کے سفر کیے اور ان میں قیام پذیر رہے۔ مکہ مدینہ میں تقریباً چھ سال کا عرصہ گزارا اور صحراے عرب کے مسافر بنے۔ جدید سعودی مملکت کے بانی شاہ عبدالعزیز (1875ء-1953ء) اور اس وقت کے ولی عہد شاہ فیصل (1906ء-1975ء) سے ملاقات کی۔ 1932ء میں برٹش انڈیا کا سفر کیا اور علامہ اقبال سے ملاقات کی۔ اقبال نے انھیں برٹش انڈیا میں قیام کرنے اور آزاد مسلم ریاست کے لیے جدوجہد کرنے کی دعوت دی۔ انھوں نے برصغیر میں مسلمانوں کے لیے الگ ریاست کے قیام کی حمایت کی۔ 1947ء میں پاکستان آگئے اور پاکستانی حکومت کی طرف سے انھیں پاکستان کے قیام کی حمایت کے اعتراف میں پاکستانی قومیت عطا کی گئی۔ نوزائیدہ پاکستانی ریاست کی اسلامی تشکیل کے حوالے سے اہم خدمات انجام دیں۔ پاکستان کی جانب سے اقوام متحدہ میں سفیر بھی رہے۔ اسلامی تہذیب و ثقافت اور جدید دور میں اسلام کو درپوش مسائل و مشکلات اور ان کے حل کے سلسلے میں نہایت نمایاں علمی کام کیا۔ "The Message of the Quran" کے نام سے قرآن حکیم کے ترجمے اور تفسیر کے علاوہ "The Road To Mecca"، "Islam at the Crossroads"، Principle of state And Government in Islam" وغیرہ متعدد دیگر علمی و فکری نگارشات پیش کیں۔ چین میں وفات پائی۔

فکرِ استشراق اور عالمِ اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [90] استشراق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

ہیں، جنھیں یوسف¹⁵⁸ بن اسرائیل¹⁵⁹ نے تعمیر کیا تھا۔ ہلیو بولیس کی شکل میں انہیں وہ خفیہ مستقر نظر آتا ہے، جہاں مقدس خاندان آرام فرما ہوا تھا۔ سمندر کے کنارے بکھری ہوئی ہڈیاں انہیں فرعون (Pharaoh)¹⁶⁰ اور اس کے لشکریوں کی ہڈیاں معلوم ہوتی ہیں، جو اسرائیلیوں سے مقابلے کے وقت یہاں ہلاک ہوئے تھے۔ یہی نہیں بلکہ اسرائیلیوں کو اپنے آباد اجداد کی نشانیاں مصر و عرب سے آگے بھی نظر آتی ہیں۔ 1472ء میں وینس کی ایک مہم کو ساسانی بادشاہ شاپور اول (Shapur I، 215ء-270ء)¹⁶¹ کی شکل میں تورات کا شمشون (Samson)¹⁶² نظر آگیا۔¹⁶³ دراصل اسرائیلیوں کو مشرق میں ہر طرف اپنے آباد اجداد کے آثار اس لیے نظر آتے ہیں کہ یہودی نہ صرف نیل سے فرات تک کے علاقے کو اپنے اجداد کی میراث سمجھتے ہیں بلکہ ساری دنیا پر حکمرانی کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ جن علاقوں پر ان کی خصوصی نظریں ہیں، ان پر اپنا دعویٰ ثابت کرنے کے لیے یہودیوں کو اس قسم کے آثار کی

¹⁵⁸ بنی اسرائیل سے تعلق رکھنے والے معروف پیغمبر۔ آپ کا زمانہ حیات سولہ سو قبل مسیح کا ہے۔ بائبل کے ساتھ ساتھ قرآن میں بھی آپ کا ذکر نہایت عظیم پیغمبر کے طور پر آیا ہے۔ قرآن میں پوری سورہ "یوسف" آپ کے احوال و آثار کے بیان پر مشتمل ہے۔

¹⁵⁹ حضرت یوسف علیہ السلام کے والد گرامی حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب اسرائیل تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کا بھی بائبل اور قرآن میں ایک عظیم پیغمبر کی حیثیت سے تذکرہ ہوا ہے۔

¹⁶⁰ فرعون قدیم مصر کے بادشاہ کا لقب تھا؛ جو بھی بادشاہ ہوتا، فرعون کہلاتا، فرعون کی جمع فراعنہ استعمال ہوتی ہے۔ واقعہ خروج سے متعلق فرعون کے بارے میں محققین کے ہاں بہت بحث ہے؛ بہت سے لوگوں نے اسے فرعون Thutmose II سے تعبیر کیا ہے، جس کا زمانہ اقتدار 1493 ق م-1479 ق م بتایا جاتا ہے۔ قدیم مصر کی قبلی نسل کی زبان میں فرعون سے مراد سورج دیوتا کا اور تاریخ لیا جاتا تھا۔

¹⁶¹ زمانہ اقتدار 240ء-270ء ہے۔

¹⁶² عبرانی بائبل میں مذکور قدیم اسرائیلی رہنماؤں کا ایک فرد، جسے دشمنوں کے خلاف لڑنے کے لیے معجزاتی طاقت عطا کی گئی تھی۔

¹⁶³ الجبری، الاستشراق و جلاستہار الفکری، 13۔

فکر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [91] استشرق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

ضرورت ہے۔

یہود و نصاریٰ نے کتاب مقدس کی اصلاح و تفسیر کے لیے جو کوششیں کیں ان سے دینی مقاصد تو پورے نہ ہوئے، بلکہ ان کی اکثریت کا اعتماد الہامی کتابوں سے اٹھ گیا، البتہ ان تحقیقات سے انھیں سیاسی اور اقتصادی فوائد ضرور حاصل ہوئے۔ اہل مغرب نے ان علاقوں میں اپنی نوآبادیاں قائم کرنے اور ان کے وسائل کو مغرب میں منتقل کرنے کے لیے ان تحقیقات سے بہت استفادہ کیا۔ اسلام سے مبارزت کے لیے ایسے افراد تیار کرنے شروع کیے گئے، جو مسلمانوں کے عقائد اور مذہبی اعمال کو اس انداز میں پیش کرنے کی مہارت رکھتے ہوں، جو مستشرقین کے موقف کے مطابق ہو۔ ان تربیت یافتہ لوگوں کو اسلامی ممالک میں تبلیغی مشنوں پر بھیجا جانے لگا۔ مغربی سیاست دانوں سے گٹھ جوڑ کیا گیا اور تبلیغی کاموں کی خاطر سرمائے کی فراہمی کے لیے حکومتوں کے علاوہ بڑی بڑی تجارتی کمپنیوں کے ساتھ بھی روابط قائم کیے گئے۔ اپنے کام کو منظم کرنے، اس کی رفتار تیز کرنے اور تبلیغی کاوشوں کا رخ متعین کرنے کے لیے وفاقاً قافلاً نفر نس منعقد کرنے کا پروگرام بنایا گیا۔¹⁶⁴ ان کانفرنسوں میں یہ لوگ جس قسم کے پروگرام بناتے ہیں اس کا اندازہ کرنے کے لیے 1906ء میں قاہرہ میں منعقد ہونے والی بشری کانفرنس کے ایجنڈے کی اہم شقیں ملاحظہ ہوں: دنیا میں مسلمانوں کی تعداد کا جائزہ؛ افریقہ، سلطنت عثمانیہ، ہندوستان، فارس، ملایا اور چین میں اسلام اور مسلمانوں کے حالات کا تفصیلی سروے؛ ایسی کتابوں کی تیاری اور اشاعت جن کو تعلیم یافتہ مسلمانوں اور مسلم عوام کے درمیان پھیلاتا ضروری ہے؛ لوگوں کو عیسائی بنانے کی کوششیں؛ مرتد ہو جانے والوں کا جائزہ؛ عیسائیت قبول کرنے والے غربا کی مدد؛ مسلم عورتوں کے معاملات؛ مبشرین کی تربیت اور باہمی رابطہ؛ مسلمانوں کے لیے نظام تعلیم۔¹⁶⁵

اس بشری کانفرنس کے ایجنڈے سے پتہ چلتا ہے کہ مبشرین کو اسلام اور مسلمانوں کی کتنی فکر تھی اور ان کے متعلق ان کی سوچ اور کام کا انداز کیا تھا! اس میں اہل اسلام کے علاوہ کسی دوسرے

¹⁶⁴ الازہری، ضیاء النبی، 6/245۔

¹⁶⁵ محمد الدھان، قوی الشر المتخالفہ و موثقہا من الاسلام و المسلمین (القاہرہ: دار لوقا للطباعۃ والنشر المنصورہ، سن)،

فکر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [92] استشرق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

مذہب کے لوگوں میں عیسائیت کی تبلیغ کا ذکر تک نہیں کیا گیا۔ جس سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس سلسلے میں ان کا ہدف خاص طور پر اسلام اور مسلمان ہی تھے۔ ڈاکٹر الجبری نے لکھا ہے کہ سینی گال کے فرانسیسی مستشرقین لوگوں کو دو مسائل حیات سے محروم کرتے تھے، پھر غریب سینی گالیوں کو تذاتی اشیاء مثلاً چاول، گھی اور آٹے کی شکل میں امداد پیش کرتے تھے۔ مگر امداد کی شرط یہ تھی کہ ہر صاحب حاجت خاندان اپنے ایک پندرہ سالہ بچے کو کلیسا کے حوالے کرے، تاکہ کلیسا سے اپنے مدارس میں تعلیم دے۔ ساتھ یہ بھی وعدہ لیا جاتا تھا کہ اگر کسی خاندان نے بچے کی تعلیم سے قبل اس کی واپسی کا مطالبہ کیا، تو اس نے جتنی امداد حاصل کی ہوگی، سب لوٹانا پڑے گی۔¹⁶⁶

عیسائیت کی تبلیغ و اشاعت اور اس ضمن میں مشرقی علاقوں اور مسلم ممالک میں استشرقی و تبشیری کوششوں اور ان کے مغرب اور مسیحیت کے حق میں دوسرے نتائج سے اہل استشرق و تبشیر کو خصوصی دلچسپی رہی ہے۔ تاریخ سے واضح ہے کہ سترھویں صدی کے آغاز سے کلیسا اور مغربی حکومتوں کی مدد و معاونت کے ذریعے مغرب سے عیسائی مشن مسلم ممالک و امصار میں آنے لگے تھے۔ ان مشنوں کے کام اور حکمت عملی کے خطوط سے متعلق مواد سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مختلف ممالک اور فرقوں وغیرہ سے متعلق ہونے کی بنا پر مختلف اور متنوع مقاصد و اہداف کے تحت کام کرتے اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے۔ انھوں نے مسلم طلبہ میں مسیحیت پھیلانے کی غرض سے سکول کھولے؛ جہاں محسوس کیا کہ مسلمان اپنے بچوں کو عیسائی سکولوں میں بھیجنے سے ہچکچاتے ہیں، وہاں سکولر سکول قائم کر کے اپنے مقاصد کے لیے کام کیا۔ یہ کوششیں بھی کی گئیں کہ مسلمانوں کے ذہنوں سے غیر مطلوب تصورات و عقائد نکالنے کے لیے مغربی جامعات سے ایسے مسلمانوں کو ڈگریاں دے کر مبشر بنایا جائے، جو کمزور طبیعتوں اور منتشر شخصیتوں کے مالک ہوں، اور مشرق میں مغربی انداز کی سماجی تبدیلیوں کے لیے مغربی مبشرین کی مدد کر سکیں۔ مغربی جامعات کی ڈگریوں کی کشش کو مغربی مقاصد کے حصول کے لیے کام میں

¹⁶⁶ الجبری، الاستشرق وچہ للاستعمار الفکری، 158۔

فکرِ استشراق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [93] استشراق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

لانے کی حکمتِ عملی کو مد نظر رکھنا ضروری خیال کیا گیا۔¹⁶⁷ مختلف ممالک اور آبادیوں میں عیسائیت کی تبلیغ کے کام پر توجہ کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان کے لیے باقاعدہ ہدف مقرر کیے جاتے۔ مثلاً انڈونیشیا میں 1967ء منعقد ہونے والی ایک تبشیری کانفرنس میں ہدف مقرر کیا گیا کہ جزیرہ جاوا میں مسلمانوں کو بیس سال میں عیسائی بنایا جائے اور انڈونیشیا کے تیرہ کروڑ مسلمانوں کو پچاس سال میں دائرہ مسیحیت میں لایا جائے۔¹⁶⁸

مبشرین کے وہ ادارے جو دنیا بھر میں اسلام کے طول و عرض میں کام کر رہے تھے، انھیں منظم کرنے کی غرض سے قومی اور بین الاقوامی سطح پر تنظیمیں بھی قائم ہوئیں، جو بہت بڑی تعداد میں اور وسیع دائرہ کار کی حامل تھیں۔ 1795ء میں لندن کی تبشیری کونسل وجود میں آئی۔ اس تنظیم کے نچ پر سکاٹ لینڈ، ہالینڈ، سویڈن، ناروے اور نیویارک وغیرہ میں بھی تنظیمیں قائم ہوئیں۔ 1885ء میں برطانیہ اور امریکا کے مسیحی نوجوانوں کی تنظیم قائم ہوئی، جس کے تحت مختلف علاقوں میں عیسائیت کی تبلیغ کے لیے رضا کاروں کی جمعیت وجود میں آئی۔ اس جمعیت کی طرف سے انجیل کی زیادہ سے زیادہ اشاعت پر زور دیا گیا۔ 1890ء میں جرمن تبشیری کونسل قائم ہوئی، جس کے تبشیری مشن میں دیگر مقاصد کے ساتھ ساتھ ترکی خلافت کو ختم کر کے اسرائیل میں یہودی ریاست قائم کرنا تھا۔ 1895ء میں عالمی تنظیم برائے عیسائی طلبہ اتحاد قائم ہوئی۔ اس تنظیم میں چالیس علاقوں یا اقوام سے تعلق رکھنے والے تقریباً ایک لاکھ مسیحی اساتذہ اور طلبہ نے شمولیت

¹⁶⁷ الدھان، قوی الشراعت، 100۔ مغربی تعلیمی اداروں میں مسلم طلبہ کے داخلے کی مجبوری سے ان کے استحصال اور مشنری مقاصد سے ادارے کی انتظامیہ کے تمسک سے متعلق ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ ادارے کی کسی پالیسی سے اختلاف کی بنا پر مسلم طلبہ کو یہ باور کرانے کی کوشش کی جاتی کہ انھیں اسی پالیسی کے مطابق عمل کرنا ہے۔ بیروت کی "الجماعة الامریکیہ" میں جب مسلم طلبہ نے ایک دفعہ اس بنا پر کلاسوں کا بائیکاٹ کیا کہ ان کو عیسائی طریقے پر عبادت کے لیے مجبور کیا جاتا ہے، تو انتظامیہ نے جواب دیا کہ یہ ایک عیسائی ادارہ ہے اور عیسائیوں کے مال سے شروع کیا گیا ہے، یہاں داخلہ لینے والے طلبہ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان سے کیا مطالبہ کیا جاسکتا ہے! (الدھان، قوی الشراعت، 98)

¹⁶⁸ الجبری، الاستشراق وجہ للاستعمار الفکری، 101۔

فکرِ استشراق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [94] استشراق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

اختیار کی۔ 1902ء میں نوجوانوں میں عیسائیت کی تبلیغ کی غرض سے ایک تنظیم وجود میں آئی۔ اس نے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں میں میں مبشرین کی تبلیغ عیسائیت کی قبولیت کی راہ ہموار کرنے کی کوشش کی۔ 1907ء میں ایک تنظیم عمر رسیدہ لوگوں میں تبلیغ عیسائیت کی غرض سے قائم ہوئی۔ اس نوع کی ہزاروں تنظیمیں ہیں، جو اب بھی مسلم ممالک میں اپنے اپنے طور پر مصروف عمل ہیں۔¹⁶⁹

سیاسی و استعماری اہداف

ایڈورڈ ڈبلیو سعید نے تحریکِ استشراق کے اہتمام و انضباط کو اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں اہل مغرب کی سیاسی مقاصد کے حصول کی کوششوں کا شاخسانہ قرار دیا ہے۔¹⁷⁰ اہل مغرب نے مسلمانوں کے ممالک پر قبضہ کرنے کا خواب دیکھا، تو انھوں نے صدیوں کے تلخ تجربات کی بنا پر تلوار کے استعمال کو خلافِ مصلحت سمجھا۔ انھوں نے انسانوں کی ایسی جماعتیں تیار کیں، جنہوں نے علم و محبت اور خدمتِ انسانیت کے حسین جامے زیب تن کر رکھے تھے۔ ان کا کام یہ تھا کہ جب عملی طور پر اہل مغرب ان ممالک پر اپنا سیاسی تسلط قائم کرنے کے لیے آگے بڑھیں، تو ان ممالک کے شہریوں کی طرف سے کسی قسم کی مزاحمت کا امکان نہ ہو۔ یورپی طاقتوں ہالینڈ، فرانس اور انگلستان نے مستشرقین اور مبشرین کی بھرپور حوصلہ افزائی کی اور ان پر پانی کی طرح روپا بہایا۔ مستشرقین اور مبشرین میں سے اکثر لوگ مغربی طاقتوں کے تنخواہ دار ملازم تھے۔ ان ملازمین نے دولت کے بل بوتے پر تعلیمی اداروں، ہسپتالوں، فلاحی اداروں، غریبوں اور محتاجوں کے لیے امدادی منصوبوں، اخبارات و رسائل، کتابوں اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے مسلمانوں کو اپنے رنگ میں رنگنے کی بھرپور کوششیں کیں۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی (1914ء-1999ء)¹⁷¹

¹⁶⁹ الجبری، الاستشراق وجہ للاستعمار الفکری، 105-106۔

¹⁷⁰ Said, *Orientalism*, 201-204.

¹⁷¹ معروف ہندوستانی عالم دین۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے تعلیم حاصل کی۔ عربی، فارسی اور اردو میں مہارت حاصل کی۔ اسلامی فکر و تہذیب کے حوالے سے قابلِ قدر علمی و تحقیقی کام کیا۔ آپ کی دلچسپی کا خاص موضوع مسلمانوں کے زوال کے اسباب اور ان کی عظمتِ رفتہ کی بحالی رہا۔ ماذا خسر العالم بانحطاط

فکرِ اشتراق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [95] اشتراق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

کے مطابق مستشرقین عام طور پر مغربی حکومتوں اور اہل اقتدار کا ہر اول دستہ رہے ہیں۔ وہ مغربی حکومتوں کو علمی کمک پہنچاتے ہیں۔ وہ مشرقی اقوام و ممالک کے رسم و رواج، طبیعت و مزاج، طریق ماند و بود اور زبان و ادب بلکہ جذبات و نفسیات کے متعلق صحیح اور تفصیلی معلومات فراہم کرتے ہیں، تاکہ ان پر مغرب کو حکومت کرنا آسان ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ ان حالات و تحریکات اور عقائد و خیالات کا "توز" کرتے رہتے ہیں، جو ان حکومتوں کے لیے پریشانی اور دردِ دسر کا باعث ہیں، اور ایسی ذہنی اور علمی فضا پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جس میں ان حکومتوں کی مخالفت کا خیال ہی پیدا نہ ہونے پائے۔ اس کے بالمقابل ان کی تہذیب کی عظمت اور ان کی خدمات کی ایسی وقعت پیدا ہو اور اپنے ملک کی اصلاح و ترقی اور ان کو مغرب کے نقش قدم پر لے چلنے کا ایسا جذبہ پیدا ہو کہ ان مغربی حکومتوں کے ہٹ جانے پر بھی ان کا دینی اور تہذیبی اقتدار قائم رہے۔ اسی بنا پر مغربی حکومتوں نے مستشرقین کی اہمیت و افادیت کو پوری طرح محسوس کیا اور ان کے سربراہوں نے ان کی پوری سرپرستی کی، اور اس مقصد کے تحت مختلف ممالک کے مستشرقین عالم اسلام سے متعلق رسائل اور مجلات شائع کرتے رہے ہیں، جن میں عالم اسلام کے مسائل اور رجحانات پر مبصرانہ تبصرے اور ماہرانہ مضامین شائع ہوتے ہیں۔¹⁷²

مستشرقین کے سیاسی مقاصد میں سے ایک مقصد "مسلم مسیحی اتحاد" قائم کرنا بھی ہے۔ اس دور میں اس مقصد کے حصول کے لیے بڑی منظم کوششیں جاری ہیں۔ عیسائیوں نے نہایت ذہین افراد کو اس کام پر لگایا ہوا ہے، جو مشرقی یونیورسٹیوں میں لیکچرز کی شکل میں مذکورہ مقصد کے لیے مسلمان نوجوانوں کو ذہنی طور پر تیار کرتے ہیں۔ یورپی اور امریکی حکومتیں اپنے سیاسی مقاصد میں معاونت کے لیے مسلم علماء اور سکالرز کو بھاری معاوضے ادا کرتی ہیں۔ اس حوالے سے جنوری

المسلمین (اردو ترجمہ: انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر)، "تاریخ دعوت و عزیمت" اور "مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش" سمیت پچاس کے قریب کتابیں اور بہت سے مقالات تحریر کیے۔ آپ کی عربی اور اردو تصانیف کے دنیا کی متعدد زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں۔

¹⁷² ابو الحسن علی ندوی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش (کراچی: مجلس نشریات اسلام، 1981)،

فکرِ استشراق اور عالمِ اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [96] استشراق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

2006ء کے روزنامہ جنگ میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ قابل ذکر ہے۔ اس رپورٹ میں امریکی اخبار کے حوالے سے کہا گیا ہے کہ مسلمان علما و دانش وروں اور ممتاز شخصیات کو امریکی موقف اور پالیسیوں کی حمایت کے لیے معقول معاوضے ادا کرنے کا امریکی پروگرام نہایت خاموشی سے جاری ہے، اور اس سلسلے میں 2005ء کے اوائل میں امریکی محکمہ دفاع نے اپنے کنٹریکٹر لنکن گروپ نامی پبلک ریلیشن کمپنی سے کہا تھا کہ وہ عراق کے سنی علما اور شخصیات میں سے ایسے علما کی نشان دہی کرے جو عراق کے صوبہ الانبار سے تخریب کاری ختم کرنے اور عراقی انتخابات میں حصہ لینے کی حمایت میں رائے عامہ ہموار کرنے میں مدد دے سکیں۔ گروپ کے ایک وفد نے 2005ء کے اوائل میں پاکستان کے ایک وفاقی وزیر سے بھی ملاقات کی تھی۔ امریکی اخبار نے انکشاف کیا ہے کہ اب بھی چار عراقی سنی علما اور دانش ور امریکی فوج کے لیے تجاویز، مشورے اور حقائق پر مبنی رپورٹیں تیار کرنے کا کام کر رہے ہیں، جب کہ لنکن گروپ کے ایک اعلیٰ عہدے دار کا کہنا ہے کہ ان کی کمپنی مذہبی شخصیات، سرکاری حکام اور مقامی بزنس مینوں سے بھی ملاقاتیں کر کے مختلف مسائل پر تبادلہٴ خیال کرتی ہے۔ تاہم انھوں نے مزید تفصیلات بتانے سے گریز کیا ہے۔ کمپنی کے ریکارڈ سے پتہ چلتا ہے کہ گذشتہ مئی اور ستمبر کے دوران عراق کے صوبہ الانبار میں انفرمیشن آپریشن پر کئی لاکھ ڈالر خرچ کیے گئے۔¹⁷³ ایک تحقیق کے مطابق امریکی وزارتِ خارجہ کو ہدایت کی گئی ہے کہ اپنے مالی ذرائع اور افرادی وسائل کو استعمال کرتے ہوئے اس بات کے انتظامات کیے جائیں کہ مسلمانوں میں بنیاد پرست طبقے مقبولیت حاصل نہ کر سکیں۔ مسلم معاشروں کو جدت پسندی کے نام پر مغربی رنگ میں رنگ دیا جائے اور وہاں صرف وہی اسلام باقی رہ جائے جو امریکی و مغربی افکار و تصورات سے ہم آہنگ ہو۔ اس مقصد کے لیے رشوت کی گرم بازاری بھی ہے، ترغیبات کی فتنہ سامانی بھی اور آلاتِ حرب و ضرب کی دہشت ناک بھی۔¹⁷⁴ مستشرقین کی اکثریت چوں کہ وزارتِ خارجہ کے محکموں سے وابستہ ہے اس لیے سیاسی طور پر انھیں اپنے منصوبے روبرو عمل لانے کے لیے خاطر خواہ سہولتیں میسر ہیں۔ باخبر لوگ ان کی ان

¹⁷³ روزنامہ جنگ، لاہور، 6 جنوری 2006ء۔

¹⁷⁴ ڈاکٹر محمد امین، "روشن خیالی کی امریکی اساسات"، نوائے وقت، اگست 8-9، 2006ء۔

فکر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [97] استشرق اور مستشرقین؛ تعارف اور تاریخ و اہداف

سرگرمیوں سے بخوبی واقف ہیں، جو یہ لوگ عرب ممالک میں شبانہ روز جاری رکھے ہوئے ہیں۔¹⁷⁵ ڈاکٹر سباعی نے عرب ممالک میں استشرقی حوالے سے سیاسی مقاصد کے حصول کے لیے اہل مغرب کی سفارتی کاروائیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ عرب کے تمام ممالک کے سفارتی مراکز میں سیاسی پالیسی کے نام پر کسی خاص سیکرٹری یا کلچر اٹاچی کا تقرر کر دیا جاتا اور تقرر کے ساتھ یہ شرط لگادی جاتی کہ وہ عربی زبان کا ماہر ہو، تاکہ اپنی علمی سند کی بنا پر اس ملک کے اہل قلم، صاحب فکر اور سیاسی عناصر سے اپنا رابطہ قائم کر کے اپنی سفارتی پالیسی کے تحت ان میں شورش و کشمکش کی تازہ روح اور نئی غذا فراہم کرتا رہے۔ ہماری آنکھیں اس کے سنگین نتائج دیکھ چکی ہیں۔ بہت سے عربی ممالک میں یہ کھیل کھیلا گیا، جو ان میں آپس کی تفریق اور ملکی انتشار کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ ان سفرانے۔ جن میں سے بہت سے اب بھی اپنی جگہوں پر فائز ہیں۔ عربی اور اسلامی اصطلاح میں فرق کر کے ان کے ملکی دوستانہ تعلقات کو ٹھیس پہنچائی۔ انھوں نے خیر سگالی کے معصوم جذبے کے تحت عرب ممالک کی طاقت کو منتشر کیا، لیکن یہ سب کچھ اس وقت ہوا جب انھوں نے اپنے ملک کے کرتادھر تالوگوں کو اپنا فلسفہ اچھی طرح سمجھا دیا اور ان پر ان کی عوامی سیاسی کمزوریوں کو واضح کر دیا، اور جب اس ملک کے رہنے والوں نے فرقہ وارانہ رخنوں کو سامراجی مصالح کی آڑ سے دیکھ لیا تھا۔ یہ لوگ، عرب ممالک میں اس پرانی قومیت کو۔ جسے گردش زمانہ نے صدیوں نظروں سے اوجھل کر دیا تھا۔ اہمیت دے کر زندہ کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ اسلام سے پہلے عرب کی "قومی کہانیوں" کو یاد دلاتے ہیں۔ ان کی زبان، عقیدہ اور ملک کی ایکتا کو ابھارتے ہیں۔ نصف صدی گزر گئی مگر یہ لوگ مسلسل مصر میں فرو عونیت، شام میں فنیقیہ اور عراق میں اشوریت کو دوبارہ زندگی دینے پر تلے ہوئے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ "اخوت و ایکتا" کے نام پر گروہی طبقے جاگ اٹھیں۔ آزادی کی قوت سلب ہو اور ہماری ہی زمین پر ہماری قوت، آزادی اور سیاست دم توڑ دے، اور عقیدہ و تاریخ میں انتشار پیدا ہو۔¹⁷⁶

¹⁷⁵ ذیل احمد حامدی، مرتب: نظام اسلامی مشاہیر اسلام کی نظر میں (لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، 1963)، 437۔

¹⁷⁶ الدکتور محمد مصطفیٰ السباعی، المستشرقون والاسلام، ترجمہ۔ مولانا سلیمان شمس ندوی (لاہور: ادارہ اسلامیات،

لکھنؤ، 1981ء [استشرق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

معاشی و اقتصادی اہداف

اہل مغرب خصوصاً اٹلی کے لوگوں کے مشرقی ممالک کے ساتھ قدیم تجارتی تعلقات تھے۔ اہل مشرق کے ساتھ اپنے تجارتی تعلقات کو اچھے طریقے سے طے کرنے کے لیے انھوں نے عربی زبان کی تحصیل پر خصوصی توجہ دی۔ یہاں تک کہ 1265ء میں تونس اور اٹلی کے شہر بیزا (Pisa، پیسا) کے تاجروں کے مابین جو تجارتی معاہدہ ہوا، اسے عربی زبان میں لکھا گیا۔ وینس کو مشرق و مغرب کے درمیان ہمزہ وصل کی حیثیت حاصل تھی۔ یہاں کے لوگ عربی زبان بھی بولتے تھے۔ 1453ء میں سلطان محمد ثانی (سلطان محمد فاتح) نے قسطنطنیہ فتح کیا تو عربی کے ساتھ ساتھ ترکی کو بھی رائج کر لیا۔ اہل مشرق کے ساتھ اٹلی کی تجارت کو دیکھ کر فرانس بھی اس طرف متوجہ ہوا۔ فرانسیسیوں نے 1665ء میں مشرقی ممالک کے سروے کے لیے ایک مہم ترتیب دی۔ اس مہم کے ارکان کی اکثریت مختلف شعبوں کے علماء و ماہرین پر مشتمل تھی۔ ان لوگوں نے فرانسیسیوں کے لیے ممالک شرقیہ کے خزانوں کا سراغ لگایا، اور مختلف طریقوں سے انھیں حاصل کرنے کی کوشش کی۔¹⁷⁷ بعد میں اس قسم کی کوششوں میں انگلینڈ بھی شامل ہو گیا۔ انگلینڈ کی ایسٹ انڈیا کمپنی نے برصغیر میں جو کردار ادا کیا تھا، وہی کردار دیگر ممالک اسلامیہ میں کئی مغربی کمپنیوں نے انجام دیا۔ جرمنی اور امریکا بھی اس میدان میں کود گئے، اور ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوششوں میں مصروف ہو گئے۔ انھوں نے ممالک اسلامیہ میں پھیلے ہوئے خام مال کے ذخیروں اور دوسری دولت کو مغرب میں منتقل کرنے کے لیے ریلوے لائنیں بچھائیں۔ نپولین (Napoleon Bonaparte، 1769ء-1821ء)¹⁷⁸ نے مصر پر حملہ کیا تو وہ

¹⁷⁷ الجبری، الاستشرق وجہ لاستعمار الفکری، 76۔

¹⁷⁸ مشہور فرانسیسی سپہ سالار اور حکمران۔ عرصہ اقتدار 1804ء-1815ء ہے۔ انقلاب فرانس کے دوران شہرت حاصل کی۔ تاریخ کے بڑے اور ماہر سپہ سالاروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس کی فوجی مہمات دنیا بھر کے ملٹری اداروں میں مطالعہ کی جاتی ہیں۔ یورپ کے بہت سے علاقے فتح کیے اور وسیع سلطنت قائم کی۔ مذہب رومن کیتھولک سیسٹی تھا، لیکن کیتھولک ممالک میں پروٹسٹنٹس اور یہودیوں کو بھی آزادی دی۔ یہودیوں کو فرانس سے

فکرِ استشراق اور عالمِ اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [99] استشراق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

اپنے ساتھ علما کا ایک لشکر بھی لایا تھا، تاکہ وہ ممالکِ شرقیہ کی دولت کا کھوج لگائیں اور اس کو اہل مغرب کے لیے حاصل کرنے کی تدبیریں سوچیں۔ واسکو ڈے گاما (Vasco da Gama) 1560ء-1524ء¹⁷⁹ کے ہندوستان کے سفر کے بعد پرتگال کی تجارتی کمپنیاں مشرقی ممالک میں سرگرم عمل ہو گئیں۔¹⁸⁰ ڈاکٹر الجبری نے مشرق کے متعلق مغربی لوگوں کے لوٹ کھسوٹ اور ظلم و ستم کے رویے کے بارے میں سدنی لو (Sidney James Mark Low، 1857ء-1932ء)¹⁸¹ کے حوالے سے لکھا ہے کہ مغرب کی عیسائی حکومتیں کئی سالوں سے اہم شرقیہ کے ساتھ جو سلوک کر رہی ہیں، اس کی بنا پر یہ چوروں کے اس گروہ سے مشابہت رکھتی ہیں، جو پرسکون آبادیوں میں داخل ہوتے، ان کے مزدور مکینوں کو قتل کرتے اور ان کا مال اسبابِ لوٹ کر لے جاتے ہیں۔ یہ حکومتیں آگے بڑھنے کی تگ و دو میں مصروف اقوام کے حقوق پامال کر رہی ہیں۔ یہ عیسائی قومیں اہل مشرق کے ساتھ معاملہ کرنے میں ہر قسم کی خوبیوں سے اس طرح تہی و امن ہو گئی ہیں کہ زمانہ قدیم کے ظالم ترین لشکروں میں بھی اس کی مثال نہیں ملتی۔¹⁸²

بہت سے مستشرقین روزی کمانے کے لیے تحریکِ استشراق میں شامل ہو گئے۔ بہت سے فضلا اس کو ایک کامیاب پیشے کے طور پر اختیار کرتے ہیں۔ بہت سے ناشرین اس بنا پر کہ ان کی کتابوں کی، جو مشرقیت و اسلامیات پر لکھی جاتی ہیں، یورپ اور ایشیا میں بڑی منڈی ہے، اس کام کی ہمت افزائی اور سرپرستی کرتے ہیں، اور بڑی سرعت کے ساتھ یورپ اور امریکا میں ان موضوعات پر

نکلنے کی کسی تجویز کو منظور نہ کرنے کا اعلان کیا۔ یہودیوں میں مقبولیت کی بنا پر رشین کیتھولک چرچ کی جانب سے "دشمنِ خدا" کہا گیا۔

¹⁷⁹ مشہور پرتگالی سیاح، جس نے ہندوستان تک پہنچنے کا بحری راستہ معلوم کر کے ایشیا میں طویل نوآبادی شہنشاہیت کی راہ ہموار کی۔ گاما 20 مئی 1498ء کو ہندوستانی ریاست کیرالہ کے شہر کالی کٹ پہنچا تھا۔

¹⁸⁰ الازہری، فیاء النبی، 6/278-279۔

¹⁸¹ انگریز ادیب، صحافی اور مورخ۔ انگریزی تاریخ و حکومت کے موضوع پر متعدد کتابیں تحریر کیں۔

¹⁸² الجبری، الاستشراق و جلاستعمار الفکری، 108۔

فکرِ استشراق اور عالمِ اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [100] استشراق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

کتا میں شائع ہوتی ہیں، جو بہت بڑی مالی منفعت اور کاو بار کی ترقی کا ذریعہ ہیں۔¹⁸³ ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی کے مطابق اہل مغرب نے مسلمانوں کے ساتھ تجارتی معاملات کا سلسلہ شروع کیا؛ مسلمان ملکوں نے ان کی مصنوعات کو قبول کیا، اور انھوں نے مسلمانوں کے قدرتی خام مال کی قیمتیں دنیا شروع کیں، جس کی وجہ سے مقامی صنعت و حرفت کے مراکز ختم ہوئے اور ان کی جگہ مغرب کے فولادی کارخانے قائم ہونے لگے۔¹⁸⁴

علمی و تحقیقی اہداف

تحریکِ استشراق کے علمی مقاصد میں یورپی ورسٹیوں میں علومِ شرقیہ کی تعلیم، دنیا کے طول و عرض میں مدارس کا قیام، مخطوطات جمع کرنا، مختلف کتابوں کی تحقیق، کتابوں کو شائع کرنا، عربی کتابوں کے مختلف زبانوں میں ترجمے کرنا، اور مختلف موضوعات پر کتابیں تالیف کرنا شامل ہیں۔ لیکن ان تمام علمی کاوشوں کے پیچھے خدمتِ علم کے جذبے سے کہیں زیادہ اسلام اور مسلمانوں سے مقابلہ مقصود نظر آتا ہے۔ بلاشبہ مستشرقین میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں، جنہوں نے صرف علم کے حصول اور خدمتِ علم کے جذبے سے اپنی زندگیاں تحقیق کے خارزار میں گزار دیں، انتہائی دماغ سوزی، دیدہ ریزی اور جفاکشی سے کام لیا، جس کی داد نہ دینا اخلاقی کوتاہی اور علمی نالانصافی ہے۔ انھی کی کوششوں سے بہت سے مشرقی و اسلامی علمی جواہرات و نوادر پردہٴ خفا سے نکل کر منظر عام پر آئے اور جاہل و ارتھوں اور ظالم کیڑوں کی دست برد سے محفوظ ہو گئے۔ متعدد اعلیٰ اسلامی ماخذ و تاریخی وثائق ہیں، جو ان کی محنت و ہمت سے پہلی مرتبہ شائع ہوئے، اور مشرق کے اہل علم نے ان سے اپنی آنکھوں کو روشن کیا۔ اس علمی اعتراف کے باوجود یہ بھی حقیقت ہے کہ مستشرقین نے بالعموم اسلامی علوم کے وسیع مطالعے سے حقیقی فائدہ حاصل نہیں کیا۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ نتائج ہمیشہ مقاصد کے تابع ہوتے ہیں، اور مستشرقین کا کام چوں کہ اپنے مخصوص مقاصد کے تحت عام طور پر کمزوریوں کو تلاش کرنا اور ان کو چکانا ہوتا ہے، اس لیے

¹⁸³ ابوالحسن علی ندوی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، 257۔

¹⁸⁴ السباعی، المستشرقون والاسلام، 35، 34۔

فکر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [101] استشرق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

صفائی کے ایک انسپٹر کی طرح ان کو گلزار و جنت نشاں شہر میں صرف غیر صحت مند مقامات ہی نظر آتے ہیں۔¹⁸⁵

استشرق اور مستشرقین کے تعارف اور تاریخ و اہداف سے متعلق اوپر کی بحث کا حاصل یہ ہے کہ استشرق ایک تحریک ہے، جو مشرقی اقوام خصوصاً ملت اسلامیہ کے مذاہب، زبانوں، تہذیب و تمدن، تاریخ و ادب، انسانی قدروں، ملی خصوصیات، وسائل حیات اور امکانات کا مطالعہ کرتی ہے۔ اس تحریک سے وابستہ لوگ مستشرقین کہے جاتے ہیں۔ استشرق اور مستشرقین کے مشرقی و اسلامی مطالعات اس دعوے کے ساتھ سامنے آتے ہیں کہ ان میں تحقیق کا معروضی انداز اختیار کیا جاتا ہے؛ کسی قسم کی جانب داری کا رویہ اختیار نہیں کیا جاتا۔ لیکن تحقیق سے مستشرقین کے اس دعوے کی صداقت ثابت نہیں ہوتی؛ ان کے مطالعات موضوعی اور اسلام کے خلاف جانب داری کا پہلو لیے ہوئے نظر آتے ہیں۔ واضح محسوس ہوتا ہے کہ تحریک استشرق اپنے زیر نظر مطالعات معروضی تحقیق کے لبادے میں اس غرض سے کر رہی ہے کہ مغرب متعلقہ اقوام کو اپنی ذہنی غلام بنا کر ان پر اپنا مذہب اور اپنی تہذیب مسلط کرے اور ان پر سیاسی و تہذیبی غلبہ حاصل کر کے انہیں مغلوب رکھے اور ان کے وسائل حیات کا استحصال کرے۔ مستشرقین اپنے مخصوص ذہنی پس منظر کی بنا پر بالعموم اسلام اور پیغمبر ﷺ کے خلاف بغض و عناد اور نفرت و عداوت سے مملو جذبات کے حامل ہوتے ہیں۔ یہ لوگ اکثر و بیشتر یہود و نصاریٰ ہیں، جو شروع ہی سے اسلام اور مسلم دشمن رہے تھے۔ صلیبی جنگوں کی شدید ترین اور غیر منقطع تلخیوں نے اس موروثی و ازلی اسلام دشمنی کو بام عروج پر پہنچا دیا۔ ابتدا میں تو یہ دشمنی گالیوں اور یاوہ گویوں کا سا انداز لیے ہوئے تھی، جیسا کہ کامیاب دشمن کے مقابلے میں ناکام دشمن کا عام و تیرہ ہوتا ہے۔ لیکن بعد میں، جب اہل مغرب کو سیاسی و مادی غلبہ حاصل ہوا، تو یہ اسلام دشمنی ایک باقاعدہ علم و فن اور سائنس کی شکل اختیار کر گئی۔ علمی تحقیق کے نام پر اسلام اور پیغمبر ﷺ پر یکچوڑ اچھالنے کا بیڑا اٹھایا گیا۔ مستشرقین کی علمی و تحقیقی سرگرمیوں کی مغربی حکومتوں کی جانب سے باقاعدہ پشت پناہی کی گئی۔ مختلف مذہبی و دینی، سیاسی و استعماری، معاشی و

¹⁸⁵ ابوالحسن علی ندوی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، 136۔

فكر استشراق اور عالم اسلام میں اس كا اثر و نفوذ [102] استشراق اور مستشرقین: تعارف اور تاریخ و اہداف

اقتصادی اور علمی و تحقیقی اغراض و اہداف کی خاطر مسلسل سامنے آرہے استشراقی اسلامی مطالعات میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مغرب کے مفادات کی آب یاری کی کوششیں واضح دکھائی دیتی ہیں۔

استشراتی فکر و مطالعاتِ اسلام اور ان کی نوعیت

گذشتہ بحث سے یہ حقیقت عیاں ہو رہی ہے کہ مستشرقین کے ہاں اسلام کے حوالے سے تعصب اور عدم معروضیت کا رویہ پایا جاتا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے اسلامی مطالعات میں موضوعی انداز فکر و نظر کے حامل رہے ہیں۔ اُوہ اپنے مخصوص مقاصد کے لیے اسلام کی غیر حقیقی اور مسخ شدہ تصویر پیش کرتے رہے ہیں۔ ان کی کوشش یہ رہی ہے کہ اسلام کو لوگوں کے سامنے اس انداز سے پیش کیا جائے کہ وہ ان کو کوئی غیر معمولی اور خاص وقعت کی چیز محسوس نہ ہو بلکہ اس کے برعکس انسانی ترقی و تمدن کی راہ میں مزاحم دکھائی دے۔ اس سلسلے میں وہ کئی جہتوں میں کام کرتے اور مختلف نتائج سامنے لاتے ہیں۔ عالم اسلام کے تناظر میں دیکھیں تو ان کی کوششوں کا اہم مقصد مسلمانوں کو اپنے دین سے متعلق متشکک و متردد بنانا، اسلامی اقدار و تہذیب کو مغربی اقدار و تہذیب کے

اس میں شبہ نہیں کہ مستشرقین کی جانب سے یہ دعویٰ تکرار کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ ان کے مطالعات معروضی ہوتے ہیں، لیکن اس دعوے کو جزوی اور استثنائی مثالوں کی حد تک ہی درست قرار دیا جاسکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام سے متعلق مستشرقین کے مطالعات میں غیر معروضیت نہ چاہتے ہوئے بھی آجاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے ذہنوں میں اسلام مخالف سوچ بہت گہری اور گہرے تاریخی عوامل کا شاخسانہ ہے، جس پر گذشتہ صفحات میں قدرے تفصیل سے روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ علامہ اسد نے مغربی اہل قلم کے ذہنوں میں موجود اس گہری اسلام دشمنی اور اس کے نتائج کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایک مغربی گوہندومت اور بدھ مت کو قبول نہ کرے، لیکن ان مذاہب پر غور کرتے وقت وہ ایک متوازن اور معتدل ذہنی کیفیت برقرار رکھ سکتا ہے، اس کے برعکس اسلام کی طرف متوجہ ہوتے ہی اس کی ذہنی کیفیت بدل جاتی ہے، اس میں جذبہ عصبيت داخل ہو جاتا ہے۔ ایک قلیل استثناء کے ساتھ بڑے بڑے مستشرقین بھی اپنی اسلام سے متعلق تحریرات میں غیر سائنٹفک رویے اور غیر جانب دارانہ طرز عمل کے حامل دیکھے جاسکتے ہیں۔ ان کی تحقیقات سے ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے اسلام ایک ملزم ہے جو کسی جج کے روبرو کھڑا ہے۔ بعض مستشرقین سرکاری دکیل کا فرض انجام دیتے ہیں جو ملزم سے اقبال جرم کرانے پر مصہر رہتا ہے۔ بعض دوسرے وکیل صفائی کا فرض انجام دیتے ہیں، ان کے نزدیک ملزم مجرم تو ضرور ہے، لیکن مخصوص حالات میں اسے کچھ رعایت دینی چاہیے۔ ملاحظہ کیجیے:

Muhammad Asad, *Islam at the Cross Roads* (Lahore: Arafat Publications, 1955), 63-64.

فکر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [106] استشرقی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

مقابلہ میں کم تر ثابت کرنا اور انھیں یہ باور کرانا ہے کہ وہ مغربی تہذیب و اقدار سے بیگانہ اور روایتی اسلام، جس میں وقیانوسیت اور بہت سے نقائص ہیں، سے چمٹے رہ کر دنیا میں ترقی و عروج حاصل نہیں کر سکتے۔ ان سطور میں ہمارے پیش نگاہ مستشرقین کی مذکورہ تناظر میں کی گئی کاوشوں کا مطالعہ ہے۔

استشرقی کام کی مختلف جہات

اسلامی تناظر میں مختلف الجہات استشرقی کاوشوں کے حوالے سے جو اہم ترین نکات سامنے آتے ہیں، ان کے مطابق مستشرقین اسلام کے بارے میں ایسا مواد فراہم کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جو اہل اسلام میں روایتی اسلامی عقائد و تصورات سے متعلق شکوک و شبہات اور بے زاری و نفرت پیدا کرے: اسلامی تہذیب و تاریخ کی تحقیر کرتے، تہجد کی طرف بلا تے اور جدید مغربی فکر و تہذیب اپنانے کو مسلمانوں کی ترقی و کامیابی کا واحد اور لابدی ذریعہ قرار دیتے ہیں۔ اگلی سطور میں مستشرقین کی ان کاوشوں کو قدرے تفصیل سے بیان کیا جا رہا ہے۔

اساسی اسلامی عقائد و تصورات پر نقد

استشرقی و مغربی اہل قلم اسلام کے اساسی عقائد و تصورات کو جدید افکار و نظریات کے تناظر میں اس طرح سے ہدف تنقید بناتے اور ایسے نتائج سامنے لاتے ہیں کہ سطحی دینی علم کے حامل مسلمان ان عقائد و تصورات سے متعلق طرح طرح کے شکوک و شبہات اور تحفظات کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس ضمن میں ان کے نتائج کی نوعیت کو واضح کرنے کے لیے ہم چند اساسی اسلامی تصورات سے متعلق ان کے خیالات کا ایک مختصر خاکہ پیش کرتے ہیں:

وحی الہی

اساسی اسلامی عقائد و تصورات پر استشرقی نقد سے متعلق آگہی کے حوالے سے سب سے پہلے ہم وحی الہی کو لیتے ہیں۔ اس ضمن میں مغربی اہل قلم کے افکار کی دو بڑی اور پھر ان دو کی متعدد ذیلی جہتیں سامنے آتی ہیں۔ دو بڑی جہتوں میں سے ایک وحی کی ضرورت و اہمیت، اس کے ذریعہ علم اور کلام خدا ہونے کی نوعیت، پیغمبر پر اس کے القاد الہام کی حقیقت اور دوسری حضرت محمد ﷺ پر وحی کی نوعیت اور آپ ﷺ کے دعوے وحی و نبوت کی حقیقت۔ موخر الذکر

فکرِ استشراق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [107] استشراقی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

جہت میں مغربی اہل قلم کے جو خیالات سامنے آتے رہے، اور اب تک مختلف انداز سے آرہے ہیں کچھ اس طرح کے ہیں:

محمد [ﷺ] نے ایک کبوتر کو سدھا رکھا تھا جو ان کے کان سے دانے چگا کرتا تھا؛ اس سے ان کو یہ وہم ہوتا کہ ان پر وحی نازل ہو رہی ہے اور فرشتہ ان سے باتیں کر رہا ہے۔² آپ [ﷺ] مرگی کے مریض تھے، یہ ایسی حقیقت ہے جس پر سارے اہل تحقیق کا اتفاق ہے۔ گٹاؤ ویل (1889-1808، Gustav Weil)³ کے الفاظ میں:

Both Eastern and Western research alike point to the fact that Mohamed was subject to epileptic fits.⁴

مشرق و مغرب کی تمام محققین اس نکتے پر متفق ہیں کہ محمد [ﷺ] کو مرگی کے دورے پڑتے تھے۔

ولیم میور کے مطابق بعض اوقات آپ [ﷺ] کی بے قراری وجد یا کشف کی شکل اختیار کر لیتی تھی۔ ہمیں اس سے متعلق کچھ زیادہ معلومات نہیں ہیں، تاہم کچھ عیسائی مصنفین نے ان کیفیات کو مرگی کے دورے قرار دیتے ہوئے ان کا تعلق آپ کے بچپن میں ظاہر ہونے والی علامات سے جوڑا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی زندگی کے آخری حصے میں بھی نزولِ وحی سے قبل آپ پر اس قسم کی غشی اور بیداری کے سنے کی کیفیت طاری ہوتی تھی۔ اسلامی روایات میں حضور ﷺ کے چہرے

²Thomas Carlyle, *Heroes and Hero Worship* (Philadelphia: Henry Altemus, ND), 61.

³جرمن مستشرق۔ "History of Islamic peoples" تحریر کی۔ الف لیلہ کا پہلا جرمین ترجمہ پیش کیا۔

⁴Gustav Weil, *History of Islamic peoples*, trans. Khudā Bakhsh (Calcutta: University of Calcutta press, 1914), 5.

فکر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [108] استشرقی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

کے متغیر ہونے، آپ کی پیشانی سے پسینے کے قطرے ٹپکنے اور عالم مدہوشی میں زمین پر گر پڑنے کا ذکر موجود ہے۔⁵

منگمری واٹ کے خیال میں آپ ﷺ کی وحی دراصل اپنے زمانے کے دیگر گوں حالات کو سنوارنے کے لیے آپ کی مخلصانہ تڑپ تھی۔ آپ ﷺ یقیناً اخلاص سے یہ سمجھتے تھے کہ آپ پر اللہ کی طرف سے بذریعہ فرشتہ وحی نازل ہو رہی ہے، لیکن فی الواقع یہ آپ کے اندر اصلاح کی تڑپ کے نتائج تھے۔ محمد ﷺ کو مخلص سمجھنا اس امر کو مستلزم نہیں کے آپ اپنے عقائد میں درست راہ پر تھے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی مخلص ہو یاں ہمہ وہ غلط راستے پر ہو۔ ممکن ہے آدمی بعض خیالات کو خارج سے آتا ہو محسوس کرے، لیکن درحقیقت وہ اس کے اپنے ہی لاشعور سے ابھرے ہوں۔ واٹ کے الفاظ ہیں:

To say that Muhammad was sincere does not imply that he was correct in his beliefs. A man may be sincere but mistaken...What seems to man to come from outside himself, may actually come from his unconscious.⁶

یہ کہنا کہ محمد [ﷺ] مخلص تھے، یہ معنی نہیں رکھتا کہ آپ اپنے عقائد میں صحیح بھی تھے۔ آدمی مخلص ہونے کے باوجود غلطی پر ہو سکتا ہے... جو چیز آدمی کو خارج سے آتی ہوئی محسوس ہو، وہ فی الواقع اس کے اپنے لاشعور کی آواز بھی ہو سکتی ہے۔

⁵ Sir William Muir, *Mahomet and Islam: A sketch of the Prophets life from original sources and a brief outline of his religion* (London: The religious Tract Society, 1887), 33-35.

⁶ W. Montgomery Watt, *Muhammad: Prophet and Statesman* (London: Oxford University Press, 1961), 17.

اول الذکر جہت کے حوالے سے مستشرقین کا خیال ہے کہ محمد ﷺ ہی کیانی الحقیقت سارے انبیاء کی وحی کی نوعیت داخلی ہے نہ کہ خارجی۔ یہودیت، عیسائیت، اسلام سب مذاہب اجتماعی لاشعور سے ابھرے ہیں؛ اپنے اپنے زمانے کے حالات کا فطری رد عمل ہیں۔ عیسائیوں کا صدیوں سے یہ اعتقاد رہا ہے کہ بائبل خدا کے الفاظ ہیں بعینہ مسلمان قرآن کو خدا کے الفاظ یقین کرتے ہیں۔ تاہم عیسائیوں کے نزدیک مطلب یہ نہیں کہ اللہ نے فرشتے کے ذریعے خارج سے اپنے الفاظ مصنفین کتب مقدسہ تک پہنچائے، بلکہ مصنفین کتب مقدسہ اس طور سے انپاڑ کیے گئے کہ جو الفاظ انھوں نے لکھے وہ ایک لحاظ سے خدا ہی کے الفاظ تھے۔⁸ وحی خدا کا وہ کلام ہے، جو انسان اپنے انداز سے پیش کرتے ہیں:

The Bible is God's word in the sense that it presents to us divine truth in human form, divine truth in earthen vessels. Rightly understood, this very humanity of the Bible is a proof of its divinity.⁹

بائبل ان معانی میں الفاظ خداوندی ہے کہ یہ الہامی حقائق کو انسانی انداز میں پیش کرتی ہے؛ خدا کی طرف سے بھیجی ہوئی سچائی کو زمینی ظروف میں سامنے لاتی ہے۔ سچ ہے کہ بائبل کا انسانی ہونا ہی اس کے الہامی ہونے کا ثبوت ہے۔

وحی کی صورت جب انسانی ہے اور انسان ہی خدا کی طرف سے ملنے والے مفہوم کو پیش کرنے والا ہے، اور عام آدمیوں کے پاس وحی خداوندی آدمیوں ہی کے ذریعے پہنچتی ہے، تو اس میں غلطی کا صدور بھی ممکن ہے۔ اگر بالفرض مان ہی لیا جائے کہ وحی براہ راست خدا ہی کی طرف سے آتی ہے

⁷W. Montgomery Watt, *Islamic Revelation in the Modern World* (Great Britain: Edinburgh University Press, 1969), 109-110.

⁸Watt, *Islamic Revelation*, 5-6.

⁹Erick W. Bethman, *Steps toward understanding Islam*, (Washington, D.C.: American Friends of Middle East, 1996), 6.

فکر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [110] استشرقی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

تو بھی پیغمبر کو اس کی تعبیر میں غلطی نہ لگنے کی کیا ضمانت ہے؟ حضرت ابراہیم کو خواب میں اپنے بیٹے کو بھیڑکی مانند ذبح کرنے کا حکم تعبیر کی ایسی ہی غلطی کی قبیل سے ہے۔ ایسی صورت میں بندہ انتہائی درجے کے غلط کام کا خطرہ مول لیتا ہے۔¹⁰

معجزات و خوارق

معجزات کے حوالے سے استشرقی و مغربی اہل قلم کی جانب سے یہ دعویٰ سامنے آئے کہ قرآن میں معجزے کا کہیں ذکر نہیں۔ محمد [ﷺ] نے کبھی معجزہ دکھانے کا دعویٰ نہیں کیا؛ آپ اور دیگر انبیاء کی طرف منسوب معجزات، جو قرآن میں مذکور بتائے جاتے ہیں، غلط اور بے بنیاد ہیں۔ لفظ معجزہ قرآن میں کہیں وارد نہیں ہوا، جس کے معنی یہ ہیں کہ معجزات کا محمد [ﷺ] سے کوئی تعلق نہیں۔ زور در حقیقت ان کی نشانیوں یعنی قرآنی آیات پر دیا گیا ہے، یہاں تک کہ بعد کے لٹریچر میں بھی محمد [ﷺ] کے بڑے معجزے کے طور پر قرآن ہی کا ذکر کیا گیا ہے۔ پیغمبروں اور محمد [ﷺ] کے معجزات کا ذکر حدیث اور سیرت میں ملتا ہے، تاہم قدیم عقیدے کی حیثیت سے معجزے کی اصطلاح یہاں بھی ناپید ہے۔ فقہ اکبر میں پیغمبروں کی آیات اور بزرگوں کی کرامات مذکور ہیں۔ معجزے کا ذکر ابو حفص عمر النسی (1067ء-1142ء)¹¹ کی

¹⁰ Immanuel Kant, *Religion within the limits of reason alone*, trans. T.M

Green and H. H Hudson (New York: Harper & Row, 1960), 175.

¹¹ سمرقند اور Transoxiana یا Transoxania، جسے عربی مصادر میں ماوراء النہر کہا گیا ہے سے تعلق رکھنے والے مشہور مسلم سنی ماتریدی متکلم اور مفسر و محدث۔ سو کے قریب کتابوں کے مصنف تھے۔ "العقیدۃ النسیفیة"، "القندفی ذکر علماء سمرقند" اور "التیسیر فی التفسیر" وغیرہ مشہور کتابیں ہیں۔ "العقیدۃ النسیفیة" کی سعد الدین قفازانی (1322ء-1390ء) کی شرح، "شرح العقائد النسیفیة" کو بھی بہت شہرت حاصل ہوئی۔

فکر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [111] استشراتی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

تعلیمات میں ملتا ہے۔¹² محمد [ﷺ] کے معجزات دراصل ان کے پیروکاروں کی خوش عقیدگی کا نتیجہ ہیں، جو انھوں نے بعد کے زمانوں میں، اپنے پیغمبر کی شان کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنے کی غرض سے گھڑ کے آپ [ﷺ] کی جانب منسوب کر دیے۔ شق القمر، آپ [ﷺ] کی انگلیوں سے پانی جاری ہونے، پتھروں کے آپ [ﷺ] کو سلام کرنے، درختوں کے آپ [ﷺ] کے پاس چل کر آنے وغیرہ ایسے معجزات ایسی ہی خوش عقیدگی سے عبارت ہیں۔¹³

نشاۃ ثانیہ کے دور میں مغرب میں یہ تصور پختہ ہو گیا کہ یہ کائنات معلوم و معروف قوانین فطرت کے تحت کام کرتی ہے؛ جو تصور ان قوانین سے انحراف کا پہلو لیے ہوئے ہو، قابل رد ہونے کے ساتھ ساتھ جہالت و وہم پرستی کی علامت ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ جن واقعات کے اسباب معلوم نہ ہوتے تھے، جاہل اور غیر تعلیم یافتہ لوگ انھیں مابعد الطبیعیاتی عناصر کی طرف منسوب کر دیتے تھے۔¹⁴ پرانے زمانے میں ان پڑھ لوگ معجزاتی کہانیوں سے لطف اندوز ہوا کرتے تھے؛ عجیب و غریب واقعات ذکر و روایت ہوتے تھے۔ جب علم نے ترقی کی، لوگ پڑھ لکھ گئے، تو علت و معلول کی کئی معلوم ہو گئی اور معجزاتی کہانیوں کا زمانہ جاتا رہا؛ تاریخ اور علمی کتابیں ان عناصر سے پاک ہو گئیں۔ ہاں پرانے خیالات کے حامل لوگوں میں۔ جہاں حقائق کا علم صحیح یا قابل حصول نہیں۔

¹²Professor Dr. Bashir Ahmed Siddiqi, *Modern Trends in Tafsi'r Literature-Miracles* (Lahore: Faculty of Islamic and Oriental Learning, University of the Punjab, 1988), 8. cf. Shorter Encyclopedia of Islam, article; "Mu'jiza"

¹³William Muir, *The Mohammedan Controversy: Biographies of Mohammed; Springer on tradition; the Indian Liturgy* (Edinburgh: T& Clark, 1897), 71.

¹⁴Longmans, Green and Co, Published by; *Supernatural religion: An Inquiry into the Reality of Devine Revelation* (London: Longmans, 1874), II/480.

فکرِ استشراق اور عالمِ اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [112] استشراتی فکر و مطالعاتِ اسلام اور ان کی نوعیت

البتہ آج بھی اس نوع کے غیر معمولی واقعات اور کہانیوں کے وقوع کا تذکرہ ہوتا رہتا ہے۔¹⁵ ڈیوڈ ہیوم (David Hume، 1711ء-1776ء)¹⁶ نے معجزات کے خلاف دلائل دیتے ہوئے لکھا کہ تصورِ معجزات کا جاہل اور غیر متمدن لوگوں کے یہاں پایا جانا اس تصور کے غلط ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے۔¹⁷ معجزے کو قوانینِ فطرت سے انحراف قرار دیتے اور اس کے اندر سے اس کے خلاف دلیل لاتے ہوئے ہیوم نے لکھا:

A miracle is a violation of the laws of nature and as a firm and unalterable experience has established these laws, the proof against a miracle from the very nature of the fact, is as entire as any argument from experience can possibly be imagined.¹⁸

¹⁵ Crolrier Incorporated, Published by; *The Encyclopedia Americana* (U.S. A: Crolrier, 1984), 19/217.

¹⁶ کائٹس فلسفی اور مورخ۔ تجربیت یا حواس کے ادراک پر مبنی علم (Empiricism)، تھیک پسنڈی (Skepticism) اور فطرت و مادہ پرستی (Naturalism) کے جدید فلسفیانہ افکار کے حوالے سے معروف ہے۔ اس کی کتاب "A Treatise of Human Nature: Being an Attempt to Introduce the experimental Method of Reasoning into Moral Subjects" کتابوں میں شمار کی گئی ہے۔ اس کتاب کی نظر ثانی شدہ صورت "An Enquiry Concerning the Human Understanding" کے عنوان سے شائع ہوئی۔ معجزات کے امکان و وقوع کی تردید کے حوالے سے ہیوم کا کام مغرب میں بنیادی اہمیت کا حامل سمجھا گیا ہے؛ اس موضوع سے متعلق لکھنے والے بعد کے بہت سے مغربی و مشرقی مصنفین پر اس کے گہرے اثرات ہیں۔

¹⁷ David Hume, *An Enquiry Concerning the human understanding*, ed. L.A. Selly Bigge (Oxford: Clarendon press, 1893), 115.

¹⁸ Hume, *An Enquiry Concerning the human understanding*, 114.

فکر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [113] استشرقی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

معجزہ قوانین فطرت سے انحراف کا نام ہے۔ اور یہ قوانین چوں کہ مستحکم اور
مثلی تجربے سے ثابت ہیں۔ اس لیے معجزہ خود اپنے خلاف اتنا زبردست
ثبوت ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی تجربی ثبوت قابل تصور نہیں۔

ہیوم واضح کرتا ہے کہ متواتر و مستمر تجربہ ایک قطعی اور ناقابل تردید دلیل ہے، معجزہ اس کی
مخالفت کرتا ہے۔ معجزے کو اس وقت تک نہیں مانا جاسکتا، جب تک اس کے خلاف متواتر و مستمر
تجربے سے بڑھ کر شہادت میسر نہ آجائے، اور ایسا ممکن نہیں، کیوں کہ انسانی شہادت کی کوئی کیت
بھی متواتر و مستمر تجربے سے زیادہ یقین پیدا کرنے والی نہیں ہو سکتی۔ مثلاً کسی معتبر سے معتبر آدمی
کی یہ شہادت کہ اس نے مردے کو زندہ ہوتے دیکھا، کبھی ہزاروں لاکھوں لوگوں کے اس مسلسل
تجربے اور مشاہدے کے مقابل قابل تسلیم نہیں ہو سکتی کہ مردہ زندہ نہیں ہو سکتا۔ ہزاروں
لاکھوں لوگوں کے مسلسل تجربے و مشاہدے کو جھٹلانے کی بجائے یہ کیوں نہ مان لیا جائے کہ اس
کی مخالفت کرنے والا دھوکہ دینا چاہتا ہے یا خود دھوکا کھا گیا ہے! ¹⁹کانٹ نے معجزات کی مختلف
قسموں Devilish, Angelic, Theistic کا تذکرہ کرتے ہوئے ہر قسم کے معجزات کو
قوانین فطرت سے انحراف قرار دیا۔ اس کے خیال میں عقل کو اس سے بحث نہیں کہ معجزات
لازماً ممکن الوقوع ہیں، لیکن عقل انھیں کسی طور قابل قبول قرار نہیں دے سکتی۔ ²⁰معجزات
کے خلاف دلائل میں مغربی اہل فکر کی جانب سے یہ بھی کہا گیا کہ ہمیں اس حقیقت کو دوا اور دوچار
کی طرح تسلیم کر لینا چاہیے کہ معجزہ کبھی واقع نہیں ہو سکتا۔ ²¹معجزات سائنسی نقطہ نظر سے اس
درجہ غلط ہیں کہ عام آدمی کو بھی ذرا سے غور و تامل سے انھیں مسترد کرنے میں کوئی دشواری پیش
نہیں آسکتی۔ ²²

¹⁹Hume, *An Enquiry Concerning the human understanding*, 114-127.

²⁰Kant, *Religion within the limits of reason alone*, 48, 81.

²¹John Stewart Lawton, *Miracles and Revelation* (London: Lutterworth press, 1959), 84.

²²Lawton, *Miracles and Revelation*, 100-101.

فکر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [114] استشرقی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

مغرب میں معجزات و خوارق کو مسترد کرنے کا رجحان اس قدر غالب آیا کہ بائبل اور عیسائیت - جن کا یہ جزو لاینفک ہیں ²³ - کو بھی ان سے پاک باور کرنے کی کوششیں شروع کر دی گئیں۔ یہ ثابت کرنے کی سعی کی گئی کہ مسیح علیہ السلام کی تعلیم تو فقط اخلاقیات سے متعلق تھی؛ اس میں معجزات کو کوئی دخل نہ تھا؛ بائبل میں معجزات اصلاً مذکور نہ تھے؛ یہ اس میں بعد کے ادوار میں

²³ بائبل اور عیسائیت کے ساتھ معجزات کے تلازم کا اندازہ اس سے لگایے کہ خود مغربی اہل قلم کے اقرار کے مطابق ان سے معجزات کو الگ کرنا انہیں جھوٹ اور ناقابل اعتبار ٹھہراتا ہے:

If miracles be incredible, Christianity is false. If Christ wrought no miracles, the Gospels are untrustworthy, if Resurrection be merely a spiritual idea, or a mythicized hallucination, then our religion has been founded on an error. (Longman, *Supernatural Religion*, I/ 10)

اگر معجزات ناقابل اعتماد ہیں تو عیسائیت محض جھوٹ ہے۔ اگر مسیح کے پاس معجزات نہ تھے، تو اناجیل کا کوئی اعتبار ہی نہیں۔ اگر احیائے مسیح صرف ایک روحانی تصور یا وہم و افسانہ ہے، تو ہمارے مذہب کی بنیاد ہی غلط ہے۔

...if it was the will of God to give a revelation, there are plain and obvious reasons for asserting that miracles are necessary as the guarantee and voucher for that revelation. (J.B. Mozely, *Eight lectures On Miracles* (London: Rivingtons, 1867), 6f.)

...اگر عطاے وحی خدا کا مقصد تھا تو اس دعوے کے واضح اور کھلے اسباب موجود ہیں کہ اس وحی کی ضمانت و تصدیق کے لیے معجزات ناگزیر ہیں۔

در آئے۔²⁴ اگر کوئی ہیں تو، انبیاء بائبل کے معجزات جادو و سحر سے عبارت ہیں۔²⁵ بائبل کے معجزاتی عناصر کے حوالے سے یہ بھی ذہن میں رہنا چاہیے کہ ان کی تعبیر غلط کی جاتی رہی ہے۔ بائبل کے تمام بیانات جدید سائنسی تصورات سے ہم آہنگ ثابت کیے جاسکتے ہیں۔ ان میں جو باتیں عقل اور مشاہدے کے خلاف نظر آتی ہیں وہ دراصل الہامی متن کی غلط تشریحات ہیں۔²⁶ بائبل کے معجزات کو افسانوں سے پاک کرنے کی ضرورت ہے۔ مثلاً احياء مسیح سے متعلق معجزات کو یوں سمجھا جانا چاہیے کہ احياء مسیح مرنے کے بعد جسمانی احياء تھا بلکہ اس کی نوعیت روحانی تھی۔ یوں کہہ سکتے ہیں کہ انسانی مسیح صلیب دیے جانے کے بعد فوت ہو گئے، لیکن خدائی مسیح لوگوں کے عقیدے اور تبلیغ میں زندہ رہ کر امر ہو گئے:

...the miracles of Jesus' resurrection was to be understood not as an actual physical resurrection from the dead, but as the human Jesus having died in the expected manner as a result of crucifixion, but the divine Jesus having 'risen again' in the preaching (Kerugma) and faith of the community, so that he can be said to live on.²⁷

²⁴ Longman, *Supernatural Religion*, 2/486.

²⁵ Longman, *Supernatural Religion*, 1/117,325.

²⁶ John H. Pratt, *Scripture and Science not at variance* (London: Hatchards, 1856), 8,11,17,95.

²⁷ Kockuvon Stuckrad, ed; *The Brill Dictionary of Religion* (Leiden: Brill, 2006), 3/1232.

فکر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [116] استشراتی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

قرآن اور اس کی حیثیت

قرآن سے متعلق بحث و گفتگو کرتے ہوئے مستشرقین نے موقف اختیار کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا نہیں بلکہ حضرت محمد [ﷺ] کا کلام ہے، جسے انھوں نے دیگر لوگوں کی مدد و معاونت سے مرتب و مدون کیا، جیسا کہ آپ [ﷺ] کے ہم وطنوں نے آپ [ﷺ] پر اپنے اعتراضات میں قرار دیا تھا۔ جارج سیل (George Sale، 1697ء-1736ء)²⁸ کے الفاظ ہیں :

Muhammad was really the author and chief contriver of the Koran is beyond dispute, though it be highly probable that he had no small assistance in his design from others, as his countryman failed not to object to him.²⁹

یہ بات شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ قرآن کے مصنف اور بڑے منصوبہ ساز محمد [ﷺ] تھے، اگرچہ امکان غالب یہ ہے کہ انھیں اس کی ترکیب و ترتیب میں دیگر افراد سے غیر معمولی مدد حاصل رہی تھی، جیسا کہ ان کے ہم وطن ان پر اس اعتراض میں چوکے نہیں۔

یہ الفاظ دیگر مستشرقین کے خیال میں کہا جاسکتا ہے کہ آپ [ﷺ] کی وحی و الہام کا منبع وہ افراد تھے، جن سے راہطوں کی نشان دہی آپ [ﷺ] کے مخالفین نے آپ [ﷺ] کی زندگی میں کی تھی۔³⁰ آپ [ﷺ] نے کچھ ایسے لوگ متعین کر رکھے تھے جو آپ [ﷺ] کو معلومات

²⁸ برطانوی مستشرق۔ شہرت کا خصوصی حوالہ 1734ء میں شائع ہونے والا پہلا انگریزی ترجمہ قرآن ہے۔

²⁹ George Sale, *The Koran: Commonly Called the Alkoran of Muhammad* (London & New York: F. Warne, 1890), 50.

³⁰ Watt, *Muhammad: Prophet and statesman*, 40.

بہم پہنچاتے تھے۔³¹ مزید برآں محمد [ﷺ] نے قرآن کا مواد یہودی و عیسائی مصادر سے اخذ کیا۔ یہودیوں کی تالمودان کا بہ طور خاص ماخذ رہی۔ جنوبی شام کے قصبے کہانیوں اور عیسائی روایات سے بھی مدد لی گئی۔ اہل مکہ قرآن کو قصبے کہانیوں کا مجموعہ اور صاحب قرآن کو شاعر کہتے تھے۔³² غیر مستند انجیلوں اور یہودیوں عیسائیوں میں مردج روایات کو بائبل کے بیانات کے برعکس قرآن میں حقائق کی شکل میں پیش کر کے یہ دعویٰ کر دیا گیا کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے صحفِ سماوی میں تحریف کر دی تھی۔³³ انسائیکلو پیڈیا آف ریجیمین اینڈ آئیٹھس کے مقالہ نگار نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ قرآن کی بعض آیات بائبل کے محض اقتباسات ہیں۔ وہ بعض آیات قرآنی کا بائبل کے بعض بیانات سے تقابل کرنے کے بعد لکھتا ہے:

These are probably the only actual quotations, reproduction of matter or of phrases occurring in the OT, the NT, the Talmud, or the NT Apocryphal is found throughout the Quran, and this is at times sufficiently close to render the term 'quotation' not inappropriate.³⁴

یہ غالباً صرف اقتباسات ہیں۔ سارے کے سارے قرآن میں عہد نامہ قدیم، عہد نامہ جدید، تالمودیا غیر مستند انجیلوں میں بیان ہونے والے بیانات

³¹ Richard Bell, *The Origin of Islam in Its Christian Environment* (London: Macmillan, 1926), 110-112.

³² J. M. Rodwell, *The Koran* (London: Dent, 1909), 14-45.

³³ Sale, *The Koran*, 49.

³⁴ James Hastings, ed. *Encyclopaedia of Religion and Ethics* (New York: Charles Scribner's Sons, 1930), X/540.

کی محض نقل و تکرار ملتی ہے۔ اس لیے ان کے لیے کوٹیشن کی اصطلاح غیر مناسب نہیں۔

منگمری واٹ نے قرآن کو بائبل اور یہود و نصاریٰ کے نظریات پر مبنی بتاتے ہوئے لکھا کہ قرآن کے ابتدائی بیانات میں خدا، توحید، وحی اور آخرت وغیرہ ایسے تصورات یہود و نصاریٰ کے سے ہیں اور بعد کے بیانات میں تو بائبل کی روایات پر انحصار اور بھی نمایاں ہے؛ یہ بیانات اکثر و بیشتر عہد نامہ قدیم اور عہد نامہ جدید کے مواد پر مشتمل ہیں۔³⁵ جہاں تک محمد [ﷺ] کے یہود و نصاریٰ سے اخذ و استفادے کے مواقع و امکانات کا سوال ہے تو اس کے جواب میں کہا جاسکتا ہے کہ کئی طرح کے مواقع اور امکانات تھے۔ ہو سکتا ہے محمد [ﷺ] یہودیوں اور عیسائیوں سے ملے ہوں اور مذہبی امور پر ان سے گفت گو کی ہو۔ شام کی سرحد کے ساتھ کئی مسیحی عرب آباد تھے۔ ممکن ہے مسیحی عرب یا یمن کے حبشی تجارت کی غرض سے یا غلام بن کر کے آئے ہوں۔ کچھ بد قبائل اور ان کی بعض شاخیں بھی عیسائی تھیں۔ یہ عیسائی مکہ کے تجارتی میلوں میں شرکت کیا کرتے ہوں گے۔ مدینے اور بعض دیگر مقامات پر بھی یہود کے بعض اہم قبائل مقیم تھے۔ لہذا ایسے عناصر سے گفت و شنید کے مواقع اور امکانات موجود تھے۔ خدیجہ (555ء یا 567ء - 620ء)³⁶ کے عیسائی چچا زاد ورقدہ (م 610ء)³⁷ سے محمد [ﷺ] کی ملاقات تو ایک تاریخی

³⁵ Watt, Muhammad: Prophet and statesman, 39.

³⁶ ام المومنین خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا۔ مکہ کی نیک دل اور صاحب ثروت خاتون تھیں۔ زمانہ جاہلیت میں آپ کے ایک سے زیادہ نکاح ہوئے تھے۔ چالیس سال کی عمر میں آپ بیوگی کی زندگی گزار رہی تھیں۔ تجارت میں معروف تھیں؛ مختلف لوگ ان کا مال تجارت لے کر دوسرے ملکوں کے سفر کرتے۔ حضور ﷺ کو بھی آپ کا مالی تجارت لے کر جانے کا اتفاق ہوا، تو حضرت خدیجہ نے اپنے غلام کو ساتھ بھیج دیا۔ غلام نے واپس آ کر حضور ﷺ کی شرافت و نجابت اور تدر و فراست کا آنکھوں دیکھا حال سنایا، تو حضرت خدیجہ بہت متاثر ہوئیں؛ اور آپ ﷺ کو شادی کا پیغام بھجوایا، جسے حضور ﷺ نے قبول فرمایا۔ چالیس سالہ خدیجہ سے شادی کے وقت حضور ﷺ کی عمر مبارک پچیس سال تھی۔ حضرت خدیجہ حضور ﷺ کی نہایت ہی ہم درد و غم گسار بیوی ثابت ہوئیں۔ حضور ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا، تو آپ رضی اللہ عنہا نے فوراً تصدیق کی، اور آپ ﷺ

لکھنؤ، 1970ء [119] استشرافی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

حقیقت ہے۔³⁸ بائبل اور یہود و نصاریٰ سے اخذ و استفادے کے حوالے سے مستشرقین کے نزدیک یہ بات بھی اہم ہے کہ محمد [ﷺ] بہت سی چیزوں کو صحیح اخذ و نقل نہیں کر سکے؛ بہت سی چیزیں سنی سنائی اور غلط معلومات پر مبنی پیش کر دی گئیں۔ چنانچہ قرآن میں بہت سی غلطیاں، خلط و بحث اور تضاد و تناقض در آیا۔ رچرڈ بیل (Richard Bell، 1876ء-1952ء)³⁹ نے مختلف قرآنی سورتوں کے حوالے سے قرآن میں مذکور انبیاء اور دیگر افراد کا ذکر اور انھیں بائبل سے متعلق کرنے کے ساتھ ساتھ ان اختلافات اور بزم خویش اغلاط کی نشان دہی کی ہے، جو بائبل اور دیگر تاریخی معلومات کی روشنی میں قرآنی بیانات کے حوالے سے سامنے آتی ہیں۔ مثلاً

کی نصرت کے لیے وقف ہو کر رہ گئیں۔ آپ نے حضور ﷺ سے بے پناہ محبت کی اور حضور ﷺ نے بھی آپ کو بہت زیادہ پیار دیا۔ آپ کی زندگی میں کوئی اور شادی نہ کی۔ ایک بیٹے کے سوا آپ ﷺ کی تمام اولاد حضرت خدیجہ ہی کے بطن سے ہے۔ وفات کے بعد بھی حضور ﷺ آپ کی اکثر تحسین فرمایا کرتے۔ ایک دفعہ فرمایا: خدیجہ نے میری اس وقت تصدیق کی، جب دوسرے میری تکذیب کر رہے تھے؛ جب لوگ کافر تھے، وہ اسلام لائیں؛ جب میرا کوئی حای نہ تھا، انھوں نے میری مدد کی۔

³⁷ درتہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزی بن قصی۔ عام زوایات کے مطابق جناب درتہ بن نوفل زمانہ جاہلیت کے موحد لوگوں (حنفا) میں سے تھے۔ بت پرستی وغیرہ سے کنارہ کش تھے۔ تورات و انجیل کے عالم تھے۔ حضور ﷺ پر نزول وحی کے بعد حضرت خدیجہ آپ ﷺ کو درتہ کے پاس لائی تھیں۔ درتہ نے تورات و انجیل کی پیش گوئیوں کی بنیاد پر آپ ﷺ کی نبوت کی تصدیق کی تھی۔

³⁸ Watt, Muhammad: Prophet and statesman, 40.

³⁹ قرآنیات پر کام کے حوالے سے معروف برطانوی مستشرق۔ 1937ء-1947ء کے دوران "The Qur'an" کا ترجمہ شائع کیا۔ 1953ء میں اپنی معروف کتاب "Introduction to the Quran" شائع کی، جس کا فٹنٹری واٹ نے 1970ء میں نظر ثانی شدہ ایڈیشن پیش کیا۔

فکر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [120] استشراتی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

ہامان⁴⁰ کو فرعون سے متعلق قرار دینا، حضرت مسیح کی والدہ اور موسیٰ کی بہن مریم⁴¹ کا گڈمڈ ہو جانا۔ نیل کے خیال میں تخلیق و بہوٹ آدم⁴²، اصحابِ کہف⁴³، تھہر خضر⁴⁴ و موسیٰ اور ذوالقرنین

⁴⁰ قرآن میں ہامان (Hāmān) کا تذکرہ فرعون موسیٰ کے درباری اور معتمد کی حیثیت سے ملتا ہے۔ بائبل کی کتاب آستر (Book of Esther) میں ہامان کے نام سے ایرانی بادشاہ احاسیورس (Ahasuerus) کے ایک وزیر کا تذکرہ ہوا ہے۔ احاسیورس کا زمانہ اقتدار 486 ق م - 465 ق بتایا جاتا ہے۔ مستشرقین دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن میں غلطی سے بہت بعد کے زمانے کے بادشاہ ایران کے وزیر کو بہت پہلے کے فرعون موسیٰ کے وزیر کے طور پر ذکر کر دیا گیا ہے۔

⁴¹ بائبل میں حضرت موسیٰ کی بہن مریم کو میریم (Miriam) کے نام سے شناخت کرایا گیا ہے، اور حضرت عیسیٰ کی والدہ مریم کو کوٹواری مریم (Virgin Mary) کے نام سے۔

⁴² صحفِ آسمانی کی رو سے دنیا کے پہلے انسان، جنہیں اللہ نے اپنے دستِ قدرت سے تخلیق فرمایا۔ ان سے ان کا جوڑا بنایا گیا؛ اس جوڑے کو جنت میں ٹھہرایا گیا؛ جنت کی تمام نعمتوں سے متنع ہونے کی اجازت دی گئی؛ ایک درخت کے قریب جانے سے روک دیا گیا؛ آدم کے وجود کے دشمن اور اس سے حسد رکھنے والے نوع جن کے فریضطان کے دھوکے میں آکر آدم اور ان کی بیوی نے شجر ممنوعہ کا پھل کھالیا؛ اللہ نے انھیں زمین میں پھینک دیا۔ آدم کے زمین پر پھینکے جانے کو بہوٹ آدم سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

⁴³ غار والے۔ انھیں قدیم یونان کے شہر افسوس (Ephesus)، جو موجودہ ترکی کے صوبے ازمیر (Izmir) کا حصہ ہے، کے سات سونے والے (Seven Sleepers) بھی کہا جاتا ہے۔ بعض کے نزدیک اصحابِ کہف کی غار کا تعلق اردن سے ہے۔ اصحابِ کہف کا زمانہ 250ء کے قریب بتایا جاتا ہے۔ قرآن حکیم کی سورہ کہف میں اس قصے اور اس سے متعلق اہل تفسیر کی وضاحت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ چند موحد نوجوان تھے، جو ظالم بادشاہ سے، توحید پر اپنا ایمان بچانے کی غرض سے، شہر سے باہر ایک غار میں جا چسپے تھے۔ ان کے ہمراہ ان کا کتا بھی تھا، جو غار کے دھانے پر بیٹھ گیا۔ اللہ نے اصحابِ کہف پر نیند طاری کر دی اور وہ لگ بھگ تین سو سال اسی حال میں رہے۔ پھر اللہ نے انھیں اٹھایا۔ اٹھنے کے بعد ان میں سے ایک بندہ سکھ لے کر کھانا لانے کے لیے شہر گیا، تو وہاں زمانہ ہی بدلا ہوا تھا۔ پرانے ظالم بادشاہ کی جگہ ایک صاحبِ ایمان شخص حکران تھا، اس نے ان کی بڑی عزت و توقیر کی؛ وہ پھر غار

فکرِ استشراق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [121] استشراقی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

⁴⁵ وغیرہ سے متعلق قصے اس زمانے میں مروج غیر مستند اور سنی سنانی کہانیاں ہیں۔⁴⁶ ہامان اور مریم کے حوالے سے مزعومہ قرآنی اغلاط کا ذکر بتیل نے ان الفاظ میں کیا ہے:

میں جاسوئے اور لوگوں نے اس پر ان کی یادگار بنادی۔ اصحاب کہف کا قصہ ایمان کی قدر و قیمت اور اس کے لیے عدم و ہمت کی غیر معمولی ضرورت و اہمیت سے عبارت ہے۔

⁴⁴ معروف روحانی اور پر اسرار شخصیت۔ آپ کے پیغمبر، فرشتے، انتہائی نیک و پارسا اور غیر معمولی علم اور روحانی اسرار کے حامل ہونے کے حوالے سے مختلف روایات ہیں۔ آپ کی تاریخی شخصیت انتہائی مبہم ہے۔ عام مسلم روایات میں آپ کو ایک پیغمبر مانا گیا ہے۔ قرآن میں آپ کا نام نہیں آیا، لیکن بہت سے مفسرین کا خیال ہے کہ قرآن میں حضرت موسیٰ کے جس بندہ خدا سے ملنے اور اپنے علم سے کچھ سکھانے کی درخواست سے متعلق قصہ بیان ہوا ہے، وہ حضرت خضر علیہ السلام ہی ہیں۔ عام خیال یہ ہے کہ آپ نے آب حیات پی رکھا ہے؛ ابھی تک زندہ ہیں اور سمندروں اور دریاؤں میں لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں، لیکن بعض لوگوں کے نزدیک یہ سب افسانے ہیں۔

⁴⁵ ذوالقرنین کے معنی دو سینگوں والے کے ہیں۔ قرآن نے سورہ کہف میں ذوالقرنین کے نام سے جس شخص کا ذکر کیا ہے، وہ ایک وسیع سلطنت کا حامل نیک دل اور عادل فرمانروا ہے؛ اس نے سورج کے طلوع و غروب کے مقامات تک کا سفر کیا؛ دودو یاروں کے درمیان ایک قوم کے لیے یاجوج و ماجوج کے حملوں سے بچاؤ کے لیے لوہا پگھلا کر دیوار تعمیر کی، لیکن متعین طور پر یہ کون سی تاریخی شخصیت ہے؟ اس سے متعلق مسلم اہل تاریخ و تفسیر میں بہت سے اختلافات رہے ہیں۔ متعدد قدیم مورخین و مفسرین سکندر اعظم (Alexander the Great، 356 ق م - 323 ق م) کو ذوالقرنین مانتے رہے ہیں۔ بعض لوگوں کے خیال میں حضرت سلیمان علیہ السلام ہی کا دوسرا نام ذوالقرنین ہے۔ جدید زمانے کے محققین کا عام رجحان اس طرف ہے کہ ذوالقرنین کا مصداق ایران کا بادشاہ سائرس (Cyrus the Great، 600 یا 576 ق م - 530 ق م) ہے، کہ ان کی تحقیق کے مطابق قدیم بادشاہوں میں سے قرآن کی بیان کردہ خصوصیات سب سے زیادہ اسی میں نظر آتی ہیں۔

⁴⁶ Richard Bell, *Introduction to the Quran* (Edinburgh: At the University press, 1963), 161-165

Hāmān is mentioned but transferred to the time of Pharaoh...Mary the mother of Jesus is confused with Miriam the sister of Moses.⁴⁷

ہلمان کا ذکر کیا گیا ہے، لیکن اسے عہد فرعون میں پہنچا دیا گیا ہے۔ عیسیٰ کی والدہ مریم کو موسیٰ کی بہن میریم سے خلط لفظ کر دیا گیا ہے۔

مستشرقین کے مطابق مسلمانوں کا یہ دعویٰ قابل تسلیم نہیں کہ قرآن ہر قسم کی تحریف و تبدیلی سے پاک اور بعینہ اس حالت میں موجود ہے، جس میں حضور ﷺ نے لوگوں کے حوالے کیا تھا۔ ان کا کہنا ہے کہ مرور ایام سے قرآن میں بہت کچھ تبدیلیاں واقع ہو گئی ہیں۔ یہ محمد ﷺ کے زمانے میں تحریر نہیں ہوا تھا۔⁴⁸ آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کے پیروکاروں نے اسے مرتب و مدون کیا۔ آر تھر جیفری (Arthur Jeffery، 1892ء-1959ء)⁴⁹ کے مطابق محمد ﷺ جمع کردہ مواد کی چھان پھٹک اور اس پر نظر ثانی کیا کرتے تھے؛ وہ اسے کتابی شکل میں پیش کرنے کا ارادہ رکھتے تھے، لیکن اس ارادے کی تکمیل سے قبل آپ ﷺ کا انتقال ہو گیا۔ جیفری لکھتے ہیں:

⁴⁷ Bell, Introduction to the Quran, 163-164.

⁴⁸ A. J. Arberry, The Quran Interpreted (London Allen & Unwin, 1955), 15.

⁴⁹ پروٹسٹنٹ مسیحیت سے تعلق رکھنے والے معروف آسٹریلیوی مستشرق۔ قاہرہ کے سکول آف اورینٹل سٹڈیز میں سہا زبانون کے استاد رہے۔ کو لمبیا یونیورسٹی اور یونین تھیولوجیکل سیمینری نیویارک میں خدمات انجام دیں۔ معروف کتاب "Materials for the History of the Text of the Quran" ہے۔ اس کتاب میں جیفری نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ قرآن میں 318 غیر عربی الفاظ ہیں؛ محمد ﷺ قرآن کو اپنے پروگرام کے مطابق مرتب کر کے شائع کرنے سے قبل وفات پا گئے؛ ان کے بعد ان کے پیروکاروں نے ان کے پیش کردہ مواد کو اپنے انداز سے مرتب کر کے ان کے الہامات کی حیثیت سے شائع کیا؛ قرآن ایک نہیں متعدد ہیں؛ قرآنات کا اختلاف دراصل متن کا اختلاف ہے؛ مختلف صحابہ کے پاس مختلف قرآن تھے؛ مصحف عثمانی تمام مسلمانوں کا متفقہ مصحف قرآنی نہیں۔

فکرِ استشراق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [123] استشراقی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

Recent research by Dr. Bell of Edinburgh and Prof. Torrey⁵⁰ of Yale has suggested that there is internal evidence in the Quran itself that the prophet kept in his own care a considerable mass of revelation material belonging to various periods of his activity, some of it in revised and some of it in unrevised form, and that this material was to form the basis of the Kitab he wished to give his community before he died. Death, however, overtook him before anything was done about the matter.⁵¹

ایڈنبرا کے ڈاکٹر نیل اور نیل کے پروفیسر ٹوری کی تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ قرآن میں اس بات کی داخلی شہادت موجود ہے کہ محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] کے پاس ان کی وحی کا کافی مواد موجود تھا، جو ان کی سرگرمی کے مختلف ادوار سے تعلق رکھتا تھا۔ اس مواد میں کچھ نظر ثانی شدہ تھا اور کچھ غیر نظر ثانی شدہ۔ اس مواد کو اس کتاب کی بنیاد بننا تھا، جسے وہ اپنی وفات سے قبل اپنی قوم کے

⁵⁰ امریکی مشرق چارلس کنٹر ٹوری (Charles Cutler Torrey، 1863ء-1956ء)۔ یورو شلم میں امریکن سکول آف آرکیالوجی کی بنیاد رکھی۔ امریکا کی نیل یونیورسٹی (University of Yale) میں سامی زبانوں کے استاد رہے۔ دلچسپی کا میدان آثارِ قدیمہ اور اسلامی و مسیحی مذہبی مآخذ سے متعلق تحقیقات تھا۔ قرآن کے مآخذ سے متعلق ٹوری کے نظریات کی تفصیل ابن وراق (Ibn Warraq، پیدائش 1946ء) کی مرتب کردہ کتاب ”The Origins of The Koran: Classic Essays on Islam’s Holy Book“ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

⁵¹ Arthur Jeffery, *Materials for the history of the text of the Quran* (Leiden: E. J. Brill, 1937), 5.

گلہ استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [124] استشرقی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

سامنے پیش کرنا چاہتے تھے۔ لیکن مواد سے متعلق کام مکمل ہونے سے پہلے ہی اجل آن پہنچی۔

مارگولیتھ (David Samuel Margoliouth، 1858ء-1940ء)⁵² کے مطابق صرف یہی نہیں کہ محمد ﷺ کے پاس قرآن کا کوئی سرکاری نسخہ نہ تھا⁵³ بلکہ 86ھ تک کوئی متفقہ سرکاری نسخہ نہیں ملتا۔ محمد ﷺ نے لوگوں کو قرآن لکھنے سے منع کر دیا تھا۔ قرآن لکھنے کے حوالے سے ابن سعد (784ء/168ھ-845ء/230ھ)⁵⁴، طبری (839ء/224ھ-923ء/310ھ)⁵⁵ اور بخاری (810ء/194ھ-870ء/256ھ)⁵⁶ کی روایات ناقابل اعتبار

⁵² برطانوی مستشرق۔ چرچ آف انگلینڈ کے پادری اور آکسفورڈ یونیورسٹی میں عربی کے پروفیسر رہے۔ عربی کتابوں کے ذہین اور لائق مترجم و ایڈیٹر سمجھے گئے ہیں۔ قرآن پاک، تاریخ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ پر متعدد کتابوں اور مقالات کے مصنف ہیں۔

⁵³ D. S. Margoliouth, *Mohammedanism* (London: Butterworth, 1928), 40.

⁵⁴ مشہور مسلم مورخ ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منج البصری البغدادی۔ بصرہ سے تعلق رکھتے تھے، بغداد میں مقیم رہے۔ مشہور مورخ الواقدی (748ء/130-822ء/207ھ) کے شاگرد تھے؛ آپ کو کاتب الواقدی بھی کہا جاتا ہے۔ ابن سعد کی مشہور تصنیف "الطبقات الکبریٰ" یا "کتاب الطبقات الکبیر" یا "طبقات ابن سعد" ہے۔ متعدد جلدوں پر مشتمل یہ کتاب آل حضور ﷺ صحابہ کرام، تابعین اور مسلم خواتین کے احوال و سوانح سے بحث کرتی ہے، اور سیرت و تاریخ کی اہم ترین کتابوں میں شمار کی جاتی ہے۔

⁵⁵ ایران کے علاقے طبرستان (موجودہ ایران کے صوبے ماژندران) کے شہر آمل سے تعلق رکھنے والے مشہور مسلم مفسر و مورخ، محمد بن جریر طبری یا ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید الطبری۔ رے، بغداد، بصرہ، کوفہ وغیرہ کے بڑے بڑے علمی مراکز کے بڑے بڑے علماء سے استفادہ کیا۔ مختلف علوم میں غیر معمولی دست گاہ کے حامل بیان کیے جاتے ہیں؛ حافظ ابو بکر خطیب المعروف الخطیب البغدادی (1002ء/392ھ-1071ء/463ھ) کے مطابق طبری ایسے امام تھے کہ ان کے علم و فضل کی بنا پر ان کے قول کے مطابق فیصلے کیے جاتے، اور لوگ ان کی رائے معلوم کرنے کے لیے ان کی طرف رجوع کرتے۔ مختلف علوم پر متعدد کتابیں تحریر کیں، لیکن تفسیر و تاریخ پر ضخیم علمی کام کی بنا پر بہت شہرت و مقبولیت حاصل کی۔ تفسیر میں "جامع البیان عن تاویل آی

فکرِ استشراق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [125] استشراقی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

ہیں۔ اگر کچھ لکھا بھی گیا، تو وہ پیغمبر اسلام ﷺ کے صحابہ نے لکھا تھا اور صحابہ کے لکھے ہوئے سارے مواد کو ملا لیں، تو بھی موجودہ قرآن نہیں بنتا۔⁵⁷ برٹن (John Burton)، پیدائش (1929ء)⁵⁸ نے لکھا ہے کہ عہد نبوی میں قرآن کی تحریر و ترتیب ممکن نہ تھی کیوں کہ قرآن کا نزول مکمل نہ ہوا تھا، اور مواد میں تبدیلی و ترمیم اور نسخ و غیرہ کا وقوع ہوتا رہتا تھا۔⁵⁹

القرآن "یا" تفسیر الطبری " اور تاریخ میں " تاریخ الرسل والملوک " یا " تاریخ الامم والملوک " منفرد مقام کی حامل تصانیف ہیں۔ طبری پر شیعیت کے الزام اور اس کی تردید کے حوالے سے بھی اہل تحقیق نے کافی بحث کی ہے۔

⁵⁶ مشہور محدث ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن الغیرہ بن بردزبہ الجعفی البخاری۔ آپ کا مجموعہ حدیث "الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ ﷺ و سننہ وایامہ" جو "صحیح البخاری" کے نام سے معروف ہے، سنی مسلمانوں میں بالعموم تمام مجموعہ ہائے احادیث سے مستند و معتبر مانا گیا ہے؛ اسے اصح الکتب بعد کتاب اللہ "کتاب اللہ کے بعد سب سے صحیح کتاب" کہا جاتا ہے؛ اس کی احادیث پر نقد و جرح کو ناپسند کیا جاتا ہے، تاہم صحیح بخاری کی بعض احادیث پر بعض سنی علمائے حدیث کی طرف سے نقد و جرح بھی کی گئی ہے؛ اردو زبان میں اس پر ایک اہم اور قابل ذکر تنقید "صحیح بخاری کا مطالعہ: بخاری کی کچھ کمزور احادیث کی تحقیق و تنقید" کے عنوان سے شبیر احمد ازہر میرٹھی (1923ء-2005ء) کے قلم سے سامنے آئی ہے۔ بخاری کی دیگر کتابوں میں "التاریخ الکبیر"، "التاریخ الصغیر"، "التاریخ الاوسط" اور "الادب المفرد" وغیرہ شامل ہیں۔

⁵⁷ Hastings, ed. *Encyclopaedia of Religion and Ethics*, 10/547-548.

⁵⁸ یونیورسٹی آف سینٹ انڈریوز (St Andrews) برطانیہ سے متعلق مستشرق۔ مشہور کتاب "The Collection of the Quran" ہے، جو 1977ء میں کیمبرج یونیورسٹی پریس نے شائع کی۔ حدیث کے موضوع پر "An Introduction to Ḥadīth: Islamic Surveys" کے عنوان سے کتاب تحریر کی، جو 1994ء میں یونیورسٹی آف ایڈنبرا سے شائع ہوئی۔

⁵⁹ John Burton, *The Collection of the Quran* (Cambridge: Cambridge University Press, 1977), 231-232.

فکر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [126] استشرقی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

مستشرقین کا کہنا ہے کہ عہد صدیقی میں قرآن کے مکمل طور پر جمع اور محفوظ ہو جانے اور بڑی احتیاط کے ساتھ اس کے مرتب و مدون کیے جانے کا دعویٰ باطل ہے۔ مصحف صدیقی متفقہ مصحف نہیں تھا۔ عہد صدیقی کے دوران اور اس کے بعد دیگر مصاحف رائج رہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مصحف صدیقی بھی دیگر نسخوں کی طرح ایک ذاتی نوعیت کا نسخہ تھا اور ذاتی نوعیت کے سارے نسخے نامکمل تھے۔⁶⁰ قرآن کی صحیح ترتیب و تدوین کیسے ہو سکتی تھی جب کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے خود ہی بہت سے مواد کو خلط ملط کر دیا تھا؛ زید بن ثابت (610ء-660ء)⁶¹ نے کسی اصول کو ملحوظ رکھے بغیر متفرق اجزا کو جمع کیا؛ جوں جوں انھیں مواد ملتا چلا گیا، وہ لکھتے چلے گئے؛ مضامین کے تسلسل کا خیال رکھا گیا اور نہ اسلوب کی ہم آہنگی کا۔⁶²

⁶⁰ Arthur Jeffery, *Materials for the history of the texts of the Quran* (Leiden: E.J.Brill, 1937), 3-10.

⁶¹ انصاری صحابی، حضور ﷺ کے کاتب۔ نہایت ذہین تھے؛ روایات میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے مختلف سرداران قبائل اور بادشاہوں کو خطوط لکھنے اور ان کے خطوط پڑھنے کی ضرورت کے تحت آپ کو ان کی بعض زبانیں سیکھنے کا حکم دیا، تو آپ نے مختصر وقت میں ان میں کافی اہلیت بہم پہنچائی تھی؛ سترہ دنوں میں سریانی زبان سیکھ لی تھی۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ علم و حفظ قرآن اور تفقہ فی الدین میں خصوصی مقام و مرتبے کے حامل ہیں۔ عہد نبوی میں وحی قرآنی کی کتابت اور حضور ﷺ کے نامہ ہائے مبارک لکھنے کے ساتھ ساتھ آپ کو یہ غیر معمولی اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ کی سربراہی میں بنائی گئی کمیٹی نے عہد صدیقی میں قرآن کو بین الدفتین جمع کیا، اور عہد عثمانی میں اختلاف قراءات کے حوالے سے پیدا ہونے والے مسئلے کے تناظر میں رسول اللہ کے لہجے کے مطابق مصاحف میں درج کیا۔

⁶² A.S. Tritton, *Islam: Belief and Practice* (London: Hutchinson, 1962), 15; Rodwell, *The Koran*, 7.

فکر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [127] استشراتی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

قرآن میں قراءات کا اختلاف مستشرقین کے نزدیک لہجوں اور تلفظ کا معمولی اختلاف نہیں، بلکہ متن کا اختلاف ہے۔⁶³ ان کے خیال میں مصحفِ عثمانی کو متفقہ مصحف سمجھنا غلط ہے، بہت سے مصاحف اس مصحف کے مقابل موجود رہے۔ آرتھر جیفری کے مطابق مصحفِ عثمانی کے مقابل نسخہ جات میں سے 15 بنیادی اور 13 ثانوی نسخے پائے جاتے ہیں۔ قراءات کے اختلافات جمع کریں تو چھ ہزار مقامات ایسے دکھائی دیتے ہیں، جو مصحفِ عثمانی سے مختلف ہیں۔⁶⁴ مصحفِ عثمانی کی تیاری کے لیے قائم کی گئی کمیٹی نے دیگر نسخہ جات کے مواد کو نظر انداز کرتے ہوئے، بہت سا ایسا مواد قرآن میں شامل کر دیا کہ محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] کو خود قرآن مرتب کرنے کا موقع ملتا، تو اسے شامل کتاب نہ کرتے۔⁶⁵ مصحفِ عثمانی دیگر نسخوں ہی کی طرح نامکمل تھا؛ اس میں رد و بدل اور تصرفات ہوئے؛ اس کو اصل قرآن نہیں کہا جاسکتا؛ اگر مصحفِ عثمانی اور اصل قرآن ایک ہی تھے، تو بقیہ قرآنوں کو جلایا کیوں گیا!⁶⁶

ناخ و منسوخ سے متعلق مستشرقین کا استدلال ہے کہ اس کی موجودگی میں کچھ بھی قابل اعتبار نہیں رہتا۔ اس بات کا کیا یقین ہے کہ خدا نے آج جو حکم دیا وہ کل منسوخ نہیں کر دیا جائے گا!⁶⁷ اس سے خدا کے استقلالِ فیصلہ میں نقص لازم آتا، اور یہ ماننا پڑتا ہے کہ اس کا فہن تبدیل

⁶³ Arthur Jeffery, *The Quran as Scripture* (New York: Russell F. Moore, 1952), 97.

⁶⁴ Mohammad A. Chaudhary, "Orientalism on Variant Reading of the Quran: The Case of Arthur Jeffery." *American Journal of Islamic Social Science* 12, no. 2 (1995): 171-172.

⁶⁵ Jeffery, *The Koran: Selected Suras, 14-15*; Jeffery, *The Quran as Scripture*, 93-97.

⁶⁶ فذکر، میزان الحق (لاہور: پنجاب ریپبلک سوسائٹی، 1892)، 36-40۔

⁶⁷ E. W. Bethman, *Bridge to Islam: A study of the Religious forces of Islam and Christianity in the Near East* (London: Allen & Unwin, 1953), 47.

گلہ استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [128] استشرقی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

ہو تا رہتا ہے۔ وہ ایک حکم دیتا ہے، بعد میں پتہ چلتا ہے کہ پہلا حکم مناسب نہیں تھا، لہذا دوسرا حکم نافذ کر دیا جاتا ہے۔⁶⁸ نسخ کا لفظ نظر ثانی کے مترادف ہے۔ محمد ﷺ خود قرآنی مواد میں ترمیم و اضافہ اور کتر و بیونت کیا کرتے تھے۔⁶⁹ یہ اصول نسخ ہی تھا جس کے تحت قرآن کے کئی حصے عہد نبوی میں ختم کر دیے گئے۔ نسخ نے اس یقین کے لیے کوئی بنیاد نہ چھوڑی کہ کسی ایک شخص کے پاس بھی وہ قرآن موجود ہے، جو محمد ﷺ اپنے ماننے والوں کو دینا چاہتے تھے۔⁷⁰ روایات سے ایسی متعدد آیات کا پتہ چلتا ہے جو نسخ کی زد میں آکر موجودہ قرآن میں شامل ہونے سے رہ گئیں، جس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ موجودہ قرآن مکمل نہیں۔⁷¹ قرآن میں شامل بعض سورتوں کی قرآنیئت سے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے۔ کچھ لوگ انھیں قرآن قرار دینے کے سخت مخالف ہیں، اور کچھ انھیں قرآن کا ضروری حصہ تصور کرتے ہیں۔ ابن مسعود (594ء-653ء)،⁷² معوذتین کو قرآن کا حصہ نہیں سمجھتے تھے؛ سورہ فاتحہ سے متعلق البتہ یقین نہیں کہ وہ اسے

⁶⁸E. Palmer, *The Koran with an Introduction by R Nicholson* (London: Oxford University press, 1928), 53.

⁶⁹Watt, *Muhammad: Prophet and statesman*, 17-18.

⁷⁰Burton, *The Collection of the Quran*, 231.

⁷¹Bell, *Introduction to the Quran*, 47-48.

⁷²جلیل القدر صحابی رسول ﷺ۔ ابتدائی دور میں اسلام قبول کرنے والوں میں سے ہیں۔ علم قرآن سے خصوصی شغف تھا۔ آپ کا فرمان ہے کہ قرآن میں کوئی سورت، کوئی آیت ایسی نہیں جسے سے متعلق مجھے معلوم نہ ہو کہ کس بارے میں اور کب اتری! اگر مجھے علم ہوتا کہ کوئی قرآن کو مجھ سے زیادہ جاننے والا ہے اور اونٹوں کی سواری مجھے اس تک پہنچا سکتی، تو میں ضرور اس کے پاس جاتا۔ آپ نہایت خوب صورت قراءت فرماتے تھے۔ آن حضور ﷺ نے خود آپ سے قرآن سننے کی فرمائش کی۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے: جسے پسند ہو کہ قرآن اسی طرح پڑھے جیسے اترا، تو وہ ام عبد (ابن مسعود) کی قراءت سنے۔ حضور ﷺ نے جن چار لوگوں سے قرآن سیکھنے کا حکم دیا، ان میں آپ کا نام سرفہرست ہے۔ روایات کے مطابق عہد عثمانی میں جمع قرآن کے حوالے سے، زید بن ثابت کی تقرری اور اپنا مصحف سرکاری کتب کی حوالے کرنے سے متعلق حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو

فکرِ استشراق اور عالمِ اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [129] استشراتی فکر و مطالعاتِ اسلام اور ان کی نوعیت

قرآن کا حصہ سمجھتے تھے یا نہیں۔ حضرت ابی بن کعب (م 649ء/30ھ)⁷³ معوذتین اور فاتحہ تینوں کو قرآن کا حصہ تصور کرتے تھے، مگر ان کے نزدیک دو اور سورتیں بھی قرآن میں شامل تھیں، جو موجودہ قرآن کا حصہ نہیں۔⁷⁴ اعجاز القرآن کے حوالے سے مسیحی اہل قلم کا موقف ہے کہ اس کو بلاغت کے ایسے معیار کا حامل بنانا، جو انسان کی دسترس سے باہر ہو، قابلِ تسلیم نہیں۔ اگر قرآن کو اس کی فصاحت و بلاغت کی بنا پر معجزہ مانا جائے، تو یونانی و لاطینی وغیرہ زبانوں کی وہ کتابیں بھی معجزہ ہاننی پڑیں گی، جو فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ معیار کی حامل ہیں۔ بے نظیر بلاغت ویسے بھی اعجاز کی ناحق دلیل ہے کہ اس سے فائدہ اسی کو حاصل ہو سکتا ہے جس کو عربی زبان و لغت وغیرہ میں مہارت حاصل ہو، دوسرے اس سے کچھ نفع حاصل نہیں کر سکتے۔⁷⁵

تحفظات تھے؛ انھوں نے اپنا مصحف حوالے نہیں کیا تھا؛ اور اہل کوفہ کو بھی اپنے مصاحف نہ دینے کا مشورہ دیا تھا۔ اس سے متعلق محققین میں کافی بحث ہے؛ کئی اہل تحقیق نے جمع قرآن کے ضمن میں سرکاری انتظام سے متعلق ابن مسعود کے اعتراضات و تنقیدات اور ان کے مذکورہ بالا رویے کے حوالے سے مروی روایات کو ناقابلِ اعتبار قرار دیا ہے۔

⁷³ خزرجی انصاری صحابی رسول۔ آپ بھی کاتبِ وحی اور قرآن کے بڑے حافظ اور قاری تھے۔ جن چار صحابہ کرام سے حضور ﷺ نے قرآن سیکھنے کی ہدایت کی تھی، ان میں سے ایک آپ بھی تھے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ آپ کو سورہ لم یکن الذین کفرو سناؤں تو حضرت ابی نے عرض کیا: حضور! کیا اللہ نے میرا نام لیا، آپ ﷺ نے اثبات میں جواب دیا، تو حضرت ابی خوشی سے رو دیے۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ان فقہا صحابہ میں سے تھے، جن کی طرف فتوؤں کے لیے رجوع کیا جاتا تھا۔ عہدِ صدیقی و فاروقی میں خلفا کی مجالس شوری میں شامل رہے۔ حضور ﷺ نے آپ کو سید الانصار اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سید السلیمین کا خطاب دیا تھا۔ کنیت حضور ﷺ نے ابوالمؤذر رکھی اور حضرت عمر نے ابو اللفیل۔

⁷⁴ Bell, Introduction to the Quran, 41.

⁷⁵ مولانا رحمت اللہ کیرانوی، بائبل سے قرآن تک، ترجمہ۔ اکبر علی (کراچی: مکتبہ دارالعلوم، 1389ھ)، 2/

فکرِ استشراق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [130] استشراقی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

حدیث اور اس کا مقام

حدیثِ نبوی کے بارے میں مستشرقین نے لکھا کہ اس کا ابتداء کوئی وجود نہیں تھا۔ بعد کے زمانوں میں مختلف ضروریات کے تحت مسلمانوں میں مروج باتوں اور روایات کو احادیث و سنن رسول ﷺ کے عنوان سے مرتب و مدون کر لیا گیا، اور دعویٰ کیا گیا کہ یہ محمد ﷺ سے مروی و منقول ہیں۔ گولڈزیہر (Ignac Goldziher، 1850ء-1921ء) نے لکھا:

The ḥadīth will not serve as a document of the infancy of Islam, but rather as a reflection of the

76 ہنگری سے تعلق رکھنے والے مشہور یہودی مستشرق۔ جدید یورپ میں اسلامک سٹڈیز کے بانی خیال کیے جاتے ہیں۔ ہنگرین وزیر ثقافت کی مدد و اعانت سے بداپسٹ (Budapest، ہنگری کا دار الحکومت)، برلن، پیرزگ اور لائینڈن وغیرہ کی یونیورسٹیوں سے تعلیم حاصل کی۔ 1872ء میں بداپسٹ میں Privatdozent (یورپ کی یونیورسٹیوں، بالخصوص جرمن سپیٹنگ ممالک میں یونیورسٹی کی سطح پر اعلیٰ درجوں کے استاذ و نگران تحقیق کی اہلیت کے حامل شخص کو دیا جانے والا ایک اکیڈمک ٹائٹل، موجودہ عام اصطلاح میں یونیورسٹی کا پبلی ایچ ڈی وغیرہ کی سطح پر ریسرچ کر دانے والا سینئر پروفیسر) ہوئے۔ اگلے برس ہنگرین گورنمنٹ کی حمایت و آشیر باد سے فلسطین، مصر اور شام کا سفر کیا؛ مصر کی جامعہ الازہر کے شیوخ کے لیکچرز سے۔ بداپسٹ میں یہودی کمیونٹی کے سیکرٹری، مختلف علمی سوسائٹیز اور اکیڈمی آف سائنسز کے رکن رہے؛ متعدد بین الاقوامی کانفرنسوں میں ہنگرین گورنمنٹ اور اکیڈمی آف سائنسز کی نمائندگی کی۔ متعدد کتابیں اور مضامین لکھے۔ مشہور کتاب "Muhammedanische Studien" ہے، جس کا انگریزی ترجمہ "Muslim Studies" کے عنوان سے کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مغرب میں اسلامک سٹڈیز اور بالخصوص حدیث کے موضوع پر بنیادی مآخذ میں سے ہے۔ گولڈزیہر نے ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اسلامک لارڈمن لاسے ماخوذ ہے؛ حدیث محمد ﷺ کے فرامین نہیں، آپ ﷺ کی وفات کے بعد کی مسلم سوسائٹی کے قانونی و کلاسیکی تصورات کا عکس ہے۔

tendencies which appeared in the community during the more mature stages of its development.⁷⁷

حدیث اسلام کے عہد طفولیت کی دستاویز نہیں، بلکہ یہ مسلم سوسائٹی کے ارتقا کے پختہ تر مراحل کے رجحانات کا عکس ہے۔

گولڈ زیہر کے مطابق اکثر و بیشتر احادیث فرضی و جعلی ہیں۔ اموی حکمران اور علمائے صالحین اپنے اپنے مقاصد کے لیے احادیث وضع کر لیا کرتے تھے۔ علمائے فسق و ارتداد کے مقابلے کی غرض کے ساتھ ساتھ حکمرانوں کے کہنے پر بھی احادیث وضع کیں۔ مثلاً امام زہری (50ھ-124ھ) نے⁷⁸ خلیفہ عبد الملک کے لیے بخاری کی وہ روایت وضع کی جس میں آپ [ﷺ] کی جانب یہ بیان منسوب ہے کہ سفر کا قصد صرف تین مساجد کے لیے کیا جائے: میری مسجد، مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ۔⁷⁹ بعض اوقات روایان حدیث اپنی ذاتی اغراض کے لیے بھی احادیث وضع

⁷⁷ Ignaz Goldziher, *Muslim Studies*, trans. C.R.Barber and S.M.Stern (Chicago: IL Aldine Publishing, 1973), 2/18.

⁷⁸ نامور محدث اور جلیل القدر تابعی محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب الزہری۔ روایات کے مطابق آپ نے تقریباً بیس صحابہ کرام کو دیکھا اور ان سے کسب فیض کیا۔ آپ کو حدیث کے اولین جامع اور عظیم ترین امام شمار کیا جاتا ہے۔ اموی خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز (681ء/61ھ-720ء/101ھ) کے احادیث کو سرکاری سطح پر جمع و تدوین کرنے کے حکم پر اس مقصد کے لیے سب سے زیادہ جاں نثانی اور مستعدی سے آپ ہی نے کام کیا تھا۔ آپ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اسناد حدیث کو خصوصی اہمیت دی اور علما کی توجہ اس جانب مبذول کرائی، جس کے نتیجے میں سند حدیث کا اہتمام ہونے لگا، اور علم اسناد حدیث نے فن حدیث میں انتہائی اہم اور غیر معمولی فن کی حیثیت اختیار کر لی۔ گولڈ زیہر اور بعض مسلم اہل تحقیق نے امام زہری کی ثقاہت پر اعتراضات کیے ہیں، جن کی دیگر متعدد محققین کی طرف سے تردید کی گئی اور امام زہری کی ثقاہت کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

⁷⁹ Goldziher, *Muslim Studies*, 2/44.

فکرِ استشراق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [132] استشراقی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

کر لیا کرتے تھے۔ مثلاً ترمذی (824ء/209ھ - 892ء/279ھ)⁸⁰ کی ایک روایت میں ہے کہ محمد [ﷺ] نے کتوں کو مارنے کا حکم دیا البتہ شکاری کتے یا مویشیوں کی حفاظت کے لیے کتا رکھنے کی اجازت دی۔ عبد اللہ بن عمر (610ء-693ء)⁸¹ کو پتہ چلا کہ ابو ہریرہ (603ء-

⁸⁰ مشہور محدث ابو یسعیٰ محمد بن یسعیٰ بن سورہ بن موئی بن الضحاک السلمی الترمذی۔ علم حدیث میں امام بخاری، امام مسلم بن الحجاج (821ء/206ھ - 875ء/261ھ) اور امام ابوداؤد (817ء/202ھ - 889ء/275ھ) وغیرہ بہت سے آئمہ حدیث کسب فیض کیا۔ آپ کا مجموعہ حدیث "الجامع المختصر من السنن عن رسول اللہ ﷺ و معرفة الصحيح والمعلول وما عليه العمل" جو "السنن الترمذی" کے نام سے معروف ہے، اہل سنت کے چھ معتبر ترین مجموعہ ہائے احادیث میں شامل ہے۔ فوائد کے اعتبار سے جامع ترمذی حدیث کی دیگر کتابوں سے نہایت ممتاز و منفرد ہے؛ مدارس عربیہ میں بخاری کے ساتھ اس کی تدریس پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ اس کتاب کی جتنی شرحیں لکھی گئی ہیں، شاید ہی کسی دوسری کتاب کی لکھی گئی ہوں۔ امام ترمذی حدیث بیان کرنے کے بعد صحابہ اور آئمہ حدیث کا مسلک بیان کرتے ہیں کہ اس پر کن کن حضرات کا عمل رہا ہے، پھر حدیث کا مقام صحیح، حسن، غریب وغیرہ بھی بیان کرتے ہیں۔ "فی الباب" کہہ کر متعلقہ باب میں جتنے صحابہ سے روایت ہو، اس کا تذکرہ کر دیتے ہیں، بعد والوں نے "فی الباب" کی احادیث کو تلاش کر کے جمع کیا ہے۔ امام ترمذی کی دوسری معروف تالیف "الشمائل المحمدیة" ہے، جو آں جناب ﷺ کی سیرت اور آپ ﷺ کے اوصاف و خصائل کا بیان ہے۔

⁸¹ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے، جلیل القدر صحابی رسول عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ۔ حضور ﷺ کی اطاعت و اتباع، تقویٰ اور نیکی و ورع میں ممتاز تھے۔ دنیوی مال و منال اور جاہ و حشمت سے گریزاں رہتے۔ غزوات میں بھرپور شرکت کی، لیکن عہد نبوی کے بعد مسلمانوں کی باہمی لڑائیوں میں غیر جانب دار رہنے کی کوشش کی۔ آپ کا شمار بڑے عالم اور فقیہ صحابہ میں ہوتا ہے۔ آپ نے نبی ﷺ اور کبار صحابہ سے بہت سی احادیث روایت کی ہیں۔ آپ حدیث کی روایت میں بہت احتیاط سے کام لیتے تھے؛ حدیث بیان کرتے ہوئے آپ کی آنکھوں سے آنسو بہ لگتے تھے۔

فکرِ استشراق اور عالمِ اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [133] استشراقی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

681ء) ⁸² اس حدیث میں کھیتی کی حفاظت کے لیے کتا رکھنے کی اجازت کا اضافہ کرتے ہیں، تو انھوں نے کہا کہ ابو ہریرہ کھیتی کاشت کیا کرتے تھے۔ ابن عمر کے یہ الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ اولین راویانِ حدیث بھی حدیث کے سلسلے میں غیر دیانت دارانہ اور خود غرضانہ محرکات سے آزاد نہ تھے؛ وہ اپنی ذاتی اغراض کو حدیث کے طور پر پیش کر دیا کرتے تھے۔ ⁸³

گولڈ زیہر کے بعد حدیث پر استشراقی افکار اکثر و بیشتر اسی کے افکار کی صدائے بازگشت ہیں۔ ⁸⁴ اے گیوم (Alfred Guillaume، 1888ء-1965ء) ⁸⁵ کا کہنا ہے کہ حدیث کا اکثر

⁸² مشہور کثیر الروایت صحابی رسول۔ آپ کا تعلق قبیلہ دوس سے تھا؛ طفیل بن عمرو الدوسی کے ذریعے دائرۃ اسلام میں داخل ہوئے۔ زمانہ جاہلیت میں آپ کا نام عبد شمس بن صخر تھا، اسلام لائے تو حضور ﷺ نے عبد الرحمن نام رکھا۔ ابو ہریرہ آپ کی کنیت ہے، جو آپ کی بیویوں سے محبت اور آپ کے پہلو میں بی بی دیکھ کر حضور ﷺ کے آپ کو ابو ہریرہ (بی بی کا باپ) قرار دینے کے نتیجے میں پڑی۔ ایمان لانے کے بعد مسلسل حضور ﷺ کی خدمت میں رہے۔ آپ کی درخواست پر احادیث یاد رہنے کے حوالے سے حضور ﷺ نے آپ کو خصوصی دعا بھی دی تھی۔ آں جناب ﷺ کی سب سے زیادہ احادیث آپ ہی سے مروی ہیں۔ آپ عالم فاضل صحابہ میں سے تھے؛ فتوے کے لیے آپ کی طرف رجوع کیا جاتا تھا؛ تابعین کے ساتھ ساتھ بہت سے صحابہ بھی آپ سے روایت کرتے ہیں۔

⁸³ Goldziher, *Muslim Studies*, 2/56.

⁸⁴ حدیث کے بارے میں بعد کے مستشرقین کے لیے گولڈ زیہر کے کام کے مرجع و ماخذ بننے سے متعلق تفصیل کے لیے دیکھیے: ڈاکٹر نواد سیزگین، مقدمہ تاریخ تدوین حدیث، ترجمہ۔ سعید احمد (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، 1985ء)، 18۔

⁸⁵ یونیورسٹی آف لنڈن کے سکول آف اورینٹل اینڈ افریقن سٹڈیز کے شعبہ مشرقِ قریب و وسطی (Department of Near and Middle East) کے سابق سربراہ اور عربی کے پروفیسر۔ پرنسٹن یونیورسٹی، امریکن یونیورسٹی آف بیروت اور یونیورسٹی آف استنبول میں بھی خدمات سرانجام دیں۔ ابن اسحاق (محمد بن اسحاق بن یسار بن خیبار، 704ء-778ء یا 85ھ-150ھ) کی "سیرۃ الرسول" کا ترجمہ کیا۔ "Islam" اور "Traditions of Islam" کے عنوان سے اسلام اور احادیث رسول ﷺ سے متعلق مطالعات پیش

فکر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [134] استشرقی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

ذخیرہ محمد [صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ] کے اڑھائی سو سال بعد کی پیداوار ہے۔⁸⁶ حدیث سازی میں اموی حکمرانوں کا ہاتھ واضح نظر آتا ہے۔ امام زہری نے کہا کہ ان شہزادوں نے ہمیں احادیث لکھنے پر مجبور کیا۔ زہری نے عبد الملک کے کہنے پر مسجد اقصیٰ کی فضیلت سے متعلق حدیث گھڑی۔ امیر معاویہ نے علویوں کی فضیلت سے متعلق احادیث کو چھپانے کا حکم دیا۔⁸⁷ ابو ہریرہ نے اپنی ذاتی غرض سے کتے کی اجازت سے متعلق حدیث گھڑی۔⁸⁸ عباسیوں کے مفادات کے تحت بھی احادیث وضع کی گئیں۔⁸⁹

انسائیکلو پیڈیا امریکانا کے مقالہ نگار کا کہنا ہے کہ محمد [صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ] کی وصال کے بعد مسلمانوں نے مختلف مقاصد و مفادات کے تحت احادیث وضع کیں؛ لوگ اپنے قول و عمل کے لیے پیغمبر [صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ] اور ان کے ساتھیوں کے قول و عمل کے نظائر کی تلاش میں رہتے؛ جدید پیش آمدہ مسائل کا حل قرآن میں نہ ملتا، تو احادیث وضع کر لی جاتیں؛ حکمرانوں نے علما کو وضعی حدیثوں کو مستند بنانے پر اکسایا؛ جنکی اور اخلاق کی تعلیم کے لیے جعلی احادیث کا سہارا لیا گیا۔ مقالہ نگار لکھتا ہے:

When, after Mohammad's death, the Muslims faced problems that the Koran alone did not solve, they naturally sought guidance in what people before them had done. The strongest argument a man could advance to prove his views was to show that Mohammad and his companions had acted in a

کے۔ موخر الذکر کتاب میں احادیث سے متعلق بحث میں تقریباً وہی خیالات پیش کیے جو قبل ازیں گولڈ زیبر نے پیش کیے تھے۔

⁸⁶ Alfred Guillaume, *The Traditions of Islam* (Bayrūt: Khayāts, 1960), 15.

⁸⁷ Guillaume, *The Traditions of Islam*, 47-50.

⁸⁸ Guillaume, *The Traditions of Islam*, 78.

⁸⁹ Guillaume, *The Traditions of Islam*, 60.

similar way or said something to the same effect...it was not always possible to find an event or report from earlier times that exactly resolved a particular difficulty. When this happened, the Muslims quickly began to fabricate traditions to support the causes in which they were interested... cases are known of rulers compelling learned men to vouch for the authenticity of fabricated traditions, that supported the ruler in a political fight. More often fabrication was advanced for more pious reasons.⁹⁰

محمد ﷺ کی وفات کے بعد جب مسلمانوں کو ایسے مسائل کا سامنا ہوا جو صرف قرآن سے حل نہ ہوتے تھے، تو لوگوں نے فطری طور پر اپنے اسلاف کے عمل سے رہنمائی چاہی۔ آدمی اپنے نظریات کو ثابت کرنے کے لیے جو مضبوط ترین دلیل دے سکتا تھا، وہ یہ تھی کہ محمد ﷺ اور ان کے اصحاب نے ایسا ہی کیا تھا، یا اسی نوعیت کی بات کہی تھی... لیکن پیش آمدہ مسئلے کے لیے ہمیشہ اسلاف کے قول و عمل سے نظیر ملانا ناممکن تھا۔ چنانچہ مسلمانوں نے اپنے اپنے مفادات کی موید احادیث گھڑنا شروع کر دیں... حکمرانوں کے سیاسی معرکہ آرائی میں معاونت کی غرض سے علما کو جعلی احادیث کو مستند بنانے پر اکسانے کے واقعات معلوم و معروف ہیں۔ نیک مقاصد کے لیے بھی کثرت سے احادیث وضع کی گئیں۔

⁹⁰ Crolrier, *The Encyclopedia Americana*, 15/496.

فکر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [136] استشرقی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

جوزف شاخت (Joseph Franz Schacht، 1902ء-1969ء) نے فقہی و قانونی امور سے متعلق احادیث پر بحث کر کے تحقیق پیش کی کہ ان میں سے کوئی ایک روایت بھی مشکل ہی سے ثقہ تسلیم کی جاسکتی ہے۔⁹² یہ روایات فی الواقع بعد کے ادوار کے قانونی و فقہی نظریات کا فرضی اظہار ہیں۔⁹³ جیفری کے مطابق احادیث حضور ﷺ کے زمانے کے بعد ان مذہبی و معاشرتی مسائل کے حل کے لے وجود میں آئیں، جن سے متعلق قرآن میں کوئی رہنمائی نہ ملی۔⁹⁴ ول ڈیوران (William James Durant، 1885ء-1981ء) کے خیال میں

⁹¹ برٹش جرمن مستشرق۔ کولمبیا یونیورسٹی، آکسفورڈ یونیورسٹی، یونیورسٹی آف لائینڈن وغیرہ میں عربی اور اسلامیات کی تدریس کی۔ فقہ و قانون اور حدیث پر نقد شہرت کا خصوصی حوالہ ہے۔ مشہور کتابیں "Origins of Muhammadan Jurisprudence" اور "An Introduction to Islamic Law" ہیں۔

⁹² Joseph Schacht, *An Introduction to Islamic Law* (Oxford: Clarendon press, 1964), 34.

⁹³ Joseph Schacht, *The Origins of Muhammadan Jurisprudence* (Oxford: Clarendon press, 1950), 149.

⁹⁴ Arthur Jeffery, *Islam: Muhammad and his religion* (Indiana: Bobbs-Merrill, 1958), 12.

⁹⁵ امریکی مصنف، مورخ اور فلسفی۔ تاریخ یورپ کے حوالے سے لکھی گئی اپنی کتاب "The story of Civilization" کی وجہ سے شہرت حاصل ہے، جو مصنف نے 1935ء سے 1975ء تک کے عرصے میں گیارہ جلدوں میں مختلف ادوار تاریخ کی مناسبت سے مختلف عنوانات کے تحت شائع کی۔ قرون وسطیٰ کے یورپ اور مشرقِ قریب کی تاریخ سے بحث کرنے والی کتاب "The age of Faith" اسی کتاب کی چوتھی جلد ہے، جو 1950ء میں شائع ہوئی۔ اس جلد کا ایک حصہ محمد ﷺ، قرآن، مغرب میں اسلام کی تاریخ اور مسلم فکر سے بحث کرتا ہے۔ اس میں مصنف نے اسلام اور مسلمانوں پر نقد کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے عیسائیوں کے مقابلے میں مفتوحین سے ریمانہ سلوک کا اقرار بھی کیا ہے۔ مصنف کے مطابق عیسائیوں نے فتحِ یروشلم کے وقت جس ظلم و تشدد کا مظاہرہ کیا وہ مسلمانوں کے یہاں مفتوح عیسائیوں کے باب میں نہیں ملتا۔

لکھنؤ اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [137] استشرافی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

آں جناب [رَضِيَ اللهُ عَنْهُ] کے معجزات سے متعلق احادیث جعلی و فرضی ہیں۔ آپ نے معجزات دکھانے کا دعویٰ نہیں کیا، لیکن سینکڑوں احادیث آپ کی معجزانہ شان کو ظاہر کرتی ہیں۔ ان میں بیان کیا جاتا ہے کہ محمد [رَضِيَ اللهُ عَنْهُ] نے کس طرح ایک آدمی کے کھانے سے مجھے کو سیر کر دیا؛ کس طرح آپ [رَضِيَ اللهُ عَنْهُ] کی دعا سے آسمانوں سے بارش نازل ہو جاتی تھی؛ ایک بے شیر بکری کے تھنوں سے آپ [رَضِيَ اللهُ عَنْهُ] کا ہاتھ لگنے سے کیسے دودھ جاری ہو جاتا تھا؛ بیمار کس طرح آپ [رَضِيَ اللهُ عَنْهُ] کے لباس یا بالوں سے چھو کر صحت یاب ہو جاتے تھے! محسوس یوں ہوتا ہے کہ آپ [رَضِيَ اللهُ عَنْهُ] کو بہترین مسیحی کے روپ میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی، حالانکہ آپ کی نوبیویاں تھیں۔⁹⁶

مزید برآں محمد [رَضِيَ اللهُ عَنْهُ] سے متعلق تاریخی ماخذ کے طور پر بھی مستشرقین کے نزدیک احادیث کئی حوالوں سے ناقابل اعتماد ہیں؛ اولاً حدیث لٹریچر تضادات و اختلافات سے بھرا پڑا ہے؛ کسی بھی واقعے سے متعلق متعدد مختلف احادیث ملتی ہیں، جن میں اکثر و بیشتر تطبیق ناممکن ہوتی ہے۔ مطلوبہ معلومات کے لیے ہم چند کا انتخاب کر سکتے ہیں، لیکن سب کی سب یا اکثر روایات قبول نہیں کر سکتے۔ ثانیاً احادیث بدیہی طور پر بعد کے زمانوں میں ظہور پذیر ہوئیں، جس کا ثبوت یہ ہے کہ بعد کے ماخذات میں پہلوں کی نسبت بہتر معلومات موجود ہیں۔ ثالثاً احادیث کا زیادہ تر تعلق تفسیر اور تاریخی و قانونی وغیرہ حوالوں سے قرآن کے ساتھ ہے۔ رہیں اسناد تو انھیں متون ہی کی طرح آسانی سے گھڑا جاسکتا ہے۔⁹⁷ سو حیات محمد [رَضِيَ اللهُ عَنْهُ] کے حوالے سے یہ بھی مشکوک و مشتبہ ہیں۔ جب مکمل سندوں کا چلن ہو تو بعد کے لوگوں نے تکمیل کی غرض سے سندیں پہلوں تک پہنچا دیں، لہذا وہ حجت نہیں ہو سکتیں۔ منگمری واٹ کا کہنا ہے:

The insistence on complete chains is to be associated with the teaching of ash- Shāfīʿī, who

⁹⁶Will Durant, *The Age of faith* (New York: Simon & Schuster, 1950), 211-212.

⁹⁷Daniel Brown, *A New Introduction to Islam* (United Kingdom: Blackwell, 2004), 89-90.

فکرِ استشراق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [138] استشراقی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

was roughly a contemporary of al-Wāqidī [748AD /130AH-822AD/207AH].⁹⁸ Once it became fashionable to give complete isnads, scholars must have been tempted to extend their chains backwards to contemporaries of Muhammad. Even when they thus added to the chains, however, their additions may have been sound, since they probably knew in a general way where their predecessors had obtained information. This means only that we cannot rely so fully on the early links of a chain as on the later ones.⁹⁹

مکمل اسناد پر اصرار کا تعلق شافعی [767ء/150ھ-820ء/204ھ
[¹⁰⁰ اکی تعلیمات سے ہے، جو تقریباً واقدی کے ہم عصر تھے۔ جب مکمل اسناد

⁹⁸ مشہور مسلم مورخ ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن واقد الاسلمی۔ اپنے دادا واقد الاسلمی کی نسبت سے الواقدی مشہور ہوئے۔ عباسی خلفا ہارون الرشید (763ء-809ء) اور المامون (786ء-833ء) کے قاضی رہے۔ علمی دنیا میں شہرت کا خصوصی حوالہ "کتاب المغازی" ہے۔ اگرچہ مختلف اہل علم و تحقیق نے بہ طور محدث واقدی کی ثقاہت پر سوالات اٹھائے ہیں؛ انھیں ضعیف اور متروک الحدیث قرار دیا ہے، سیرت نبوی ﷺ اور اسلامی تاریخ کے حوالے سے واقدی کی مذکورہ کتاب کی اہمیت ناقابل انکار ہے؛ بہت سے معتبر اہل علم نے اس کا اعتراف کیا اور واقدی کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔

⁹⁹ W. Montgomery Watt, *Muhammad at Medina* (Karachi: Oxford University press, 1981), 338.

¹⁰⁰ شافعی کتب فقہ کے بانی مشہور فقیہ، ابو عبد اللہ محمد بن ادریس الشافعی۔ امام شافعی علم، تفقہ اور بصیرت و استدلال میں یکایک روزگار تھے۔ فقہ اسلامی میں آپ کا کام غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ آپ کی بے نظیر فقہی

ذکر کرنے کا چلن ہو گیا تو علما اسناد کو پیچھے محمد [ﷺ] اور ان کے صحابہ تک پہنچانے کے متمنی ہو گئے۔ اگرچہ انھوں نے اسناد میں اضافہ کیا، ان کی اسناد قابل اعتماد کہی جاسکتی ہیں کہ انھیں شاید عام طور پر یہ معلوم ہوتا تھا کہ ان سے پہلوں کا ذریعہ معلومات کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم کسی سلسلہ سند کے ابتدائی حصوں پر اس طرح مکمل اعتماد نہیں کر سکتے، جس طرح بعد کے حصوں پر کر سکتے ہیں۔

سیرت طیبہ

سیرت طیبہ کے حوالے سے استشرافی فکر میں آل جناب [ﷺ] پر نہایت سخت الزامات ملتے ہیں۔ آپ [ﷺ] کی شخصیت و سیرت کو اس قدر افسانوی اور غیر حقیقت پسندانہ انداز سے پیش کرنے کی کوشش کی جاتی رہی ہے کہ خود متعدد معروف مستشرقین مغرب کو آل حضور [ﷺ] کی تصویر کو انتہائی حد تک مسح کر کے پیش کرنے کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔ ان کے مطابق دنیا کے عظیم انسانوں میں سے کسی کی اس قدر مسخ شدہ تصویر پیش نہیں کی گئی، جس قدر محمد [ﷺ] کی گئی۔ عالم عیسائیت میں صلیبی جنگوں سے بھی پہلے حضور [ﷺ] کو دشمن اعظم (Great Enemy اور تاریکی کے شہزادے (The Prince of Darkness) کی شکل میں پیش

خدمت علم اصول فقہ کی تدوین ہے۔ اگرچہ آپ سے پہلے آئمہ فقہ سے متعلق کہا جاتا ہے کہ انھوں نے اس سلسلے میں کتابیں تالیف کیں لیکن ان کی کوئی کتاب منظر عام پر نہیں آئی۔ اس سلسلے میں قدیم ترین دست یاب کتاب امام شافعی کی "الرسالۃ" ہے۔ آپ کی کتاب "الام" فقہ کا انسائیکلو پیڈیا ہے۔ اس کتاب میں امام صاحب نے عبادت، معاملات، عقوبات، مناکحات وغیرہ کثیر موضوعات پر نہایت مفصل اور پر مغز گفت گو کی ہے۔ امام شافعی کی علمی عظمت کے اعتراف میں بڑے بڑے علما رطب اللسان نظر آتے ہیں۔ آپ کے شاگرد امام احمد بن حنبل (780ء/164ھ-855ء/241ھ) کا قول ہے: علم دین کے لیے قلم اٹھانے والا ہر آدمی امام شافعی کے احسان کے زیر بار ہے۔ آپ کے مناقب و فضائل پر بڑے بڑے علما نے مستقل کتابیں تحریر کی ہیں: امام فخر الدین رازی (1149ء/544ھ-1209ء/606ھ) کی "مناقب الامام الشافعی" مشہور و معروف ہے۔

گھر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [140] استشرقی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

کیا جاتا تھا۔¹⁰¹ آپ [صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ] کو (نعوذ باللہ) دغا باز اور جھوٹا مدعی نبوت قرار دیا گیا۔ جنس پرستی، بد چلی، خون آشامی اور قزاقی میں ملوث دکھایا گیا۔¹⁰²

اہل مغرب نے آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو (نعوذ باللہ) ماہوئن (Mahoin)، ماہو سنڈ (Mahoinد)، ماہو مٹ (Mahomet) وغیرہ ناموں کے ساتھ بہت بڑے بت سے تعبیر کیا اور مسلمانوں کو اس بت کے پرستار قرار دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ سراسر ان ماہو مٹ کو اس کا خود تراشیدہ اور ناقابلِ تسخیر قوتوں کا مالک بت خیال کرتے ہیں۔¹⁰³ ان کی تاریخوں میں ایسے گیت نقل ہوئے ہیں، جن میں مسلمانوں کو ماہو مٹ کو خدا قرار دیتے، اس کے حضور نذرانے پیش کرتے اور اس سے دشمن پر فتح یاب ہونے کی دعائیں مانگتے دکھایا گیا ہے۔¹⁰⁴ اہل مغرب کے ہاں ماہو سنڈ کا بت صرف مسلمانوں کی عبادت تک محدود نہ رہا، بلکہ بتوں کی قدیم تاریخ کا بھی نمایاں حصہ بن گیا۔ انبیاء کے دشمن اور مخالفین بھی اسی بت کے پجاری بتائے جانے لگے۔ فرعون، ماہو مٹی قرار دیے گئے۔ فرعون ڈوبتے وقت غرقابی سے نجات کی غرض سے اپنی سپاہ کو ماہو مٹ سے رجوع کی تلقین کرنا دکھایا گیا ہے۔¹⁰⁵ بعض اہل مغرب نے آں جناب صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو (نعوذ باللہ) ایک ایسا مسیحی قرار دیا، جس نے مسیحیت کے اندر حصولِ عظمت یا پوپ بننے میں ناکامی کے بعد اقتدار و حکومت اور جاہ و حشمت کی خاطر مسیح کی

¹⁰¹ Watt, *Muhammad: Prophet and Statesman*, 231.

¹⁰² Philip K. Hitti, *Islam a way of life* (London: Oxford University Press, 1971), 22-23.

¹⁰³ Archbishop Turpin, *History of Charles the Great and Orlando*, trans. Thomas Rodd (London: Old Broad Street, 1812), 1/6-7.

¹⁰⁴ Ordericus Vitalis, *The Ecclesiastical History of England and Normandy*, trans. Thomas Forester (London: Henry G. Bohn, ND), 3/175-176.

¹⁰⁵ See for details: Lucky T Smith, *York Plays: The Plays Performed on the Day of Corpus Christi in the 14th, 15th, & 16th Centuries* (Oxford: Clarendon press, 1885)

گفرا استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [141] استشرقی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

تعلیمات کو مسح کر کے ایک نیا مذہب ایجاد کیا۔ ایک کہانی میں ہے کہ وہ یروشلم کا بڑا بپ بننا چاہتا تھا، جس کی بنا پر شہنشاہ نے اس کو جلا وطن کر دیا۔ وہ لیبیا چلا گیا اور وہاں کے چیف کے گھر قیام کیا اور اسے قتل کر ڈالا، تاکہ اس کی جگہ لے لے۔ بادشاہ مر رہا تھا اور وہ اعلان کر رہا تھا کہ جو شخص ایک خاص سفید تیل کو رام کر لے گا وہ بادشاہ بن جائے گا، اور خود اس نے خفیہ طور پر اس تیل کو رام کر رکھا تھا۔ یوں وہ بادشاہ بن گیا۔ وہ تو خدا بننے کا خواہش مند تھا، لیکن خدا نے اسے مرگی میں مبتلا کر دیا۔ وہ خوفناک موت مرا، اسے سؤروں نے کھایا اور اس کا تابوت ہو میں معلق ہو گیا۔¹⁰⁶ ایک اور کہانی میں قرار دیا گیا کہ کلیسا نے ایک سر جیسس (Sergius the Monk)¹⁰⁷ نام راہب کو بدعتی قرار دے کر عیسائیت سے نکال دیا۔ یہ عرب چلا گیا، جہاں اس کی ملاقات محمد ﷺ سے ہوئی، اس نے محمد ﷺ کو مسخ شدہ عیسائیت کی تبلیغ کی۔ محمد ﷺ کے پیروکار اس مسخ شدہ عیسائیت کو لے کر اٹھے اور اسے تلوار کے زور پر دنیا کے بہت سے خطوں میں پھیلا دیا؛ لیکن محمد ﷺ کا اپنا انجام یہ ہوا کہ اس کو (نعوذ باللہ) شیطانی وحی کے ایک دورے کے دوران خنزروں نے پھاڑ کر ہلاک کر دیا۔¹⁰⁸

اس نوع کے الزامات اور افسانوں کو دور نشاۃ ثانیہ اور بعد کے ادوار میں خود اہل مغرب کی جانب سے سختی سے رد اور جدید تحریکات وغیرہ کے زیر اثر پیغمبر اسلام ﷺ کی قدرے حقیقت

¹⁰⁶ Henry Stubbe, *An account of the Rise and Progress of Mahometanism with the life of Mahomet*, ed; Hāfīz Maḥmūd Khān Shairānī (London: Luzac & co, 1911), 219.

¹⁰⁷ سر جیسس بحیری راہب کو کہا جاتا ہے، اہل تاریخ کے مطابق جس سے آں جناب ﷺ کی حضرت ابوطالب (539ء-620ء) کے ساتھ شام کے سفر کے دوران بصرہ میں ملاقات ہوئی تھی اور جس نے بعض معجزانہ علامات کے ذریعے آپ ﷺ کو پہچانا اور بتایا تھا کہ آپ نبی ہیں۔ اس وقت حضور ﷺ کی عمر نو سے بارہ سال کے درمیان تھی۔

¹⁰⁸ Karen Armstrong, *Muhammad: A Biography of the Prophet* (London: Clays, 2003), 27.

لکرا استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [142] استشراتی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

پسندانہ تفہیم کا دعویٰ کیا گیا؛ لیکن ان ادوار کا مغربی لٹریچر بالعموم اس دعوے کی تائید نہیں کرتا، کیوں کہ اس میں بھی حضرت محمد ﷺ سے بغض و عداوت بہت زوروں پر نظر آتی ہے۔¹⁰⁹ ان ادوار کے شعر اور ادیب تو ایک طرف بڑے بڑے مصلحین تک، جو پوپ اور کیتھولک چرچ کے دشمن تھے، بھی پیغمبر اسلام ﷺ سے متعلق حقیقت پسندانہ رویہ نہ اپناتا سکے۔ پروٹسٹنٹ کا بانی مارٹن لوتھر۔ جو جدید یورپ کا بہت بڑا مفکر اور مصلح اعظم سمجھا جاتا ہے۔ حضور ﷺ سے شدید بغض و نفرت کا اظہار کرتا نظر آتا ہے۔ وہ (معاذ اللہ) حضور ﷺ کو شیطان قرار دیتا اور یسوع مسیح سے دعا کرتا ہے کہ وہ قرآن کے مصنف پر آگ بڑھائے۔¹¹⁰

جان بیل (John bale، 1495ء-1563ء)¹¹¹ بھی پوپ کا سخت دشمن تھا، لیکن اسے بھی پوپ سے نفرت کے اظہار کے لیے حضور ﷺ کی شخصیت ہی دکھائی دی۔ اس نے آں حضور ﷺ اور رومی پوپ کا موازنہ کیا اور قرار دیا کہ یا جوج ماجوج سے روح القدس کی مراد یہی دو افراد اور ان کے بدترین اخلاف ہیں۔¹¹² بشپ بیل اپنے مذکورہ موازنے میں مزید کہتا ہے کہ یہ دونوں افراد فتنہ و فساد پیدا کرنے والے ہیں۔ انھوں نے کتب مقدسہ کو تسلیم کرنے

¹⁰⁹ مختلف ادوار میں سیرت طیبہ سے متعلق اہل مغرب کے متعصبانہ رویوں کا ایک تاریخی خاکہ گذشتہ باب میں استشرق کی ارتقائی تاریخ کے بیان میں پیش کیا جا چکا ہے۔

¹¹⁰ Stubbe, *Rise and Progress of Mahometanism*, 229.

¹¹¹ ترون وسطیٰ کے آئرلینڈ یا آسرے (Ossory) کا ایشپ۔ اپنے زمانے تک کے انگریز مصنفین کے کاموں کی فہرست مرتب کی۔ کنگ جان کے موضوع پر قدیم ترین انگریزی شعری ڈرامہ (Verse Drama) تحریر کیا۔ مخالفین پر شدید اور توہین آمیز تنقید کیا کرتا تھا۔ اپنی جھگڑا اور جارحانہ طبیعت کے باعث چڑا چڑا یا صفر اکا مریض بیل (Bilious Bale) کہلاتا ہے۔

¹¹² Stubbe, *Rise and Progress of Mahometanism*, 230.

فکرِ استشراق اور عالمِ اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [143] استشراقی فکر و مطالعاتِ اسلام اور ان کی نوعیت

کے باوجود اپنے اپنے قوانین بنا کر ان کی پیروی کی دعوت دی ہے۔ یہ ان گنت لوگوں کے قاتل ہیں، بظاہر نیک دکھائی دیتے ہیں، لیکن فی الواقع شیطان کے بد قماش نائب ہیں۔¹¹³

ستم ظریفی ملاحظہ کیجیے کہ ایک طرف پروٹسٹنٹ اپنے دشمن کیتھولک چرچ کو ماہو مٹن (Mahumetan) قرار دے رہے تھے اور دوسری جانب پروٹسٹنٹ فرقے اور لو تھر کو بدعتی سمجھنے والے انھیں ماہو مٹن (Mahumetan) بتا رہے تھے۔¹¹⁴ کارڈینل پیرون (Jacques Davy Duperron یا Jacques Davy du Perron 1556ء-1618ء)¹¹⁵ نے پروٹسٹنٹ عیسائیوں کی خبری، لو تھر اور انگلینڈ کے بادشاہ ہنری ہشتم (Henri viii، 1491ء-1547ء)¹¹⁶ وغیرہ کی بد اعمالیاں گنوائیں تو اس نے ضروری سمجھا کہ ان کا موازنہ محمد ﷺ سے کیا جائے۔ اس نے ”Luther’s Alkoran“ کے نام سے ایک کتاب تحریر کی اور لو تھر کی تعلیمات کو حقیر و قابلِ نفرت ثابت کرنے کی غرض سے چالیس نکات میں لو تھر اور قرآن کی تعلیمات میں مماثلت ظاہر کرنے کی کوشش کی۔ یہ شخص ہنری ہشتم کے مظالم کا تذکرہ کرتے ہوئے اسے ماہو مٹن ہنری (Mahumetan Henry) کہتا اور سر جیمس، لو تھر اور محمد (ﷺ) کو مسیحیت سے برگشتہ اور بدعتی قرار دیتا ہے۔¹¹⁷

¹¹³ Stubbe, *Rise and Progress of Mahometanism*, 230-231.

¹¹⁴ اس ضمن میں تفصیلی معلومات کے لیے دیکھیے:

Norman Daniel, *Islam and the West: the making of an image* (Edinburgh: Edinburgh University press, 1960), 284-285.

¹¹⁵ فرانسیسی سیاست دان اور رومن کیتھولک کارڈینل۔ (کارڈینل کیتھولک چرچ میں ایک نائٹل تھا، جو عظیم رہنمائے چرچ کو ظاہر کرتا تھا، کارڈینلز کا ایک گروپ کالج آف کارڈینلز کہلاتا تھا، جس کے ممبر پوپ کی درخواست پر کلیسائی معاملات میں مشورہ دینے کا فریضہ انجام دیتے تھے)

¹¹⁶ زمانہ اقتدار 1509ء-1547ء ہے۔

¹¹⁷ Stubbe, *Rise and Progress of Mahometanism*, 231-232. cf. Cardinal Peron, *Luther’s Alkoran*, 2/117-125, 1642.

فکر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [144] استشرقی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

بعد کے ادوار میں البتہ کچھ آوازیں ایسی سنائی دیتی ہیں جنہوں نے حضور ﷺ سے متعلق مغرب کی یادہ گویوں کی مذمت کی۔ مثلاً ہنری سب (Henry Stubbe، 1632ء-1676ء) نے بہت سے بے سرو پا مغربی تصورات کو باطل قرار دیتے ہوئے آں جناب ﷺ کے اخلاق و کردار کی تعریف کی۔¹¹⁹ ہنری کومت ڈی بولین و میسرز (Henri Comete de Boulainvilliers، 1658ء-1722ء) نے¹²⁰ 1731 میں پیرس سے شائع ہونے والی کتاب "Histoire des Arabes avec la Vie de Mahomet" میں حضور ﷺ کو عہد عقل و دانائی کا پیش رو قرار دیا۔ والٹیئر نے "Les Moeurs et l,spirit des nations" کے عنوان سے شائع ہونے والی کتاب میں آں حضور ﷺ کو ایک نمایاں اور صاحب بصیرت سیاسی مفکر اور ایک عقلی مذہب کے بانی کے طور پر پیش کرنے کی کوشش کی۔ اس نے اعتراف کیا کہ مسلمان عیسائیوں کی نسبت زیادہ روادار رہے ہیں۔ پیغمبر اسلام ﷺ کی عظمت کی گواہی آپ کے کٹر مخالفین اور دشمن بھی دینے پر مجبور ہوئے ہیں۔ جوہن جیکوب ریسکی (Johann Jakob Reiske، 1716ء-1774ء) نے¹²¹ واضح کیا کہ آں حضور ﷺ اعلیٰ صفات کے حامل انسان

¹¹⁸ انگریز فریڈریشن اور مصنف۔ یہ اپنے زمانے کے لاطینی اور یونانی کے سب سے بڑے سکالر اور عظیم ریاضی دان اور مورخ قرار دیے گئے ہیں۔ مذہبی رواداری کے موید تھے۔ تثلیث پرست مسیحیت کی مخالفت کی؛ توحید پرست عیسائیت اور اسلام میں مماثلت دکھانے کی کوشش کی۔ ان کی کتاب "An Account of Rise and Progress of Mahometanism" جس کا حوالہ اوپر کئی بار آچکا ہے، انگریزی میں اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کا پہلا اہم مطالعہ قرار دی گئی ہے۔ اس کتاب میں سب نے آں جناب ﷺ کے خلاف مغربی تصورات کو غلط اور متعصبانہ قرار دیا۔ سب یہ کتاب شائع نہ کروا سکے تھے؛ یہ نج کی حیثیت سے زیر گردش رہی۔

¹¹⁹ See: Stubbe, *Rise and Progress of Mahometanism*, 141-143.

¹²⁰ فرانسسیسی مصنف و مورخ۔ آرمی میں خدمات انجام دیں۔ تاریخ اور مذہب کے علاوہ سائنس اور فلسفے کے موضوعات پر بھی کتابیں تحریر کیں۔

¹²¹ جرمن فریڈریشن اور مستشرق۔ مغرب میں عربی اور بازنطینی علم اللسان کے بانی خیال کئے گئے ہیں۔ اس ضمن میں متعدد کتابیں تحریر کیں۔

فکرِ استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [145] استشرقی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

ہیں اور اسلام ایک الہامی مذہب ہے۔¹²² گوئے نے حضور ﷺ کی مدحت و توصیف اور آپ کے دفاع میں نمایاں حصہ لیا۔ اس نے جناب مسیح سے متعلق مشرکانہ مسیحی تصورات کو رد کیا اور اللہ کی وحدانیت اور حضور ﷺ کی صداقت کا اقرار کیا۔¹²³ تھامس کارلائل نے اہل مغرب کو حضور ﷺ سے متعلق بے سرو پا اور باطل تصورات پر شرم دلائی اور اسے اپنی عزت و وقار پر دھبہ باور کرنے کی کوشش کی۔ اس نے آپ ﷺ سے متعلق کبوتر کی بے ہودہ اور بے دلیل کہانی کا حوالہ دیتے ہوئے قدیم مغربی خرافات سے نکلنے پر زور دیا۔ اس نے واضح کیا کہ لاکھوں انسانوں کے ہادی و رہنما محمد ﷺ [جھوٹے اور دغا باز نہیں ہو سکتے؛ قرآن نہایت بے غبار انداز سے آپ ﷺ] کو عظیم، سچا اور مخلص انسان ٹھہراتے ہیں۔¹²⁴

لیکن تاریخ کا یہ عجیب المیہ ہے کہ حضور ﷺ کا دفاع کرنے والے ان مصنفین میں سے اکثر کسی نہ کسی حوالے سے آپ ﷺ کی مخالفت پر بھی کمر بستہ نظر آتے ہیں۔ مثلاً کوٹ ڈی بولین اپنے مذکورہ بالا تاثر کے ساتھ ساتھ اہل اسلام کے اپنے مذہب کو زبردستی پھیلانے کا تاثر بھی پیدا کرتا نظر آتا ہے۔ والٹیر "Mahomet or Fanaticism" میں آپ ﷺ کی وہی روایتی مغربی تصویر کشی کرتا اور آپ ﷺ کو طاقت کے زور پر اپنا مذہب لاگو کرنے کا الزام دیتا ہے۔¹²⁵ مزید برآں جدید تر ادوار کے مستشرقین کے یہاں بھی آپ ﷺ کی شخصیت و کردار سے متعلق معترضانہ اور منفی افکار و خیالات عام ملتے ہیں، جس سے جدید مستشرقین کے عمومی رویے کے

¹²² Armstrong, *Muhammad A Biography*, 36-37.

¹²³ See: 'Abd al-Qādir al-Murābit (Abdulqadir Almurabit) "Was the Goethe a Muslim?" Accessed October 2, 2015.

http://www.themodernreligion.com/convert/convert_goethe.htm

¹²⁴ Thomas Carlyle, *Heroes and Hero Worship* (Philadelphia: Henry Altemus, ND), 60-63.

¹²⁵ Armstrong, *Muhammad A Biography*, 37-38.

فکر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [146] استشرقی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

روایتی ہونے کے تصور کو تقویت فراہم ہوتی ہے۔ اس ضمن میں عہد جدید کے چند مستشرقین کے افکار پیش کیے جاتے ہیں:

گسٹاویل کا کہنا ہے آپ [صلی اللہ علیہ وسلم] (معاذ اللہ) اپنے مفاد کے تحت جھوٹ، دھوکے بازی، فراڈ سب کچھ کر گزرنے کو تیار ہوتے تھے۔ ویل کے الفاظ ہیں:

However that may be, there is no doubt that he had frequent recourse to all sorts of fraud and imposture to secure his purpose ;calling into his service the angel Gabriel to reveal things which he could not himself believe.¹²⁶

کچھ بھی ہو محمد [صلی اللہ علیہ وسلم] کے پاس اپنے مفاد کے لیے ہر قسم کے فراڈ اور دھوکے کا آپشن موجود تھا۔ وہ کسی بھی وقت فرشتہ جبریل کو اس خدمت کے لیے بلا سکتے تھے، کہ ان پر وہ چیزیں نازل کرے، جن پر وہ خود بھی یقین نہ کر سکتے تھے۔

ٹار اینڈ رے (Tor Julius Efraim Andrae، 1885ء-1947ء)¹²⁷ کے نزدیک بھی آپ [صلی اللہ علیہ وسلم] (نعوذ باللہ) عیار، دغا باز اور حیلے بہانے سے اپنا مفاد حاصل کرنے کا رجحان رکھنے والے

¹²⁶Weil, *History of Islamic peoples*, 26.

¹²⁷ سویڈش مستشرق اور ہشپ۔ مذہبی اور کلیسائی پس منظر کے حامل ٹار اینڈ رے نے اپنا یونیورسٹی (Uppsala University) سویڈن سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ یونیورسٹی کالج آف سٹاکھولم (University College of Stockholm) سویڈن میں تاریخ مذاہب کے پروفیسر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ ابتدائی اسلامی تاریخ، اسلامی تصوف اور سائیکالوجی آف ریلیجین دلچسپی کے خاص موضوعات تھے۔ اسلام اور سیرت نبوی کے حوالے سے "Mohammed, Sein Leben und Sein Glaube" کے عنوان سے کتاب شائع کی، جو سینی، اطالوی اور انگریزی زبانوں میں ترجمہ ہوئی۔ ہمارے پیش نظر اس کتاب کا انگریزی ترجمہ ہے، جو "Muhammad: The Man and His Faith" کے عنوان سے کیا گیا ہے۔

فکر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [147] استشرقی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

تھے۔¹²⁸ رائے آپ ﷺ کی اخلاقیات کو کو کم تر دکھانے کے لیے استدلال کرتا ہے کہ آپ میں خوبیاں یقیناً نہیں لیکن آپ کی اخلاقی پوزیشن آپ کی دیگر خوبیوں کے مقابلے میں بہت کمزور ہے:

In spite of everything that can be said in defense Muhammad's religious integrity and his loyalty to his call, his endurance, his liberality and his generosity, we are not doing the prophet of Islam an injustice when we conclude that his moral personality does not stand upon the same level with his other endowments.¹²⁹

محمد [ﷺ] کی مذہبی ریاضت، اپنے مشن سے لگن، صبر و ضبط، وسعت نظر اور لطف و مہربانی کے دفاع میں جو کچھ بھی کہا جاسکے، یہ نتیجہ اخذ کر کے ہم پیغمبر اسلام سے ناانصافی نہیں کر رہے ہوں گے کہ آپ کی اخلاقیات آپ کی دیگر خوبیوں کے برابر نہیں۔

ولیم میور نے آپ ﷺ کی شادیوں کو خواہش نفس کا نتیجہ قرار دیتے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہ آپ ﷺ نے اپنی نفسانی خواہش کی تسکین کے لیے شادیوں کی اس مقررہ حد کی پروا بھی نہیں کی، جو آپ ﷺ نے اپنے پیروکاروں کے لیے طے کی تھی، لکھا:

Mahomet weakness for the sex seemed only to grow with age, and the attractions of his increasing

¹²⁸ Tor Andrae, *Muhammad: The man and his faith*, trans. Theophil Menzel (London: George Allen & Unwin, 1956), 143.

¹²⁹ Andrae, *Muhammad: The man and his faith*, 191.

harem were insufficient to prevent his passion from wandering beyond its ample limits.¹³⁰

عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ محمد [ﷺ] کی شہوانی کمزوری بڑھتی ہی گئی۔ شادیوں کی مقررہ حد بھی انھیں حرم میں اضافے کی خواہش پوری کرنے سے باز نہ رکھ سکی۔

میور نے حضور ﷺ کے حضرت زینب بنت جحش سے نکاح کے واقعے کو افسانوی اور شاعرانہ انداز میں بیان کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ آپ [ﷺ] (معاذ اللہ) اتنے خواہش پرست تھے کہ اپنے معاشرے کے مسلمہ اخلاقی اصولوں کو پامال کر کے بھی اس عورت کو حاصل کرنے میں آپ [ﷺ] کو عار نہ ہوئی، جو آپ [ﷺ] کے متبیٰ زید کی منکوحہ تھی۔ آپ [ﷺ] اس کی محبت میں گرفتار ہوئے اور ہر قیمت پر اسے پانے کا تہیہ کر لیا؛ اور اس مقصد کے لیے وحی سے مدد لے لی۔¹³¹

جدید مغربی اہل قلم نے سیرت مصطفوی ﷺ کے حوالے سے اپنی تنقید میں یہ ثابت کرنے کی بھی کوشش کی کہ آپ ﷺ اور آپ کا خاندان نہایت حقیر سماجی حیثیت رکھتا تھا۔ مسلمان آپ ﷺ کو نسباً بڑا اور اعلیٰ ثابت کرنے کے لیے آپ ﷺ کو ابراہیم و اسماعیل کی نسل سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ آپ ﷺ ان پیغمبرانِ خدا کی نسل سے ہیں ہی نہیں۔ ولیم میور کے مطابق آں حضور ﷺ کو نسل اسماعیل میں سے ثابت کرنے کے لیے آپ ﷺ کے ابراہیمی نسب نامے کے ابتدائی سلسلے گھڑے گئے اور حضرت اسماعیل اور بنی اسرائیل کے بے شمار قصے نصف یہودی اور نصف عربی سانچے میں ڈھالے گئے۔¹³² ٹنگمری واٹ کا کہنا ہے کہ اگرچہ قرآن میں دین ابراہیمی کے تصور کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے لیکن یہ تصور مکی قرآن میں نظر نہیں آتا۔ نہ ہی ابراہیم و اسماعیل کے کعبے سے کسی تعلق کا سراغ ملتا ہے۔ معلوم یوں ہوتا ہے کہ

¹³⁰ Muir, *Mahomet and Islam*, 140.

¹³¹ Muir, *Mahomet and Islam*, 140-141.

¹³² محمد احسان الحق سلیمانی، رسول مبین (لاہور: مقبول اکیڈمی، 1993)، 94۔

ابتدائے مسلمانوں کو معلوم ہی نہ تھا کہ حضرت اسماعیل کا حضرت ابراہیم سے اور حضرت اسماعیل کا عربوں سے کیا تعلق ہے؟ انھیں ان باتوں کا علم مدینہ میں یہودیوں سے روابط کی بنا پر ہو۔¹³³ مستشرقین نے حضور ﷺ اور خاندان بنو ہاشم کو مکہ کے دیگر خاندانوں کی نسبت کمزور و غریب اور پست حیثیت کا مالک ثابت کرنے کی بھی کوشش کی ہے۔ جان جوزف ساونڈرز (John Joseph Saunders، 1910-1972)¹³⁴ کا کہنا ہے کہ محمد ﷺ ایک کم تر قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔¹³⁵ ولیم میور کا خیال ہے کہ عبدالمطلب کے بیٹے اپنے خاندانی وقار کو قائم نہ رکھ سکنے کی بنا پر بہت سے ریاستی عہدوں سے دست بردار ہو گئے اور پست معیار زندگی پر آگئے تھے۔¹³⁶ منگلگری واٹ کا بیان ہے کہ حضور ﷺ کے سرپرست اس قدر کم مالی استطاعت رکھتے تھے کہ وہ زیادہ سے زیادہ یہ احتیاط کرنے کی پوزیشن میں تھے کہ آپ ﷺ کہیں بھوک سے مر نہ جائیں۔¹³⁷ مکے کے معاملات میں خاندان بنو ہاشم کے افراد کی اہمیت نہ ہونے کے برابر تھی۔¹³⁸ حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے خاندان کی سماجی حیثیت کو اہل مغرب کی تحریریں اس دلیل سے بھی کم تر باور کراتی نظر آتی ہیں کہ حضور ﷺ کو مرضعہ کے سپرد کیا جانا آپ کی تیمی اور کم تر سماجی حیثیت کے پیش نظر تھا، کیونکہ مکے کے بعض معزز حلقے اس عمل کو ناپسند کرتے

¹³³ Watt, *Muhammad at Medina*, 204-205.

¹³⁴ برٹش مورخ و مصنف۔ قرون وسطیٰ کی اسلامی اور ایشیائی تاریخ و دلچسپی کا خصوصی میدان تھی۔ "A History of Medieval Islam", "The Muslim World on the Eve of Europe's expansion", "Muslims and Mongols: Essays on Medieval Asia" وغیرہ کتابیں تحریر کیں۔

¹³⁵ John Joseph Saunders, *A History of medieval Islam* (London: Routledge and Kegan Paul, 1965), 23.

¹³⁶ Muir, *Mahomet and Islam*, 15.

¹³⁷ Watt, *Muhammad Prophet and Statesman*, 8.

¹³⁸ Watt, *Muhammad Prophet and Statesman*, 200-20

فکر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [150] استشرقی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

تھے۔¹³⁹ میثاقِ مدینہ کی رو سے آپ ﷺ کو مدینہ کا بااختیار حکمران ظاہر کیا جاتا ہے، حالانکہ درحقیقت اس معاہدے کی رو سے آپ ﷺ کو نہایت معمولی اختیارات حاصل تھے اور آپ ﷺ مدینہ کے دیگر سردارانِ قبائل سے کچھ بھی ممتاز حیثیت نہ رکھتے تھے۔¹⁴⁰ مستشرقین حضور ﷺ پر یہ الزام بھی لگاتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے دین کو تلوار کے ذریعے پھیلایا؛ جبر و تشدد روارکھا؛ لوٹ مار اور ڈاکے ذریعے سامانِ معیشت فراہم کیا۔ مثلاً منگمری واٹ نے ہجرتِ مدینہ کے بعد مسلمانوں کی مختلف مہمات کو ڈاکوں سے تعبیر کرتے ہوئے لکھا:

All these expeditions, even that of Badr, were razzias, where the aim was to capture booty without undue danger to oneself...¹⁴¹

واٹ نے ایک اور مقام پر حضور ﷺ کی مختلف مہمات کی بنا پر آپ ﷺ کو ایسا جارج باور کرانے کی کوشش کی ہے، جس کا آج کے امن پسند زمانے میں تصور نہیں کیا جاسکتا:

In our peace conscious age it is difficult to understand how a religious leader could thus engage in offensive war and become almost an aggressor.¹⁴²

¹³⁹William Montgomery Watt, *Muhammad at Mecca* (Great Britain: Edinburgh University Press, 1988,) 47.

¹⁴⁰ Watt, *Muhammad at Medina*, 228-229; Watt, *Muhammad: Prophet and Statesman*, 33.

¹⁴¹ Watt, *Muhammad at Medina*, 231.

¹⁴² Watt, *Muhammad Prophet and Statesman*, 105.

ہمارے امن پسند زمانے میں یہ سمجھنا مشکل ہے کہ ایک مذہبی رہنما اس طرح کی جارحانہ جنگ میں ملوث ہو سکتا ہے اور تقریباً ایک جارح بن سکتا ہے۔

ولیم میور کا کہنا ہے کہ جنگ بدر میں مسلمانوں کے لڑنے کا جذبہ محرکہ لوٹ کی خواہش تھی۔¹⁴³ جارح سیل کا خیال ہے کہ ابتداء حضور ﷺ کا رویہ نرم اور معتدل صرف اس لیے تھا کہ آپ ﷺ کمزور تھے، جب آپ ﷺ کو طاقت حاصل ہوئی تو آپ ﷺ نے فوراً اعلان کر دیا کہ آپ ﷺ کو بارگاہِ خداوندی سے دشمنوں پر حملہ کرنے، بت پرستی کو ختم کرنے اور دین کو بہ زور شمشیر قائم کرنے کی اجازت مل گئی ہے۔¹⁴⁴ مار اینڈ رائے کے خیال میں جنگی فتوحات نے آپ ﷺ کو تسلی دی کہ آپ اپنے دین کو بہ زور بازو نافذ کر سکتے ہیں۔ رائے کے الفاظ ہیں:

The satisfaction and joy of victory increased the prophet's consciousness of his calling. The thought grew in him that the world must be compelled by force to obey Allah's word and commandments, if preaching did not succeed.¹⁴⁵

فتح کی خوشی اور اطمینان نے اپنے مشن کے لیے پیغمبر ﷺ کی توجہ اور احساس میں اضافہ کیا۔ ان کے اندر یہ خیال پختہ ہو گیا کہ اگر تبلیغ کارگر نہ ہو تو دنیا کو بہ زور طاقت احکامِ الہی کی اطاعت پر مجبور کیا سکتا ہے۔

¹⁴³ Muir, *Mahomet and Islam*, 101.

¹⁴⁴ George Sale, *The Koran*, 38.

¹⁴⁵ Andrae, *Muhanmad: The man and his faith*, 147.

فکرِ استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [152] استشرقی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

مشرق مذکور کے مطابق حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ اپنی ضروریات زندگی اور سامانِ معیشت مدینے سے گزر کر شام آنے والے قافلوں کو لوٹ کر فراہم کیا کرتے تھے۔¹⁴⁶

سیرت نبوی ﷺ کے حوالے سے مغربی اہل قلم کے یہاں ایک قابل ذکر امر آپ ﷺ کے تصورِ توحید کو شرک سے ملوث بتانا ہے۔ اس سلسلے میں قدیم مغربی اہل قلم نے، جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، خود آپ ﷺ ہی کو بت قرار دے ڈالا تھا، جس کی ان کے بقول مسلمان پرستش کیا کرتے تھے۔ جدید مغربی قلم کار اگرچہ آپ ﷺ کو اپنے قدماء کی طرح بت قرار نہیں دیتے، لیکن آپ ﷺ کو شرک اور مشرکین سے سمجھوتا کرنے والا اور اسلامی عبادات و رسوم اور ان کے طریق ادائیگی کو شرک ظاہر کرنے میں انھیں بھی کوئی عار نہیں۔ ناراینڈرے کا خیال ہے کہ محمد [ﷺ] نے بتوں کی شفاعت کا انکار نہیں کیا؛ آپ [ﷺ] نے صرف انھیں خدا کی بیٹیاں کہنے سے منع کیا ہے؛ حضور [ﷺ] تسلیم کرتے ہیں کہ بت فرشتے ہیں اور بتوں کا حق شفاعت مسلم ہے۔¹⁴⁷ جارج سیل کے مطابق حج بیت اللہ اور نمازوں میں کعبے کی طرف رخ کرنا بت پرستی کے ہم معنی ہے۔ محمد [ﷺ] نے عربوں کو کعبے سے روکنے کی ناکام کوششوں کے بعد ان کی مشرکانہ رسوم کے سلسلے میں ان سے مصالحت کر لی تھی اور نمازوں میں خانہ کعبہ کی طرف رخ کرنے اور کعبے کا حج کرنے کی اجازت دے دی تھی۔¹⁴⁸ منگمری واٹ مشرکین مکہ اور حضور ﷺ کے تصورِ الہ کو ایک ہی بنا دیتے ہیں، جب وہ کہتے کہ آپ [ﷺ] کا تصور یہ تھا کہ اللہ بڑا خدا ہے، جس کے ساتھ کم تر درجے کے خدا موجود ہیں، جو بڑے خدا تک واسطے اور تقرب کا ذریعہ ہو سکتے ہیں۔¹⁴⁹ اس بات کا امکان موجود ہے کہ آپ [ﷺ] کا اور آپ [ﷺ] کے دیگر ہم عصروں کا ایک ہی عقیدہ ہو، کہ اللہ بڑا خدا ہے، جس کے ساتھ دیگر خدا بھی ہیں، جو اس تک پہنچنے کا

¹⁴⁶ Andrae, Muhammad: The man and his faith, 104 .

¹⁴⁷ Andrae, Muhammad: The man and his faith, 21-22.

¹⁴⁸ George Sale, The Koran, 95.

¹⁴⁹ Watt, Muhammad at Mecca, 49.

کام دے سکتے ہیں۔¹⁵⁰ قرآن نے ان خداؤں کے لوگوں کو نفع یا نقصان نہ پہنچا سکنے کا ذکر تو کیا ہے، لیکن ان کے وجود کا انکار یا ان کے چھوٹے خدا ہونے کی نفی نہیں کی۔¹⁵¹ حضرت محمد ﷺ ابتدا میں بتوں اور بت پرستی کے مخالف نہ تھے؛ قرآن کی ابتدائی آیات میں بت پرستی کو نشانہ نہیں بنایا گیا؛ ہاں بعد میں محمد ﷺ نے اس کی سخت مخالفت ضرور کی۔¹⁵²

سیرتِ نبوی ﷺ کے حوالے سے مستشرقین کی جانب سے ایک یہ تصور سامنے آیا کہ محمد ﷺ کی کامیابی اور آپ ﷺ کی دعوت کی سرعتِ اشاعت دراصل حالات و ظروف کے موافق و سازگار اور آپ ﷺ کے حق میں ہونے کا نتیجہ تھی۔ ولیم میور کے مطابق حالات اتنے سازگار تھے اور دعوت و تبلیغ اتنی پر جوش تھی کہ اسلام گھر گھر اور قبیلہ قبیلہ پہنچ گیا۔ یہودی حیرت زدہ تھے، جن لوگوں کو بت پرستی سے نکالنے کے لیے ان کی زبانوں کی محنت کارگر نہ ہو سکی تھی، اب وہ بتوں کو پھینک کر توحیدِ خداوندی کا اقرار کر رہے تھے۔ کامیابی کا راز آلے کے صحیح استعمال میں مضمر تھا۔ اسلام مقامی اور مزاج سے ہم آہنگ تھا۔ یہودیت اپنی اصل کے اعتبار سے بدیسی تھی، لہذا وہ عربوں کی ہمدردیاں حاصل نہ کر سکی۔ اسلام عربوں کے عقائد و نظریات، توہمات اور رسوم و رواجات پر مبنی تھا، سو وہ جلد ہی ان کے دلوں میں جاگزیں ہو گیا۔¹⁵³ گب نے لکھا:

Mohammad was not at the outset the conscious preacher of a new religion. It was opposition and controversy with the Meccans that forced him on from stage to stage, as it was the later opposition in Medina that led to the final

¹⁵⁰ Watt, *Muhammad at Mecca*, 87.

¹⁵¹ Watt, *Muhammad at Mecca*, 90.

¹⁵² Watt, *Muhammad at Medina*, 309.

¹⁵³ Muir, *Mahomet and Islam*, 58.

فکرِ استشراق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [154] استشراتی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

emergence of Islam as a new religious community with its distinctive faith and institution.¹⁵⁴

محمد ﷺ] ابتدا میں شعوری سطح پر نئے دین کے داعی نہ تھے، یہ اہل مکہ کی مخالفت اور دشمنی تھی جس نے آپ ﷺ] کو رفتہ رفتہ اس پر مجبور کیا۔ بعد ازاں مدینے میں آپ ﷺ] کی مخالفت ایک نئے صاحب عقیدہ و نظم مذہبی معاشرے کی صورت میں اسلام کے ظہور پر منتج ہوئی۔

منگرمی واٹ کا استدلال ہے کہ کوئی نیا مذہب کسی ضروری محرک کے بغیر ظہور پذیر نہیں ہو سکتا۔ محمد ﷺ] اور آپ ﷺ] کے اولین پیروکاروں کے معاملے میں بھی یقیناً ضرورت رہی ہوگی، جسے ترقی پذیر مذہب کے عقائد و رسوم کے ذریعے پورا کیا گیا۔¹⁵⁵

معاذ، اخروی جزا و سزا اور جنت و دوزخ

معاذ، اخروی جزا و سزا اور جنت و دوزخ کے حسی و مادی ہونے کے اسلامی تصورات مستشرقین کے مطابق یہودیت، عیسائیت اور زردشت وغیرہ مذہب سے ماخوذ ہیں، جنہیں کچھ مقامی رنگ و روغن لگا کر محمد ﷺ] نے اپنے مقاصد کے لیے استعمال کیا۔¹⁵⁶ رچرڈ ہیل نے قرآنی آیات کے حوالے سے روز قیامت پیش آنے والے واقعات کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھا ہے:

The similarity of all this to Jewish and Christian ideas is evident and need not here be followed in

¹⁵⁴ H. A. R. Gibb, *Mohammedanism: An Historical Survey* (New York: Oxford University press, 1964), 25-26.

¹⁵⁵ Watt, *Muhammad: Prophet and Statesman*, 14.

¹⁵⁶ دلچسپ بات یہ ہے کہ مغرب میں مسیحیت سے متعلق بھی یہی کہا گیا کہ اس میں ان چیزوں کے حسی و مادی ہونے کا تصور دیگر مذہب کی تقلید سے پیدا ہوا۔ دیکھیے:

Encyclopaedia Britannica, *The new Encyclopaedia Britannica* (Chicago: Encyclopaedia Britannica, 1986), 5/78^o

detail... there are many dramatic Judgment-scenes which quite evidently arise out of the situation in which Muhammad found himself with his opponents- a free using of the judgment idea to enforce his doctrines.¹⁵⁷

ان سب کی یہودی و عیسائی خیالات سے مشابہت واضح ہے اور یہاں ان کے تفصیلی تذکرے کی حاجت نہیں... بہت سے ڈرامائی مناظر قیامت کے ان حالات کا نتیجہ ہیں جن میں محمد [ﷺ] اپنے مخالفین میں موجود تھے۔ محمد [ﷺ] نے نظریہ قیامت کا اپنے عقائد کو نافذ کرنے کی غرض سے آزادانہ استعمال کیا۔

بیل کے خیال میں روزِ حشر کتابوں کے کھولے جانے، آدمی کا نامہ اعمال اس کے ہاتھ میں دیے جانے اور اسے پڑھنے کے لیے کہے جانے کے قرآنی تصورات انجیل اور عربوں کے حالات پر منحصر ہیں۔ جہنم کا قرآنی تصور ایتھوپک کے توسط سے عبرانی کے جہنوم (Ge-hinnom) سے ماخوذ ہے، جسے محمد [ﷺ] نے اختیار کر کے اپنے مقصد کے لیے استعمال کیا۔ اہل جہنم کو دی جانے والی جن سزاؤں کا محمد [ﷺ] نے ذکر کیا ہے ان میں سے اکثر مسیحی لٹریچر میں تفصیلاً موجود ہیں۔ اہل جہنم کا اہل جنت سے پانی طلب کرنا، انجیل میں موجود لازاروس (Lazarus) اور اہل جہنم کا زنجیروں سے جھکڑا جانا یہ پوکلیس آف جان (Apocalypse of John) میں شیطان کے زنجیروں سے جھکڑے جانے کے مشابہ ہے۔ شجرِ زقوم اور کھولتے ہوئے پانی سے جہنمیوں کی تواضع کا تخیل عربی رنگ میں پیش کیا گیا۔ مقصد ان سب کا یہ ہے کہ مستقبل کی سخت سزاؤں سے ڈرا کر سخت دلوں سے غیر مطلوب عقائد کو نکال ڈالا جائے۔¹⁵⁸ اسی طرح جنت بھی مقامی رنگ و روغن کے علاوہ عیش و نشاطِ اخروی کے یونانی و مسیحی تصورات کی مدد سے تیار کی گئی ہے، اور اس کا

¹⁵⁷ Bell, Introduction to the Quran, 156-157.

¹⁵⁸ Bell, Introduction to the Quran, 158-159.

change of name, the giving of an aura of religion to what was essentially the same activity.¹⁶²

... غارتگری کا عام عرب طریقہ مسلمانوں نے اپنالیا... اس چیز کی جہاد میں تبدیلی بس نام کی تبدیلی اور لوٹ مار کو مذہبی تناظر عطا کرنا ہے۔

مستشرقین جہاد کو اسلام کو تلوار کے زور پر پھیلانے کا وسیلہ قرار دیتے ہیں۔ جارج سیل کے مطابق اسلام کے انسانی اختراع ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس کی ترقی و اشاعت تمام کی تمام تلوار پر منحصر ہے۔¹⁶³

مستشرقین کے مطابق تلوار اور اس کے استعمال کی اسلام اور مسلمانوں کے نزدیک حیثیت کا اندازہ اس بھی لگایا جاسکتا ہے کہ وہ قرآن کو بھی تلوار ہی باور کراتے ہیں۔ مثلاً ولا سٹن (Arthur N. Wollaston، 1842ء-1922ء) کے الفاظ ہیں:

The Quran or the sword" is an alternative which meets the eye on every page of the history of Islam¹⁶⁵.

قرآن یا تلوار متبادل ہیں، جو تاریخ اسلام کے ہر صفحے پر دکھائی دیتے ہیں۔

¹⁶²Watt, *Muhammad: Prophet and statesman*, 108.

¹⁶³Sale, *The Koran*, 38.

¹⁶⁴امریکی قصبے ناروڈ (Norwood) سے تعلق رکھنے والا مستشرق۔ "The religion of Koran" کے علاوہ "Muhammad: His life and doctrines, with Accounts of his immediate successors" اور "Sadi's Scroll of Wisdom" وغیرہ کتابیں تحریر کیں۔

¹⁶⁵Arthur N. Wollaston, *The Religion of the Koran* (London: John Murray, 1911), 24.

فکرِ استشراق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [158] استشراقی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

تعددِ ازواج

اسلامی قانون تعددِ ازواج سے متعلق بحث میں مستشرقین نے دعویٰ کیا کہ اس کے ذریعے مسلمان زیادہ سے زیادہ شادیاں کر کے داد عیش دیتے ہیں۔ ان کا حرم نہایت وسیع ہوتا ہے، جس میں کثیر تعداد میں بیویاں اور لونڈیاں ہوتی ہیں، وہ مکمل آزاد ہوتے ہیں کہ جب چاہیں ایک یا زیادہ عورتوں کی جگہ اور عورتیں اپنے حرم میں لے آئیں۔¹⁶⁶ تعددِ ازواج کا طریقہ اسلام اور محمد [ﷺ] کی اختراع و ایجاد ہے۔ اس سے پہلے اس کی مثالیں خال ہی تھیں۔ واٹ لکھتے ہیں:

We conclude, then, that virilocal polygyny, or the multiple virilocal family, which for long was the distinctive feature of Islamic society in the eyes of Christendom, was an innovation of Muhammad's. There may have been some instances of it before his time, but it was not widespread, and it was particularly foreign to the outlook of the Medinans.¹⁶⁷

خلاصہ یہ کہ ایک خاندان اور کئی بیویوں پر مشتمل گھرانہ، جو عیسائیت کے نزدیک مسلم معاشرے کا امتیاز رہا، محمد [ﷺ] کی ایجاد تھا۔ آپ [ﷺ] سے پہلے اس کی کچھ مثالیں ہو سکتی ہیں، لیکن یہ رسم عام نہ تھی۔ اور اہل مدینہ کے لیے تو یہ طور خاص یہ ایک اجنبی چیز تھی۔

¹⁶⁶J.L. Menezes, The life and religion of Muhammad: the Prophet of Arabia (London: Sands, 1911), 57-58.

¹⁶⁷Watt, Muhammad at Medina, 277.

فکر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [159] استشراتی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

واٹ کا استدلال ہے کہ سورۃ النساء کی آیت تین¹⁶⁸ چار بیویوں کی حد نہیں لگاتی، بلکہ زیادہ شادیوں کی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔ یوں پرانی رسم کو محدود کرنے کی بجائے یہ آیت ایک نئی چیز متعارف کر رہی ہے:

The interesting point is that the verse is not placing a limit on a previous practice of unlimited polygyny...On the contrary it is encouraging men who had had only one wife (or perhaps two) to marry up to four...European scholars have recognized that this verse of the Qur'an is an exhortation and not a restriction.¹⁶⁹

دلچسپ امر یہ ہے کہ یہ آیت غیر محدود تعددِ ازواج کی سابقہ رسم پر کوئی روک نہیں لگا رہی... اس کے برعکس یہ ایک یا دو بیویاں رکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کر رہی ہے کہ وہ چار شادیاں کریں۔ مغربی سکلرز کی تحقیق ہے کہ قرآن کی یہ آیت زیادہ شادیوں کی حد بندی کرنے والی نہیں، انھیں مہمیز لگانے والی ہے۔

زیادہ شادیوں کے اسلامی تصور پر گفت گو میں واٹ نے یہ بحث بھی کی ہے کہ عربی لفظ نکاح جس کا ترجمہ "شادی" کیا جاتا ہے، اپنے مغربی متبادلات سے بہت وسیع مفہوم کا حامل ہے۔ اسلامی قانون میں نکاح مرد اور عورت کے مابین جنسی تعلقات اور بچوں کی پیدائش کے لیے کیے جانے والے معاہدے کو قانونی شکل فراہم کرنے کے مفہوم میں لیا گیا۔ قبل از اسلام اہل عرب کے ہاں نکاح کا

¹⁶⁸ وَإِنْ حَفَنُمْ إِلَّا نَفْسِطُوا إِلَى الْيَتَامَىٰ فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مِمَّا وَرِثْتُمْ وَإِنْ حَفَنُمْ إِلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا.

¹⁶⁹ Watt, Muhammad at Medina, 274-275.

فکر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [160] استشرقی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

لفظ اختلاط مردوزن کی تمام صورتوں کو شامل تھا۔ مغربی زبانوں کے لحاظ سے نکاح کا لفظ شادی کے بجائے زنا سے زیادہ قریب ہے۔¹⁷⁰

اسلامی فقہ و قانون اور عقوبات

اسلامی قانون کو مستشرقین غیر عقلی، قدیم عربی روایات پر مبنی اور جادوئی و افسانوی قرار دیتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اسلامی قانون کی تجویز کردہ سزائیں نہایت سخت اور ناقابل عمل ہیں، یہی وجہ ہے کہ خود فقہائے اسلام مختلف حیلوں سے ان کے اطلاق و نفاذ کو محدود و ناممکن بنانے کی کوشش کرتے نظر آتے ہیں۔ اسلامی قانون میں غیر عقلی عناصر کا ذکر کرتے اور انھیں قدیم عربی روایات اور جادو پر منحصر بتاتے ہوئے جوزف شاخت لکھتے ہیں:

The irrational elements in Islamic law are partly of religious and partly of pre-Islamic and magical origin. Examples are the magical formula of Zihār, the Islamic procedure of Liān, the ancient Arabian Kasamah and the nature and function of legal evidence in general¹⁷¹.

اسلامی قانون میں غیر عقلی عناصر کچھ تو مذہبی ہیں اور کچھ قبل از اسلام کے اور جادوئی الاصل۔ مثال کے طور پر طہار کا جادوئی انداز، لعان کا اسلامی طریقہ، قدیم عربی تصور قسم اور قانونی شہادت کی عمومی نوعیت اور کردار۔

¹⁷⁰ Watt, Muhammad at Medina, 277-278.

اس بحث میں واٹ شاید شادی کے لیے اسلام کے اختیار کردہ قدیم عربی لفظ کی اطلاقی وسعت کا تصور دلانا چاہتے ہیں کہ مغربی زبانوں میں اختلاط مردوزن کی جو صورتیں زنا سمجھی جاتی ہیں وہ اسلامی قانون میں لفظ نکاح میں سمٹ سکتی ہیں۔ یعنی لفظ نکاح زنا کو بھی شامل ہے، اور زنا کو عربی و اسلامی اصطلاح میں نکاح سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ یہ الفاظ دیگر واٹ اسلام میں جنسی تعلقات کی وسعت، اباحت کا احساس پیدا کرنے کے خواہاں دکھائی دیتے ہیں۔

¹⁷¹ Schacht, *An Introduction to Islamic Law*, 202.

فکرِ استشراق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [161] استشراتی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

مستشرقین کے مطابق اسلامی سزاؤں میں نامناسب اور غیر ضروری سختی پائی جاتی ہے۔ اس ضمن میں سزائے زنا سے متعلق انسائیکلو پیڈیا آف کرائم اینڈ جسٹس کے مقالہ نگار کے الفاظ ہیں:

...hadd punishment for unlawful intercourse strike many as unnecessarily harsh.¹⁷²

غیر قانونی جنسی تعلق کی سزائے حد سے متعلق بہت سوں نے موقف اختیار

کیا کہ اس میں غیر ضروری سختی پائی جاتی ہے۔

اس سختی میں اسلامی قانون کے ماہرین کی جانب سے مزعومہ کمی و نرمی کرنے کے حوالے سے مستشرقین نے موقف اختیار کیا:

...in view of severity of the punishments, the Jurists defined these crimes very narrowly (adultery for example, is defined as the penetration of the male organ into the female) and put such stringent conditions on the requisite evidence that it became practically unattainable (for example in order to prove adultery, four eyewitnesses to the sexual act itself were required). The legal maxim "ward of hadd punishments by any doubt" was also propounded and the term doubt in classical Islamic

¹⁷² James Willard Hurts, ed; *Encyclopedia of Crime and Justice* (New York: The free press, 1983), 1/194.

law had a far wider range than in any other known system of law¹⁷³.

سزائوں کی سختی کے پیش نظر فقہانے ان جرائم کی بڑی سخت اور محدود تعریف متعین کی۔ (مثال کے طور پر زنا سے مراد مرد کے جنسی عضو کا عورت کے جنسی عضو میں دخول لیا گیا) اور درکار شہادت پر اتنی سخت شرائط رکھی گئیں کہ اس کا میسر آنا عملاً ناممکن ہو گیا۔ (مثلاً زنا کے ثبوت کے لیے فعل زنا کے چار عینی شاہدوں کی شہادت کو ضروری قرار دیا گیا) شک کی بنا پر حد کے ٹل جانے کا قاعدہ کلیہ بنایا گیا اور کلاسیکی اسلامی قانون میں شک میں وسعت اتنی ہے کہ کسی اور نظام قانون میں نہیں پائی جاتی۔

نظریہ تخلیق اور ڈاروینی نظریہ ارتقا

مغربی مطالعات میں انسان کی ابتدا و تخلیق سے متعلق سامنے آنے والا نظریہ، جسے نظریہ ارتقا (Theory of Evolution) کہا جاتا ہے، بھی اسلامی تناظر میں قابل ذکر ہے¹⁷⁴، کہ یہ اس تصور سے بہت مختلف نظر آتا ہے، جو اسلامی نصوص سے مترشح ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ اس نظریے کو زیادہ منظم و مدلل انداز میں پیش کرنے کا سہرا چارلس ڈارون (Charles Darwin، 1809ء-1882ء)¹⁷⁵ کے سر باندھا جاتا ہے۔¹⁷⁶ اس نظریے کی رو سے انسان کسی

¹⁷³ Mircea Eliade, ed; *The Encyclopedia of Religion* (New York: Macmillan, 1987), 7/310-311.

¹⁷⁴ یہ نظریہ اگرچہ معروف و مخصوص تناظر میں استعراقی مطالعات میں نہیں آیا، لیکن اس کو اسلامی اور استعراقی حوالے سے زیر بحث لانے کا جواز یہ دکھائی دیتا ہے کہ اس کی اور اس کے اثرات کی نوعیت اسلامی و استعراقی تناظر کے پیش نظر مطالعے میں نہایت اہمیت کی حامل ہے۔

¹⁷⁵ انگریز نچریت پسند اور ماہر ارضیات۔ نظریہ ارتقا پر اپنی تحقیقات سے شہرت حاصل کی۔ 1859ء میں نظریہ ارتقا پر اپنی مشہور کتاب "Origin of species" شائع کی، 1871ء میں "The Decent of Man" تحریر کر کے اپنے نظریے کو موکد کرنے کی کوشش کی۔

فکر استعراق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [163] استعراقی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

فوق الطبعی قوت یا صانع و حکیم کی الگ طور سے تخلیق کردہ مخلوق نہیں ہے بلکہ لاکھوں برس قبل کیڑے کی شکل میں ریختی ہوئی زندگی سے تنازع لبقا، بقائے اصلح اور انتخاب طبعی کے نتیجے میں وجود میں آیا ہے۔ انواع میں ارتقا اور انتخاب طبعی (Natural Selection) ڈارون کے نزدیک امر واقعہ ہے، گو اس کا وقوع بہت آہستہ ہوتا ہے۔¹⁷⁷ نظریہ ارتقا میں اسلامی یا مذہبی حوالے سے ایک نہایت قابل غور بات یہ ہے کہ اس نظریے میں مذہب کے نظریہ تخلیق انسانی کو رد کرنے اور یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی کہ انواع مخلوقات اور انسان کی پیدائش میں کسی خدائی منصوبے کو کوئی دخل حاصل نہیں۔¹⁷⁸ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے مقالہ نگار کے الفاظ میں:

¹⁷⁶ واضح رہے کہ یہ نظریہ ڈارون کی ایجاد نہیں تھا۔ یہ دیگر لوگوں کی طرف سے بھی مختلف انداز سے پیش کیا جاتا رہا تھا۔ ڈارون سے یہ اس لیے منسوب ہو گیا کہ اس نے اس پر بھرپور توجہ دے کر زیادہ سے زیادہ مدلل اور قابل قبول بنانے کی کوشش کی۔ کہا جاتا ہے کہ ڈارون نے یہ نظریہ الجاحظ (776ء-869ء، معتزلی نقطہ نظر کے حامل معروف ادیب اور مصنف ابو عثمان عمرو بن بحر الکناانی البصری) وغیرہ مسلم سکالرز سے اخذ کیا تھا۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے:

Dr. Muhammad Sultān Shāh, "Pre-Darwinian Muslim Scholars' Views on Evolution," Accessed, September 16, 2015.

[http://pu.edu.pk/images/journal/uoc/PDF/FILES/\(11\)*20Dr.*20Sultan*20Shah_86_2.pdf](http://pu.edu.pk/images/journal/uoc/PDF/FILES/(11)*20Dr.*20Sultan*20Shah_86_2.pdf)

¹⁷⁷ Charles Darwin, *On the Origin of species by means of Natural Selection or the preservation of favoured races in the struggle for life* (London: John Murray, 1859), 158-162.

¹⁷⁸ مذہبی تناظر میں اس نظریے پر بحث کی بنیاد بھی فی الواقع یہی ہے۔ ڈارون اپنے نظریے کو اگر اکیڈمک بحث تک محدود رکھتا، تو شاید مذہبی تناظر میں اس پر بحث کی اتنی ضرورت بھی نہ ہوتی۔ یہ الفاظ دیگر مذہبی حوالے سے ڈارون پر جو اصل اور قوی اعتراض وارد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اس نے اپنے نظریے میں مذہب کے مقدمے کی تردید ضروری کیوں سمجھی! یہ چیز اس کے مطالعے کی معروضیت پر سوالیہ نشان لگاتی اور اس مفروضے کو موکد کرتی

فکر استشراق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [164] استشراقی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

...he showed that evolution was a fact contradicting literal interpretations of scriptural legends of creation and that its cause, natural selection, was automatic with no room for divine guidance or design.¹⁷⁹

ڈارون نے دکھایا کہ ارتقا ایک حقیقت ہے، جو تخلیق کے باب میں کتب مقدسہ کی لفظی اور افسانوی تعبیر سے متصادم ہے۔ انتخاب طبعی خود بخود ہوتا ہے، اس میں کسی خدائی منصوبے کی کوئی جگہ نہیں۔

تجدد، تشکیک اور تحقیر تہذیب اسلامی

مستشرقین کی مساعی میں اساسی اسلامی عقائد و تصورات پر نقد کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو تجدد اور اصلاح مذہب کی دعوت دینے اور اسلامی تہذیب اور اقدار و شخصیات کی تحقیر کی کوششیں بھی شامل ہیں۔ ذیل میں ان استشراقی کوششوں کا ایک مختصر خاکہ پیش کیا جاتا ہے:

ہے کہ ڈارون کی تحقیقات میں مذہب کی مخالفت ایک محرک کے طور پر کام کر رہی تھی۔ اس میں بہ طور خاص ان مسلم دانش وروں کے لیے غور و فکر کا بہت سامان ہے، جن کے خیال میں ڈارون کی بحث تو محض سائنسی ہے؛ اس نے تو معروضی انداز میں ایک مفروضے پر دلائل فراہم کیے؛ اہل مذہب نے خواہ مخواہ اسے مذہب کا مسئلہ بنا لیا ہے۔ (یہاں یہ جان لینا بھی خالی از دلچسپی نہ ہو گا کہ بعض لوگوں کے نزدیک ڈارون کی تربیت تو خود مذہبی انداز سے ہوئی، وہ مذہب کی مخالفت کیسے کر سکتا تھا! حالانکہ حقائق اس سے مختلف ہیں۔ ڈارون کی ابتدائی تربیت بلاشبہ مذہبی نوعیت کی رہی، اور وہ اس بات کی بھی اقرار کرتا رہا کہ میں خدا کے وجود کو رد نہیں کرتا، لیکن اس کی آخری اور غالب علمی حالت لاادریت کی تھی۔ وہ خود کہتا تھا کہ میری بہترین وضاحت یہی ہے کہ میں لاادری ہوں؛ بعض لوگوں نے جب یہ دعویٰ کیا کہ ڈارون مرض الوفا میں عیسائی اعتقاد کی طرف لوٹ آیا تھا، تو اس کے بچوں نے اس کی تردید کر دی تھی۔)

¹⁷⁹ Britannica, The new Encyclopaedia Britannica, 18/996-997.

فکرِ استشراق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [165] استشراقی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

اسلامی تاریخ و تہذیب کی تحقیر

مستشرقین اسلامی تاریخ و تہذیب سے متعلق متعصبانہ¹⁸⁰ اندازِ نظر اختیار کرتے ہوئے ان کے بارے میں بدگمانیاں پیدا کرتے اور ان کی تحقیر کرتے ہیں۔¹⁸¹ ظفر علی قریشی کے الفاظ میں:

¹⁸⁰ اسلامی تاریخ و تہذیب سے متعلق استشراقی تحریروں کے مبنی بر تعصب و عناد ہونے کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جاسکتا ہے کہ خود بہت سے مغربی زعماء اور اہل قلم نے اس ضمن میں استشراقی تحریروں کو مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگوں کے تسلسل کا نام دیا ہے۔ مثلاً ملاحظہ ہو:

الرباعي، السنہ و مکاتبتہا، 32۔

Loon, *Tolerance*, 114-

¹⁸¹ اسلامی تاریخ و تہذیب کی تحقیر اہل مغرب کی اس نفسیات کا نتیجہ ہے کہ وہ سب سے اعلیٰ قوم ہیں اور باقی سب کم تر۔ علامہ اسد نے لکھا ہے کہ یونانی اور رومی خود کو سب سے مہذب خیال کرتے اور باقی اقوام خصوصاً مشرقی اقوام کو جاہل و وحشی سمجھتے۔ اہل مغرب اس تناظر میں اس عقیدے کے حامل ہو گئے کہ انھیں تمام بنی نوع انسان پر برتری حاصل ہے۔ غیر مغربی اقوام کی توہین مغربی تہذیب کا ایک اہم عنصر ہے:

The Greeks and the Romans regarded only themselves as "civilized", while everything foreign and particularly every living to the East of the Mediterranean Sea, bore the label "barbarians".

Since that time Occidentals believe that their racial superiority over the rest of mankind is a matter of fact; and the more are less pronounced contempt of non-European races and nations is one of the standing feathers of Western civilization.

(Muhammad Asad, *Islam at the Cross Roads*, 62.)

The device of these imperial agents has generally been to criticize the religion and culture of the conquered peoples, to malign the founders of their faiths and leaders of their thought, to cast aspersion on their holy books, to put to obloquy and derision the tenets of their creed... to revile what they hold dear and precious, and to create doubts and misgivings about their traditions, culture and civilization and their future- thus paving the way for the acceptance of Christian dogmas and ideology, and ultimately, the domination of western culture and civilization.¹⁸²

استعمار کے یہ ایجنٹ عام طور پر مفتوح اقوام کے مذہب اور کلچر کو ہدف تنقید بناتے ہیں۔ اس سے ان کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے مذہب کے بانیوں اور فکری رہنماؤں کی مسخ شدہ تصویر پیش کریں؛ ان کی مقدس کتابوں اور عقائد کی تحقیر کریں... جس چیز کو وہ قیمتی اور محبوب رکھتے ہیں اسے بے وقعت ثابت کریں، ان کی روایات، تہذیب اور ثقافت سے متعلق شکوک اور غلط فہمیاں پیدا کریں اور یوں عیسائی عقائد و نظریات کو قبول کرنے کی راہ ہموار کریں، جس کا نتیجہ مغربی تہذیب و اقدار کا غلبہ ہو۔

مستشرقین اسلامی تاریخ و واقعات کی خلاف حقیقت توجیہات پیش کر کے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اسلام کا ظہور و فروغ عالم انسانیت اور بالخصوص عیسائیت کے لیے فال بد ثابت ہوا۔ اسلام شروع ہی سے یہودیوں اور عیسائیوں کا دشمن بن گیا؛ مسلمانوں نے ہمیشہ

¹⁸² Quraishī, *Prophet Muhammad and his Western Critics*, 1/4.

جاریت کا ارتکاب کیا۔ مثلاً تھامس رائٹ ابراہم کے حملے کے دو ماہ بعد حضور ﷺ کی پیدائش کو عیسائیوں کے لیے بدترین آفت قرار دیتے ہوئے آپ ﷺ کو مسیحیوں کا سب سے بڑا دشمن گردانتا ہے۔¹⁸³ فلپ کے ہٹی الزام لگاتا ہے کہ حضور ﷺ نے موتہ کی جنگ شروع کر کے اسلام اور عیسائیت میں طویل جنگ کی بنیاد رکھی۔¹⁸⁴ اسلامی تہذیب کی قدر و منزلت کو گھٹانے، اس کی تحقیر کرنے اور عرب مسلمانوں کے تمدنی محاسن کے استخفاف کی خاطر مستشرقین اپنے طلبہ کو تربیت دیتے ہیں کہ وہ تہذیبی و ثقافتی مظاہر کو عربی الاصل ثابت کرنے کی بجائے لاطینی الاصل ثابت کریں تاکہ علم و فکر کے رشتے اور عقیدت و محبت کے جذبات مسلمانوں سے کٹ کر قدیم لاطینی اور یونانی اقوام کے ساتھ منسلک ہو جائیں۔¹⁸⁵ وہ اسلامی تہذیب اپنانے والوں کو توجہت پسندی اور قیونویت کے طعنے دیتے ہیں، لیکن اس کے برعکس اسلامی تہذیب سے قدیم تر تہذیب، جو زندگی کی صلاحیت اور ہر طرح کی افادیت سے محروم اور سینکڑوں ہزاروں برس سے ماضی کے بلبے تلے دبی ہیں، کے احیاء کی دعوت دیتے ہیں۔ وہ مسلمانوں کو قرآن اور اسلامی علمی ذخیرے سے لاطین بنانے کے لیے نئے زمانے کے تقاضوں کا واسطہ دے کر قرآنی عربی زبان اور عربی رسم الخط کی بجائے مقامی زبانوں اور لاطینی رسم الخط اپنانے پر مائل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔¹⁸⁶

تکلیف و تذبذب

مستشرقین کے یہاں اسلام سے متعلق تشکیکی مواد کی فراہمی اور اہل اسلام کو اپنے دین و تہذیب سے متعلق متشکک و متذبذب بنانے کی کوشش بھی واضح دکھائی دیتی ہے۔ قرآن، سیرت نبوی، فقہ و کلام، صحابہ کرام، تابعین، آئمہ مجتہدین، محدثین و فقہاء، مشائخ و صوفیاء، روایہ حدیث، فن

¹⁸³ Wright, *Early Christianity in Arabia*, 152.

¹⁸⁴ Hitti, *History of the Arabs*, 147; Saunders, *A History of Medieval Islam*, 14

¹⁸⁵ خلیل احمد حامدی، مرتب: نظام اسلام مشاہیر اسلام کی نظر میں (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، 1963)، 452۔

¹⁸⁶ مولانا ابوالحسن علی ندوی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش (کراچی: مجلس نشریات اسلام،

فکر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [168]۔ استشرقی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

جرح و تعدیل، اسماء الرجال، حدیث کی صحت، تدوین حدیث، فقہ اسلامی کے ماخذ اور اس کا ارتقاء، ان میں سے ہر موضوع کے متعلق مستشرقین کی کتابوں اور تحقیقات میں اتنا تشکیکی مواد پایا جاتا ہے، جو ایک ایسے ذہین اور حساس آدمی کو، جو اس موضوع پر وسیع اور گہری نظر نہ رکھتا ہو، پورے اسلام سے منحرف کر دینے کے لیے کافی ہے۔¹⁸⁷ یہ لوگ پڑھے لکھے، حوصلہ مند اور ترقی پسند نوجوان قارئین کے سامنے بار بار اور مختلف عنوانات کے تحت اپنے خیالات پیش کرتے ہیں۔ ان کا اندازہ اس قدر موثر ہوتا ہے کہ ان نوجوان قارئین کا ذہن اس پیش کردہ تشکیکی مواد کو بد بھی حقیقت کی طرح قبول کرتا چلا جاتا ہے۔ وہ محمد الہی (1905ء-1982ء)¹⁸⁸ کے الفاظ میں یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اسلامی معاشرہ کی اسلام کے ساتھ وابستگی محض ایک مختصر وقفے میں مستحکم رہی۔ یہ وہ تاریخی وقفہ ہے، جب کہ اسلامی معاشرہ ابتدائی حالت اور عہد طفولیت میں تھا۔ اس مختصر وقفے کے ختم ہوتے ہی اسلامی معاشرے اور اسلام کے درمیان خلیج پڑ گئی۔ اسلام رفتہ رفتہ بدلتی ہوئی اور ترقی کرتی ہوئی زندگی کا ساتھ دینے سے قاصر ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ خلافت اسلامی کے آخری مرکز جدید ترکی نے اسلام کو فرد کا ذاتی معاملہ قرار دیتے ہوئے عام زندگی سے بے دخل کر دیا۔ نئے دور میں اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے پر زور دینے کے معنی اس کے سوا کچھ نہیں کہ زندگی سے کنارہ کشی اختیار کر لی جائے، تمدن جدید کے وسائل سے استفادہ کرنے میں مسلمان دنیا سے پیچھے رہ جائیں اور مسلمان ممالک میں غربت، بیماریوں اور جہالت کو بخوشی گوارا کر لیا جائے۔ تغیر و ترقی کا وہ اصول جس سے کوئی مفر نہیں اہل اسلام کو اسلام پر بھی لاگو کرنا چاہیے۔ انھیں چاہیے کہ گردش زمانہ کے ساتھ ساتھ اسلام کو بھی بدلیں۔ اہل مغرب کی پیروی کریں اور ان کے ان تجربات سے مستفید ہوں، جو طویل انسانی

¹⁸⁷ ابو الحسن علی ندوی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، 260۔

¹⁸⁸ مشہور مصری مصنف و مفکر۔ جامعہ الازہر سے تعلیم حاصل کی اور یہیں تدریسی خدمات بھی انجام دیں۔ مصر کے وزیر اوقاف رہے۔ مغربی تہذیب و افکار اور اس کے مسلم فکر پر اثرات کے حوالے سے نمایاں کام کیا۔ اس ضمن میں آپ کی مشہور کتاب "الفکر الاسلامی الحدیث وصلۃ بالاستعمار الغربی" ہے۔

فکرِ استشراق اور عالمِ اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [169] استشراقی فکر و مطالعاتِ اسلام اور ان کی نوعیت

تجربوں کا نتیجہ اور انسانی فلاح و ترقی کا واحد راستہ ہیں۔¹⁸⁹

مستشرقین نے مسلمانوں کے یقین کو کمزور کرنے اور تشکیک کا زہر پھیلانے کے لیے اسلامی تحقیق کے نام پر کروڑوں ڈالر خرچ کر کے تشکیکی مواد تیار کیا۔¹⁹⁰ میک گل (McGill) یونیورسٹی کے ذمے خصوصی طور پر یہ کام لگایا گیا ہے کہ وہ ایسے اسلامسٹ (Islamist) پیدا کرے جو مسلمانوں کے عقائد و ایمانیات سے متعلق سمجھوتے کی فضا پیدا کریں۔ صدیوں کی مخلصیت کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ اصولوں کی بنیاد پر اسلام کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا؛ اسلام میں ایک ایسی مقناطیسی طاقت ہے، جو لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ لہذا اہل مغرب کو اسلام سے دور رکھنے کا سب سے بہتر طریقہ یہی ہے کہ زہریلا لٹریچر گردش کرتا رہے اور اسلام سے متعلق متعصبانہ پروپیگنڈہ کیا جاتا رہے۔¹⁹¹ تشکیکی مواد اور زہریلے لٹریچر کے سلسلے میں مستشرقین کی حکمت عملی بقول مولانا ابوالحسن علی ندوی، یہ ہے کہ وہ اپنی تحریروں میں زہر کی ایک مناسب مقدار رکھتے ہیں اور اس بات کا اہتمام کرتے ہیں کہ وہ تناسب سے بڑھنے نہ پائے، اور پڑھنے والے کو متنفر اور بدگمان نہ کر دے۔ ان کی یہ تحریریں اس قدر خطرناک ہوتی ہیں کہ ایک متوسط آدمی کا ان کی زد سے بچنا مشکل ہوتا ہے۔¹⁹²

¹⁸⁹ ابوالحسن علی ندوی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، 260، 263، بہ حوالہ، محمد الہی، الفکر الاسلامی الحدیث۔

¹⁹⁰ ابوالحسن علی ندوی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، 260، 263، بہ حوالہ، محمد الہی، الفکر الاسلامی الحدیث۔

¹⁹¹ Maulānā Muhammad Imrān, *Distortions about Islam in the West* (Lahore: Malik Sirāj and Sons, 1979), 13.

¹⁹² ابوالحسن علی ندوی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، 259۔

لکھنؤ استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [170] استشرقی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

دعوتِ تجدید اور اصلاحِ مذہب

مستشرقین و مبشرین نے کوشش کی کہ مسلمانوں کو بدلنے کی بجائے انھیں تجدید و مغربیت اور اصلاحِ مذہب کی دعوت دی جائے؛ اپنے بنیادی عقائد و نظریات سے متعلق متردد و متشکک بنایا جائے۔ اس ضمن میں مشہور مسیحی مبشر سیموئل زویمر کے یہ الفاظ چشم کشا ہیں:

ہم نے اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے کثیر وقت اور سرمایہ صرف کیا، بے شمار کتابیں تصنیف کیں، لیکن ہمیں کچھ حاصل نہ ہوا۔ اسلام سے صرف انھی لوگوں نے رابطہ توڑ کر مسیحیت اختیار کی، جن کی اپنے نئے دین سے محبت خواہشات کی بنیاد پر تھی۔ تاہم اس ناکامی پر عیسائی مبشرین کو مایوس اور ناامید نہیں ہونا چاہیے۔ تمہارے لیے یہ کافی ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں اسلامی عقیدے کو متزلزل کر دو۔ اگر تم ان کو اسلام کے متعلق متذبذب بنانے میں کامیاب ہو گئے، تو یہی تمہاری کامیابی ہے، خواہ مسلمان عیسائیت کے حلقے میں داخل نہ ہوں۔¹⁹³

زیر نظر تناظر میں اہل مغرب اور مستشرقین کی کاوشوں سے متعلق مریم جلیلہ (1934ء-2012ء)¹⁹⁴ رقم طراز ہیں:

¹⁹³ یہ حوالہ: محمد الدھان، قوی الاثر المتخالف و موثقہ من الاسلام والاسلمین، 136۔

¹⁹⁴ معروف امریکی پاکستانی مصنفہ۔ نیویارک کے جرمن نژاد یہودی والدین کے ہاں پیدا ہوئیں۔ اصل نام مارگریٹ مارکس (Margret Marcus) تھا۔ نہایت حساس طبیعت پائی تھی۔ شروع ہے سے اپنے ماحول سے بے زار تھیں؛ یہودیت کا مطالعہ کیا لیکن اطمینان حاصل نہ ہوا۔ اسلام میں کشش محسوس ہوئی۔ قرآن حکیم کا مطالعہ کیا۔ محمد اسد کی کتاب "The Road to Mecca" سے متاثر ہوئیں۔ نیویارک یونیورسٹی میں ایک یہودی زہلی سے یہودیت کے اسلام پر اثرات کے حوالے سے ایک کورس پڑھا، تو اسلام میں اور کشش محسوس ہونے لگی۔ 1956ء میں گریجویٹیشن سے پہلے ہی یونیورسٹی سے ڈراپ ہو گئیں۔ 1959ء میں امریکا سے باہر مسلم علما اور دانشوروں بالخصوص مولانا مودودی (1903ء-1979ء) سے مرسلت شروع کی۔ 6 دسمبر 1960ء کو مولانا مودودی کو خط لکھ کر مسلم دنیا کو متنبہ و متشرفہ النوع حیات پر دعوتِ اصلاح سے متعلق لائق مضمون لکھنے گہرے

Since the second world war, the Orientalists and missionaries have shifted their efforts from trying to change individual Muslims and convert them to their views to changing Islam itself through providing it with a totally different interpretation and launching an organized movement for its reconstruction from within.¹⁹⁵

دوسری جنگ عظیم کے بعد مستشرقین اور اور مشرین نے اپنی توجہ مسلمانوں کو بدلنے کی بجائے خود اسلام کو بدلنے پر مرکوز کی۔ انھوں نے مسلمانوں ہی کو اسلام کی ایک بالکل نئی تعبیر کرنے اور اسے از سر نو ترتیب دینے پر آمادہ کرنے کی غرض سے ایک تحریک شروع کر دی۔

1913ء میں لکھنؤ میں منعقد ہونے والی تبشیری کانفرنس کا فیصلہ بھی مسلمانوں کو بدلنے کی استشراتی و تبشیری کوششوں سے متعلق اس حقیقت کو نمایاں کرتا ہے۔ اس فیصلے میں قرار دیا گیا تھا کہ مسلمانوں کے انداز فکر و نظر کو مغربی رنگ میں رنگنے کی کوشش کی جائے۔ مغربی زبانوں کی ترویج کی جائے تاکہ مسلمان مغربی ادب و تہذیب سے واقفیت حاصل کر کے اس کی طرف مائل ہوں۔ تبشیری کام کرنے والے افراد اسلامی فکر کو ختم کرنے کے لیے کام کریں۔ مسلمان اب

تاثر کا اظہار کیا۔ 24 مئی 1961ء کو اسلام قبول کر لیا، اور مریم جیلہ نام اختیار کیا۔ مولانا مودودی کی پاکستان آنے کی دعوت قبول کرتے ہوئے 1962ء میں لاہور آ گئیں؛ پاکستانی شہریت حاصل کی؛ بیہین شادی کی اور بیہین وفات پائی۔ - "Islam and Modernism", "Islam and Orientalism", "Islam versus Ahl al-Kitāb: past and present", "Islamic Culture in theory and Practice" کتابیں لکھیں۔ مغربی تہذیب، مادیت، سیکولرزم، ماڈرنزم اور تجدد پسند اہل اسلام پر سخت تنقید میں معروف ہیں۔

¹⁹⁵ Maryam Jamīla, *Islam and Orientalism* (Lahore: Sant Nagar, 1971),

فکر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [172] استشرقی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

مسیحیت تو اختیار نہیں کریں گے، انھیں اسلامی تہذیب و اقدار سے دور و نفور کرنے کو شش کرنی چاہیے۔ اس کے نتیجے میں ان کے اندر موجود روحِ دین و مذہب کا خاتمہ ہو جائے گا، جس کا بحال ہونا ناممکن ہو گا۔ حصول مقصد کے لیے ضروری ہے کہ بتیسری سکولوں کی تعداد بڑھائی جائے اور مغربی تعلیم کو مغربی زبانوں اور اندازِ فکر و نظر کے ساتھ مسلمانوں میں فروغ دیا جائے، یہاں تک کہ ان کے مدارس اور رسائل و اخبار مغربی اندازِ فکر و نظر کے حامل ہو جائیں۔¹⁹⁶

مستشرقین اہل اسلام کو تجدیدِ مغربیت اور اصلاحِ مذہب کی دعوت دیتے اور انھیں یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان کی فلاح و ترقی، اس کے بغیر ممکن نہیں کہ وہ جدید مغربی تہذیب اپنائیں اور اپنے مذہب کو نئے حالات کے مطابق ڈھالیں۔ ان کے نزدیک مسلم معاشروں میں اٹھنے والی ایسی تحریکیں اور اشخاص حوصلہ افزائی اور تعریف و ستائش کے مستحق ہیں، جو اسلام کو مغربی تصورات کے مطابق بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض یونیورسٹیوں کے ذمے باقاعدہ طور پر ایسے اسلامسٹ تیار کرنے کا کام لگایا گیا ہے، جو اسلام سے متعلق جدید افکار کے حوالے سے سمجھوتے کی فضا پیدا کریں۔¹⁹⁷ یہاں کچھ مستشرقین کے خیالات پیش کر کے یہ دکھانے کی کوشش کی جائے گی اس ضمن میں استشرقی مساعی کس نوعیت کی ہیں:

فلپ کے ہنی نے لکھا ہے کہ اسلامی قوانین مثلاً تعدد ازواج، چوری، جوا اور شراب وغیرہ کی سزائیں جدید اسلامی معاشرے میں ناقابلِ عمل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ان پر عمل نہیں کیا جا رہا:

Modern Islamic society has practically outgrown
the Koranic legislation.¹⁹⁸

جدید مسلم سوسائٹی نے قرآنی قوانین میں دلچسپی لینا عملاً ترک کر دیا ہے۔

کینتھ کریگ (Albert Kenneth Crag، 1913ء-2012ء)¹⁹⁹ کہتا ہے کہ اسلام کو اپنی روح میں تبدیلی پیدا کرنی چاہیے، ورنہ وہ نئی زندگی کا ساتھ نہ دے سکے گا:

¹⁹⁶ محمد الدحان، قوی الشرائع المتخالفہ و موثقا من الاسلام والمسلمین، 97۔

¹⁹⁷ Imrān, *Distortions about Islam in the West*, 13.

¹⁹⁸ Philip. K. Hitti, *Islam and the west* (New Jersey: Princeton, 1962), 21

فکر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [173] استشرقی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

The modern mind is right in its instinctive awareness that Islam must either baptize change into its spirit or renounce its own relevance to life. Since it cannot do the later it must somehow do the former.²⁰⁰

جدید ذہن اپنی اس فطری آگہی میں بالکل درست ہے کہ اسلام کو یا تو اپنی روح میں تبدیلی پیدا کرنی ہے یا زندگی سے اپنی مطابقت کو ترک کرنا ہے۔ جب تک یہ دوسرا کام نہیں کرتا، پہلا کرنا ہی پڑے گا۔

ایس ڈی گوشن (Shelomo Dov Goitein، 1900ء-1985ء)²⁰¹ کا کہنا ہے کہ اسلام یہودیت سے مستعار ہے؛ قرآن جدید سوسائٹی کی ضرورت کو پورا کرنے سے قاصر

¹⁹⁹ ہرچ آف انگلینڈ سے متعلق ہشپ اور مصنف۔ مسیحی مسلم تعلقات دلچسپی کا خاص میدان تھا۔ "The Call of Minaret", "The Arab Christian: A History in the Middle East", "Troubled by truth: Life Studies in interfaith concern", "Muhammad and the Christian", "Islamic Surveys-3: Counsels in contemporary Islam" وغیرہ متعدد کتابیں تحریر کیں۔
²⁰⁰ Kenneth Cragg, The call of Minaret (New York: Oxford University Press, 1956), 17.

²⁰¹ جرمن یہودی مستشرق۔ یونیورسٹی آف فرینکفرٹ (University of Frankfurt) میں عربی اور اسلامیات کی تعلیم حاصل کی۔ امریکا کی پرنسٹن یونیورسٹی کے انسٹیٹیوٹ فار ایڈوانسڈ سٹڈیز اور حیفہ (Haifa) میں ایک جرمن یہودی تنظیم کے تحت قائم سکول میں کام کیا۔ عبرانی یونیورسٹی یروشلم (Hebrew University Jerusalem) میں پروفیسر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ دلچسپی کا میدان قرون وسطیٰ کی یہودی کمیونٹی اور مسلمانوں سے اس کے تعلقات تھا۔ "Jews and Arabs: Their Contacts through the ages" کے موضوع پر کام کرنے کے علاوہ "Meditranian Society : The Jewish communities of the Arab World as portrayed in the documents of

فکرِ استشراق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [174] استشراقی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

ہے۔²⁰² گوٹن یہودیوں کے مسلمانوں پر تشدد کا جواز بھی تراشتا ہے۔ اس کے مطابق یہودیوں کے ساتھ جو زیادتیاں ہوئیں یہودیوں کا مسلمانوں پر ظلم اس کا بدلہ ہے؛ سنگ دل اور منتقم ہونا اہل فخر و شرافت کی علامت ہے۔²⁰³

مستشرقین ان مسلم سکارلز کی تعریف و توصیف کرتے ہیں، جن کے ہاں اسلام کی تجدید پسندانہ تعبیر ملتی ہو اور جن کے افکار سے اسلام کا مقدمہ کمزور اور مغرب کا مضبوط نظر آئے، یا ایسا دکھایا جاسکے۔ مثلاً کینتھ کریگ محمد کامل حسین (1901ء-1977ء)²⁰⁴ کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ وہ شخص ہے جس نے حق کی حمایت میں آواز اٹھائی اور اس بات پر اصرار کیا کہ اسلام ہی سے اسلام کا غیر معتبر ہونا ثابت ہوتا ہے۔²⁰⁵

”Cairo Geniza کے عنوان سے متعدد جلدوں میں اس زمانے کی یہودی کمیونٹی کی انفرادی، خاندانی، معاشی، معاشرتی زندگی پر تحقیق پیش کی۔“

²⁰²S. D. Goitain, *Jews and Arabs: Their Contacts through the ages* (New York: Schocken Books, 1955), 129-130.

²⁰³Goitain, *Jews and Arabs*, 232.

²⁰⁴مصر کے معروف میڈیکل ڈاکٹر، ادیب، فلسفی اور تجدید پسند مسلم سکار۔ مصر میں آرٹھوپیڈکس اور آرٹھوپیڈک ایسوسی ایشن کے بانی ہیں۔ میڈیکل کے ساتھ ساتھ ادب، فلسفے کلام اور مذہب کے موضوعات سے متعلق بھی بہت سی کتابیں لکھیں۔ مشہور کتابوں میں ”قریۃ ظالمة“، ”قوم لا یتطہرون“، ”متنوعات“، ”وحدة المعرفة“، ”طب الرزای“، ”التحلیل البیولوجی للتاریخ“ وغیرہ شامل ہیں۔

²⁰⁵Kenneth Cragg, *Islamic Surveys-3: Counsels in contemporary Islam* (Edinburgh: Edinburgh University Press, 1965), 107.

فکرِ استشراق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [175] استشرقی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

کینٹویل سمٹھ (Wilfred Cantwell Smith، 1916ء-2000ء)²⁰⁶ کمالی اصلاحات کی نہایت تحسین کرتے ہوئے دوسرے مسلمانوں کو بھی ایسا ہی کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ترکوں نے بجا طور پر محسوس کیا کہ اسلام اپنے وقت پر پروگریسو تھا مگر اب نہیں۔ اب اسلام اور کسی بھی دوسرے مذہب کو زندہ رہنے کے لیے جدید تعلیم یافتہ انسان کے لیے قابل فہم ہونا چاہیے، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو نئے حالات کے مطابق ڈھالے۔ سمٹھ کے نزدیک ان اصلاحات اور تبدیلیوں کا مطلب عیسائیت قبول کرنا نہیں بلکہ ماڈرن بننا ہے۔²⁰⁷ سمٹھ نے یہ واضح کرنے کی بھی کوشش کی کہ محض سرکاری حکم اور آرڈر سے اصلاح ممکن نہیں، جب تک کہ کوئی ایسا شخص جو عوام میں اسے مقبول بنانے کی صلاحیت رکھتا ہو اس کے لیے نہ اٹھے اور اپنی صلاحیتیں اس کام میں نہ کھپائے۔ انھوں نے مصطفیٰ کمال²⁰⁸ کے ترکی کو لو تھر ایسے مصلح کی

²⁰⁶ کینیڈین مستشرق۔ یونیورسٹی آف ٹورنٹو سے الٹھ شرقیہ کی تعلیم حاصل کی۔ پرنسٹن یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ میک گل یونیورسٹی میں استاد رہے۔ تقسیم ہند سے پہلے 1940ء-1946ء کا عرصہ انڈیا میں گزارا، اور ایف سی کالج لاہور میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ تقابلی مذہب اور جدید دنیائے اسلام سے متعلق متعدد کتابیں تحریر کیں۔ اپنی مشہور کتابوں "Islam in Modern History" اور "Modern Islam in India" میں عالم اسلام اور ہندوستان کی معروف علمی شخصیات سے متعلق اپنے افکار و خیالات کا اظہار کیا۔ علامہ اقبال کو، اپنے تجزیے میں، متضاد فکر و نظریات کی حامل شخصیت قرار دیا؛ جس پر سخت تنقیدیں سامنے آئیں۔ تصور مذہب کے حوالے سے سمٹھ کا مشہور نظریہ، جو ان کی کتاب "The Meaning and End of Religion" میں ملتا ہے، یہ ہے کہ یہ سترھویں اور اٹھارھویں صدی کی یورپین تخلیق ہے؛ خود بڑے بڑے مروجہ مذہب اور ان کے بانیوں کے یہاں، معروف و مردج معانی میں، مذہب کا کوئی تصور نہیں ملتا۔ عربی زبان میں مذہب کے لیے کوئی لفظ نہیں ہے؛ عربی لفظ دین، جو مذہب کے لیے رائج ہو گیا ہے، یورپی تصور مذہب سے بہت مختلف ہے۔

²⁰⁷ Wilfred Cantwell Smith, *Islam in Modern History* (New Jersey: Princeton University Press, 1957), 178-204

²⁰⁸ مصطفیٰ کمال کا مختصر تعارف آگے آ رہا ہے۔

فکرِ استشراق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [176] استشراقی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

آمد اور جدید تصورات کی قبولیت کے لیے نہایت سازگار قرار دیتے اور اس کی ظہور کی تمنا کرتے ہوئے ترکی میں اسلامی اصلاح پسندی پر اپنی تحریر کے آخر میں لکھا تھا:

One thing seems sure. If a Luther—to borrow their own metaphor—were to appear, he would get a ready hearing amongst the educated classes of Turkey. Emotionally and intellectually, sociologically and religiously, they seem ready to follow new ventures of Islamic development. However such a reformer will indeed appear is another matter. Can one generate a Reformation by fiat—even when providing the milieu? The Turks seem creative enough to understand and to accept, creative enough to implement and to develop, a new religious vision. Whether they are creative enough to produce one is the crucial question.²⁰⁹

ایک چیز یقینی نظر آتی ہے۔ اگر ان کے اپنے مزاج و ماحول کے موافق کوئی لو تھر نمودار ہو تو وہ تعلیم یافتہ ترک لوگوں میں اپنی آواز سننے والے بہت سے افراد تیار پائے گا۔ جذباتی و ذہنی، معاشرتی و مذہبی ہر سطح پر وہ اسلامی ترقی کے نئے منصوبوں پر عمل پیرا ہونے کو تیار دکھائی دیتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ایسا کوئی مصلح و اقیقتاً ظہور کرے گا! کیا کوئی اصلاح سرکاری حکم کے ذریعے ممکن ہے؟ خواہ فضا کتنی ہی سازگار ہو۔ ترک سمجھنے اور قبول کرنے، نافذ

²⁰⁹ Smith, *Islam in Modern History*, 205

فکرِ استشراق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [177] استشراقی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

کرنے اور ترقی دینے کو بہت تخلیقی اور باصلاحیت نظر آتے ہیں، سوال لیکن

یہ ہے کہ کیا وہ کسی کو تھر کو پیدا کرنے کی بھی صلاحیت رکھتے ہیں!

سمتہ ہندوستانی مسلمانوں کے مسائل کا حل سیکولرزم کو بتاتے ہیں۔ وہ تخلیق پاکستان کو ایک برائی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ پاکستان جتنا زیادہ "اسلامی" ہو گا ہندوستانی مسلمان اتنے ہی زیادہ غیر محفوظ ہوتے جائیں گے۔ ان کے الفاظ ہیں:

The more "Islamic" Pakistan is in form (and especially in so far as there is form without substance), the less secure are the Muslims of India.

In a Crude and exteriorist and grossly unsubtle sense, a cynic might avert that the more Islam flourishes in Pakistan the more it will wilt in India.²¹⁰

پاکستان اپنی صورت میں جتنا اسلامی ہو گا (خاص طور پر بنیادی مادی عناصر کے بغیر) ہندوستانی مسلمان اتنے ہی زیادہ غیر محفوظ ہوتے جائیں گے۔ زیادہ سادہ، غیر جانب دارانہ، صاف اور مکمل تناظر، جس کے بیان سے ایک ناامید و کوتاہ فہم شاید پہلو تہی کرے، یہ ہے کہ پاکستان میں جتنا اسلام پھیلے گا ہندوستان میں یہ اتنا ہی سکڑتا اور کمزور ہوتا جائے گا۔

نداف صفران (Nadav Safran، 1925ء-2003ء)²¹¹ اسلام کو ناقابل عمل اور غیر حقیقی ظاہر کرتا ہے۔ وہ ان مصرعی اہل فکر و دانش سے اظہارِ ہمدردی کرتا اور ان کی تعریف میں رطب

²¹⁰ Smith, *Islam in Modern History*, 273.

²¹¹ یہودی مستشرق۔ اسرائیل کی جنگ آزادی (1948ء کی عرب اسرائیل جنگ) میں آرمی آفیسر کی حیثیت سے حصہ لیا۔ 1958ء میں ہارورڈ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ ہارورڈ یونیورسٹی میں سنٹر فار میڈل ایسٹ سٹڈیز (Center for Middle East Studies) کے ڈائریکٹر، ہارورڈ گورنمنٹ ڈیپارٹمنٹ کے

فکرِ استشراق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ: [178] استشراقی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

اللسان نظر آتا ہے، جو تجمد کے نقیب ہیں؛ اسلام کی بجائے فرعونیوں کی تقلید پر ابھارنے اور مصر میں نئے معتقدات اختیار کرنے اور پرانے اسلامی تصورات کو چھوڑنے کی ضرورت پر زور دینے والے ہیں۔²¹²

الغرض مستشرقین سر توڑ کوشش کرتے ہیں کہ اہل اسلام کو اپنے مذہب کو گردش زمانہ کے مطابق بدلنے اور مغربی تہذیب اور افکار و نظریات اپنانے پر مائل کیا جائے اور ان لوگوں کی بیرونی کی دعوت دی جائے، جن کے افکار و طرز عمل سے اسلام کی حقانیت و آفاقیت متاثر ہوتی ہے۔ کینتھ کریگ نے اسی تناظر میں کہا تھا کہ مسلمان وقت کے مطابق اسلامی احکام میں از خود تبدیلی کرتے رہے ہیں، جس سے ایک طرف یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اسلام کوئی مستقل دین نہیں تو دوسری طرف یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اسلام کو ضرورت کے تحت تبدیل کیا جاسکتا ہے۔²¹³

الغرض مستشرقین سر توڑ کوشش کرتے ہیں کہ اسلام کے چہرے کو بد نما بنا کر دکھایا جائے۔ اسلامی ممالک کے وہ زعماء اور قائدین جنہوں نے یورپ کی بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں

پروفیسر اور مشرق وسطیٰ کے معاملات پر وائٹ ہاوس کے مشیر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ سی آئی اے (CIA) سے فنڈنگ لینے کے الزام کا سامنا ہوا؛ جس کے نتیجے میں ڈل ایٹ سنٹر کی سربراہی سے استعفیٰ دینا پڑا؛ تاہم 2002ء تک ہارورڈ میں پروفیسر کی حیثیت سے خدمات جاری رکھیں۔ "Egypt in Search of Political Community: An analysis of the Intellectual and Political evolution of Egypt", "From War to War: The Arab Israel Confrontation 1804-1952", "Saudi Arabia: The Ceaseless Quest for Security" وغیرہ کتابیں تحریر کیں۔

²¹²Nadav Safran, *Egypt in Search of Political Community: An analysis of the Intellectual and Political evolution of Egypt, 1804-1952* (Cambridge: Harvard University press, 1961), 85-97.

²¹³Kenneth Cragg, *The Dome and the Rock: Jerusalem Studies in Islam* (London: S. P. C. K, 1964), 135.

فکرِ استشراق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [179] استشراقی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

تعلیم حاصل کی یا اسلام کا مطالعہ مغربی زبانوں میں کیا، ان کے دلوں میں اسلامی قانون و تہذیب کے سرچشموں سے متعلق شکوک و شبہات پیدا کیے جائیں اور ان کے دلوں میں اسلام کے مستقبل سے ناامیدی، حال سے بے زاری اور ماضی سے بدگمانی اس طرح پیدا کی جائے کہ ان کا سارا جوش و خروش دین کو عصری تقاضوں کے مطابق ڈھالنے اور اسلامی قانون میں اصلاح و ترمیم کی مہم چلانے میں منحصر ہو کر رہ جائے۔²¹⁴

مستشرقین نے تجدید و اصلاح مذہب کے نام سے مسلمانوں کو اسلام سے دور کرنے کے لیے جس تحریک کا آغاز کیا تھا اس کے اثرات ظاہر ہو کر رہے۔ ہر مسلم ملک میں پڑھے لکھے لوگوں کا خاصا بڑا گروہ پیدا ہوا، جنہوں نے انھی کے خیالات کو بنیاد بنا کر اسلام کا مطالعہ کیا اور انھی نتائج پر پہنچے، جو مستشرقین کو مطلوب تھے۔ اس گروہ کے اذہان میں اسلام کی قدر و منزلت کم ہو گئی ہے۔ یہ اپنے مذہب سے کٹ رہا ہے۔ یہ سمجھنے لگا ہے کہ اسلام میں اصلاح اور تجدید و تبدیلی سے منہ موڑا گیا، تو اسلام جدید دور کے لیے قابل عمل نہیں رہے گا۔

استشراقی فکر و ماسعی اور اہل اسلام کا رویہ

اس بحث سے قطع نظر کہ مستشرقین نے اسلام کو بجائے خود یا بحیثیت دین کیا نقصان پہنچایا ہے، یہاں اس حقیقت کا اظہار ضروری ہے کہ استشراقی فکر نے مسلم معاشروں میں مسلم زعماء اور ارباب حکومت و اقتدار اور مسلم علماء و اہل فکر و نظر پر خاصا اثر ڈالا ہے۔ یہ کہنا بالکل غلط نہ ہو گا کہ مستشرقین کو مسلمانوں میں تجدید و اصلاح مذہب کی تحریک چلانے، اسلام سے متعلق تشکیکی مواد فراہم کرنے اور اسلامی تہذیب و تاریخ اور اقدار و شخصیات کی تحقیر کی حکمت عملی سے جو مقاصد مطلوب تھے، وہ ان میں ایک حد تک کامیاب رہے۔ عالم اسلام میں اصلاح و ترقی کے نام پر تجدید و مغربیت کے جتنے علم بردار پیدا ہوئے، ان کے افکار و تصورات پر مستشرقین کی چھاپ واضح دکھائی دیتی ہے۔ ان استشراقیت زدہ مسلمانوں میں اہل اقتدار، مسلم زعماء اور طبقہ امر اتوا اکثر و بیشتر شامل ہے ہی، مسلم سکالر ز اور دانش ور دوں کی بھی ایک بڑی تعداد اس مرض کی مریض ہے۔ عالم

²¹⁴ ابوالحسن علی ندوی، اسلامیات اور مغربی مستشرقین و مسلمان مصنفین (کراچی: مجلس نشریات اسلام،

فکرِ استشراق اور عالمِ اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [180] استشراقی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

اسلام میں جہاں تک اہل قوت و اقتدار کا تعلق ہے، تو وہ بقول مریم جمیلہ، اکثر و بیشتر اسی کوشش میں رہتے ہیں کہ اصلی اسلام کی بجائے مستشرقین اور عیسائی مشنریوں کا لندن اور امریکا میں تیار کردہ اسلام کا ایک لبرل، ترقی پسند اور جدید ایڈیشن پیش کیا جائے۔ مریم جمیلہ کے الفاظ ہیں:

Those in power, both in the East and the West, are trying to destroy the genuine Islam by substituting a counterfeit "modern" "liberal" and "progressive" version manufactured by the orientalist and Christian missionaries in London and New York. The same gimmicks, adopted by the Church and Synagogue to attract the fun-oriented new generation are now being copied in some "Muslim" circles, supported by strong vested interests.²¹⁵

مشرق و مغرب میں جو بھی صاحبِ قوت و اختیار ہیں، اصلی اسلام کو تباہ کر کے اسلام کا مستشرقین اور عیسائی مشنریز کے ذریعے لندن اور امریکا میں تیار کردہ جدید، لبرل اور ترقی پسند جعلی و نقلی ایڈیشن پیش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہی سنٹ اور فریب جو چرچ اور سنیگاگ نے موجِ مستی اور رنگینی کی دلدادہ نئی نسل کو متوجہ کرنے کے لیے اختیار کیے تھے، بعض نام نہاد مسلم حلقوں میں مخصوص مفادات کے تحت کاپی کیے جا رہے ہیں۔

چنانچہ مسلم معاشروں میں مغربی طرزِ فکر پر اصلاح و ترقی کے خواہاں زعماء اور حکمرانوں نے اپنے معاشروں کو مغربی رنگ میں رنگنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ تقریباً تمام مسلم قیادت تہجد و مغربیت ہی کو کامیابی کا واحد راستہ سمجھتی ہے۔ حکمران اور طبقہ امر کے علاوہ ہمارے بہت سے

²¹⁵ M. J. Jernigan, *Islam and Modernism* (Lahore: Muhammad Yūsof Khān,

فکر استشراق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [181] استشرقی فکر و مطالعات اسلام اور ان کی نوعیت

سکالرز اور دانش ور بھی مغرب کی فطالی میں حکمران طبقے سے جوہری اعتبار سے کچھ زیادہ مختلف النیال نہیں ہیں۔ ان کے نقطہ نظر سے بھی مسلمانوں کی ترقی و کامرانی تجدید و مغربیت ہی میں پنہاں ہے۔²¹⁶

یہاں مختصر آئیہ ذکر کر دینا بھی ضروری ہے کہ مستشرقین اور مسلم تجدید پسندوں کی طرف سے تجدید و مغربیت کے حوالے سے جو بھی کاوشیں ہوئیں اور جو لٹریچر بھی تخلیق ہوا، اہل اسلام کے روایتی اور راسخ العقیدہ طبقے کی جانب سے، اس کی وسیع پیمانے پر، تردید و تنقید بھی سامنے آئی۔ ایسے علماء اور دانش وروں کی ایک قابل لحاظ تعداد موجود ہے، جنہوں نے مستشرقین کے اعتراضات سے اسلام کا دفاع کرنے اور ان سے متاثر مسلم دانش وروں کے افکار کے ناقدانہ جائزے پر جہنی قابل لحاظ کام کیا ہے۔ تاہم ان صفحات میں اس کام کا تذکرہ ہمارے موضوع سے خارج ہے؛ یہاں ہمیں استشراق، اس کے اسلام سے متعلق رویے، اور اہل اسلام پر استشرقی اثرات کو زیر بحث لانا ہے؛ چنانچہ آئندہ صفحات میں، عالم اسلام میں استشرقی اثر و نفوذ پر گفت گو شامل ہے۔

²¹⁶ بعض نمایاں تجدید پسند مسلم زعماء حکمرانوں اور علماء سکالرز اور ان کے افکار کا قدر سے تفصیلی خاکہ اگلے صفحات

عالم اسلام میں استثنائی اثر و نفوذ

مستشرقین کو اپنی ان مساعی سے، جن کا ذکر گذشتہ صفحات میں ہوا، جو مقاصد مطلوب تھے، ان میں انھوں نے کافی کامیابی حاصل کی۔ عالم اسلام میں اصلاح و ترقی کے نام پر تجدید و مغربیت کے جتنے علم بردار پیدا ہوئے ان کے افکار و نظریات پر استشرقی چھاپ واضح دکھائی دیتی ہے۔ مسلم دنیا میں اہل اقتدار اور طبقہ امرا کے علاوہ مسلم سکالرز اور دانش وروں کی بھی ایک بڑی تعداد مستشرقین سے متاثر ہے۔ سطور ذیل میں مذکورہ طبقوں میں استشرقی اثر و نفوذ کا مطالعہ مختلف عنوانات کے تحت پیش کیا جاتا ہے:

اہل اقتدار اور طبقہ امرا

جیسا کہ مریم جمیلہ کے حوالے سے اوپر ذکر ہوا، عالم اسلام میں جہاں تک اہل اقتدار اور طبقہ امرا کا تعلق ہے، یہ بالعموم مغرب کے زیر اثر ہے اور اکثر و بیشتر اس کوشش میں رہتا ہے کہ اصلی اسلام کی بجائے مستشرقین اور عیسائی مشنریوں کا لندن اور امریکا میں تیار کردہ اسلام کا ایک جدید، لبرل اور ترقی پسند ایڈیشن پیش کیا جائے۔ مسلم معاشروں میں 'غربی طرز پر اصلاح و ترقی کے خواہاں زعماء اور حکمرانوں نے اپنے معاشروں کو مغربی رنگ میں رنگنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ اس سلسلے میں چند افراد اور ان کی کوششوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

ضیا گوک الپ

ترکی کے قوم پرست لیڈر ضیا گوک الپ (Mehmed Ziya Gokalp، 1876ء-1924ء) اپر مغربی و استشرقی اثرات اتنے گہرے تھے کہ وہ کسی بھی قسم کی اچھائی اور برائی کی

¹¹ جدید ترک قوم پرستی کے بانی اور جدید ترکی کے موثر ترین مفکر، شاعر، مصنف سوشیالوجسٹ اور سرگرم سیاسی کارکن۔ ترک سوشیالوجی کے حقیقی بانی قرار دیے جاتے ہیں۔ ان کا خیال تھا کہ فرد کی حقیقی شخصیت جہی ظہور پذیر ہو سکتی ہے، جب وہ اپنے کلچر کا حقیقی نمائندہ ہو۔ ترکوں کو اپنی قومیت اور فطری تفوق کو پیش نگاہ رکھنا چاہیے اور مغربی تہذیب کی پیروی کرتے ہوئے قومی ترقی میں کردار ادا کرنا چاہیے۔ انھوں نے وحدتِ اسلامی، خلافت، عثمانزم اور اسلامزم کی سخت مخالفت اور تردید کی۔ کمالزم اور مصطفیٰ کمال اتاترک کی فکر اور تصورِ اصلاح میں انتہائی بنیادی کردار ضیا گوک الپ ہی کا ہے۔

تمیز کے لیے یورپ کی مکمل نقل کے خواہاں تھے۔ مغربی تہذیب اپنانے کی دعوت دیتے ہوئے انھوں نے لکھا:

We are part of Western civilization and have an integral share in it...our only road to salvation is to adopt Western civilization completely.²

ہم مغربی تہذیب کا حصہ اور اس کا اہم کردار ہیں... ہماری نجات کا واحد راستہ مکمل طور پر مغربی تہذیب اپنانا ہے۔

ضیا گوک الپ کا دعویٰ تھا کہ مغرب نے مسلمانوں کے مقابلے میں جو کامیابی حاصل کی ہے، وہ مغربی تہذیب کے طفیل ہے؛ لہذا ہم اتنی کامیاب تہذیب کو اپناتے ہوئے کیوں شرما سکیں!:

It only by means of its civilization that Europe has been able to defeat the Muslim nations and become the Master of the world. Why, then, should we hesitate in taking over this same civilization which has approved so successful.³

یہ مغربی تہذیب ہی ہے جس کی بنا پر یورپ نے مسلم اقوام کو کھست سے دوچار کیا اور دنیا کا امام بن گیا۔ تو پھر ہمیں اتنی کامیاب ثابت ہونے والی تہذیب کو اپنانے سے کیوں ہچکچانا چاہیے!

ضیا گوک الپ نے مغربی تہذیب کو اس کی اس قدر مکمل صورت میں اپنانے پر زور دیا کہ اس کا کوئی عنصر بھی ترک نہ کیا جائے۔ ان کے نزدیک مغرب اور مشرق کا ملغوبہ کسی طور ترقی کا راستہ نہیں۔ ان کے مطابق بعض مسلم دانش وروں کا یہ تصور گمراہ کن تھا کہ مغرب کی بعض مثبت

² Ziya Gokalp, *Turkish Nationalism and Western Civilization*, ed. and trans.

Niyazi Berkes (London: George Allen & Unwin, 1959), 266, 276.

³ Gokalp, *Turkish Nationalism and Western Civilization*, 266-267.

چیزیں اپنالی جائیں اور بعض اسلام اور مشرق سے لے لی جائیں۔ انھوں نے تنظیمات - جو بجائے خود مغربی تہذیب کو رد کرنے کی بجائے اسے بہت حد تک اپنانے کی دعوت دینے والی تھی - کی ایسی کوشش کو ہدفِ تنقید بناتے ہوئے کہا:

The great mistake of the leaders of Tanzīmāt was their attempt to create a mental amalgam made up of a mixture of East and west. They failed to see that the two with their diametrically opposed principles could not be reconciled... Any attempt to reconcile East and West means to keep carrying medieval conditions into the modern age and trying to keep them alive... Each civilization has its own logic, its own aesthetic standards, its own world outlook... policy makers of the Tanzīmāt attempted their reforms without studying conditions...⁴

تنظیمات کے رہنماؤں کی بڑی غلطی مشرق اور مغرب کا ایک ملغوبہ بنانے کی کوشش تھی۔ وہ یہ سمجھنے میں ناکام رہے کہ دو مکمل طور پر مختلف اصولوں کی حامل تہذیبوں کو کیسے اکٹھا کیا جاسکتا ہے!... مشرق و مغرب کو جمع کرنے کی کوشش کا مطلب فرسودہ احوال و ظروف کو جدید دور میں زندہ اور جاری و ساری رکھنا ہے۔ ہر تہذیب کی اپنی منطق، خوب و ناخوب کے اپنے معیارات اور اپنا زاویہ نظر ہوتا ہے... تنظیمات کے پالیسی سازوں نے حالات کو سمجھے بغیر اصلاحات کی کوشش کی...

⁴ Gokalp, *Turkish Nationalism and Western Civilization*, 270-277.

ضیا گوک الپ نے عالمگیر اخوتِ اسلامی کے تصور کو مغربی تصورِ قومیت سے متصادم قرار دیتے ہوئے مسترد کر دیا۔ وہ کہا کرتے تھے کہ ترکوں کو اپنی سر زمین کو ہر چیز پر مقدم رکھنا چاہیے۔ ان کے لیے حب الوطنی سے بڑھ کر کوئی اخلاقیات نہیں۔ وہ قبل از اسلام کی ترک حب الوطنی کو اپنانے اور قوم کی محبت کو مذہب کی محبت پر ترجیح دینے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

Among the pre-Islamic Turks, patriotism reached its highest levels. In the future, as in the past, patriotism should be the most important area of morality for the Turks...Loyalty to the nation must take precedence over loyalty to family and religion...We shall create a genuine civilization...The conquest of future is promised to Turkish resolution.⁵

اسلام سے پہلے کے ترکوں میں حب الوطنی اپنے پورے عروج پر پہنچی ہوئی تھی۔ مستقبل میں بھی، جیسا کہ ماضی میں ہوا، حب الوطنی ہی ترکوں کے لیے اخلاقیات کا سب سے اہم عنصر ہونا چاہیے... قوم سے وفاداری کو خاندان اور مذہب سے وفاداری پر لامحالہ ترجیح دینی چاہیے... ہم ایک اصلی تہذیب تخلیق کریں گے... مستقبل کی فتح ترک مقصد میں پنہاں ہے۔

مصطفیٰ کمال

مصطفیٰ کمال اتاترک (Mustafa Kemal Ataturk، 1881ء-1938ء)⁶، جو عالم اسلام کے طبقہ امر اور عوام میں بالعموم ایک آئیڈیل باور کیے گئے ہیں، ترکی میں تجدد و مغربیت کے سب

⁵ Gokalp, *Turkish Nationalism and Western Civilization*, 60, 271, 302.

⁶ جدید جمہوریہ ترکی کے بانی اور پہلے صدر۔ جنگِ عظیم اول میں فوجی آفیسر تھے۔ ترک قومیت اور ترکی کی جدوجہد آزادی کے ہیرو اور اتاترک (ترکوں کے باپ) قرار دیے جاتے ہیں؛ اتحادیوں سے جنگ جیتی؛ ترکی میں

سے بڑے نقیب تھے۔ انھوں نے حصولِ اقتدار کے بعد اسلام کو ترکوں کی عملی زندگی سے بے دخل کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ ان کے خیال میں ترکی کی ترقی اس وقت تک ممکن نہ تھی جب تک اسلام کے اثر و نفوذ کو بالکل ختم نہ کر دیا جاتا۔ ان کے خیالات میں اسلام سے متعلق نفرت و حقارت بہت نمایاں ہے۔ مثلاً وہ کہتے ہیں:

Islam- This theology of an immoral Arab is a dead thing. Possibly it might be suitable to the tribes in the desert. It is no good for a modern, progressive state. God's revelation! There is no God! There are only the chains by which the priests and bad rulers bound the people down.⁷

اسلام - (نعوذ باللہ) ایک بد اخلاق عرب کی یہ الہیات - ایک مردہ چیز ہے۔ یہ صحرائی قبائل کے لیے مناسب ہو تو ہو، جدید ترقی پسند ریاست کے لیے ہرگز موزوں نہیں۔ وحی خداوندی! (کیسی وحی؟) خدا ہے ہی نہیں۔ یہ مذہبی رہنماؤں اور برے حکمرانوں کا اپنے عوام کے استحصال کا ہتھیار ہے۔

چنانچہ مصطفیٰ کمال نے ترکی کو خدا کی بجائے مغربی تہذیب کی شکل میں ایک دیوتا عطا کیا۔ اس دیوتا کے وہ مذہب بھی وفادار حواری اور پر جوش پیجاری تھے۔ وہ مغربی تہذیب کو ملک کے چپے چپے میں رائج دیکھنے کے تمنائی تھے۔ اس تہذیب کا ذکر کرتے ہوئے ان کی آنکھوں کی چمک اور ان

اپنے نظریے کے مطابق اصلاحات نافذ کیں۔ ان کے نظریہ حیات اور تصور ریاست و حکومت کو کمازم (Kemalism) کا نام دیا جاتا ہے۔ جدید ترکی کی بنیاد رکھنے کے بعد خلافت کا خاتمہ کر دیا؛ ترکی کی اسلامی اور مذہبی شناخت کو منانے اور اسے جدید مغربی طرز و انداز کے مطابق ڈھالنے کے حوالے سے انتہائی سخت اقدامات کیے، جن پر عالمِ اسلام کے مذہبی حلقوں میں سخت بے زاری و برہمی کا اظہار کیا گیا۔

⁷H.C. Armstrong, *The Gray Wolf: the life of Kemal Ataturk* (New York: Capricorn books, 1961), 199-200.

کے چہرے کی طمانیت دیدنی ہوتی۔⁸ وہ کہا کرتے کہ عالم اسلام کی کم نصیبی اور پسماندگی کی اصل وجہ خود کو نئی، روشن اور بلند پایہ مغربی تہذیب میں فٹ نہ کر سکتا ہے۔ ہم جو اپنے آپ کو بچانے میں کامیاب ہوئے ہیں، تو اسی باعث کہ اب ہماری ذہنیت بدل رہی ہے۔⁹ لہذا انھوں نے ترکی کو سیکولر سٹیٹ قرار دے دیا۔ مذہب انسان کا ذاتی معاملہ قرار پایا؛ خلافت کا ادارہ ختم کر دیا گیا؛ شرعی اداروں اور محکموں اور اسلامی شریعت کو ملک سے بے دخل کر کے مغربی قوانین نافذ کر دیے گئے؛ ہر وہ چیز جس کا کوئی تعلق اسلام سے جتنا تھا، حرفِ غلط کی طرح مٹا ڈالی گئی؛ عربی کی جگہ لاطینی رسم الخط جاری کر دیا گیا؛ اور تو اور عربی میں اذان تک ممنوع قرار پائی۔ مختصر یہ کہ ترکی قوم اور حکومت کی دینی اساس کو تھوڑ پھوڑ کر ختم کر دیا گیا، اور قوم کا نقطہ نظر یکسر بدل ڈالا گیا۔¹⁰

مقتدر اور صاحب اختیار طبقے کے بعض دیگر افراد

استشراقی و مغربی فکر نے صرف ضیا گوک الپ اور مصطفیٰ کمال یا دیگر ترک زعماء ہی کو اپنی گرفت میں نہیں لیا، بلکہ اس کے اثرات تقریباً عالم اسلام کے تمام اعلیٰ تعلیم یافتہ، مقتدر اور صاحب اختیار طبقے تک ممتد دکھائی دیتے ہیں۔ عالم اسلام میں جہاں بھی کوئی ملکی تعمیر و ترقی کے لیے اٹھتا ہے، بالعموم تجدید و مغربیت اور کمالی طرز کی اصلاحات ہی کو مقصود و منتہا سمجھتا ہے۔ 1952ء کا مصری انقلاب اپنی بنیادوں میں مغربی زاویہ نگاہ لیے ہوئے آیا۔ اس کا مقصد جمال عبد

⁸ Irfān and Margarete Orga, *Ataturk* (London: Michael Joseph, 1962), 23.

⁹ Irfān and Orga, *Ataturk*, 237, 238, 297.

¹⁰ Irfān and Orga, *Ataturk*, 280.

ترکوں کو اپنی اسلامی شناخت سے دور ہانے، اسلامی اتحاد کو ضرب لگانے کے خاطر انھیں اپنی اصلی قومیت کا احساس دلانے کے لیے، جس کا دار و مدار نسل اور مادری زبان پر ہے، اور انھیں یہ باور کرانے کے لیے کہ وہ ترک پہلے ہیں اور مسلمان بعد میں، مستشرقین کی کاوشیں کلیدی کردار کی حامل ہیں۔ ان استشراقی کوششوں کے قدرے تفصیلی مطالعے کے لیے مثال کے طور پر دیکھیے: ڈاکٹر اکمل ایوبی، "مستشرقین اور تاریخ ترکی۔" معارف، اعظم

الناصر (1918ء-1970ء)¹¹ کے خیال میں یہ تھا کہ مصری عربی معاشرہ ایک ایسی سوسائٹی میں بدل جائے جس کے افراد اپنے اجتماعی تعلقات، اخلاقی قدروں اور حقوق وغیرہ سے متعلق ایسا نقطہ نظر اختیار کریں جو جدید فکر سے ہم آہنگ ہو۔ صدر ناصر کے پیش کردہ منشور سے اگر مصر اور عرب کا لفظ نکال دیں تو وہ کسی بھی سیکولر سوشلسٹ سٹیٹ کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے۔ رضا شاہ پہلوی (1919ء-1980ء)¹² نے اپنے زمانے میں ایران کو بھی ترکی کے نقش قدم پر

¹¹ مصر کے دوسرے صدر۔ 1956ء سے لے کر اپنی وفات تک عہدہ صدارت پر فائز رہے۔ 1952ء کے مصری انقلاب میں مصر کے پہلے صدر جنرل محمد نجیب (1901ء-1984ء)۔ جو تھوڑے ہی عرصے بعد ناصر سے اختلافات کی بنا پر برطرف کر کے نظر بند کر دیے گئے؛ اور 1972ء میں مصر کے تیسرے صدر محمد انور السادات (1918ء-1981ء) کے عہد میں رہائی ملی۔ اور جمال عبدالناصر کا بنیادی کردار رہا تھا۔ نہرو سیز کو قومی تحویل میں لینا ان کا اہم قدم شمار کیا گیا۔ عرب دنیا میں مقبولیت کی بنا پر انھوں نے عرب اتحاد اور عرب قومیت کے لیے کوششیں شروع کر دیں۔ لیکن عرب ممالک سے متعلق ان کی پالیسیوں نے عربوں کو باور کرایا کہ وہ عرب اتحاد کی بجائے اپنے اقتدار کی مضبوطی کی فکر میں ہیں۔ نتیجتاً عرب ممالک سے ان کے اختلافات پیدا ہو گئے۔ روس کی جانب جھکاؤ اور اشتراکیت پسندی بھی ان کی ایک پہچان ہے؛ اس وقت کے روسی صدر نے انھیں روس اور اشتراکیت کا ہیر و باد کرانے کی کوشش کی۔ ان کے بارے میں مذہب پسندوں میں یہ تاثر رہا کہ انھوں نے ایک طرف مصر سے باہر تبلیغ اسلام میں کردار ادا کیا، لیکن دوسری طرف اسلامی تحریکوں کو دبا تے اور غیر اسلامی و مغربی اقتدار کو پھیلاتے رہے۔ وہ دراصل ایک آمر کی نفسیات کے تحت ہر وہ اقدام کرنے کو ترجیح دیتے تھے، جو اپنے اقتدار کی مضبوطی کا باعث بن سکے۔

¹² شاہ ایران، محمد رضا شاہ پہلوی۔ پہلوی خاندان کے دوسرے اور آخری بادشاہ تھے۔ اپنے والد رضا شاہ پہلوی (1878ء-1944ء) کے زمانے میں ایران میں برطانوی و روسی افواج کے داخلے اور ان کی طرف سے رضا شاہ کے تخت چھوڑنے پر مجبور کیے جانے کے بعد، 1941ء میں شاہ ایران بنے۔ محمد رضا شاہ پہلوی نے شہنشاہ کا لقب اختیار کیا۔ رفتہ رفتہ مغربی طاقتوں کے مفادات کی آب یاری، مغربی کلچر اور اقتدار کے فروغ، ظلم و ستم، کرپشن اور عریانی و فحاشی وغیرہ ایسے الزامات کے نتیجے میں ایرانی عوام میں ان کے خلاف نفرت و بے زاری نے شدت اختیار کر لی اور 1979ء میں ایران کے مشہور مذہبی رہنما امام خمینی (1902ء-1989ء) کی قیادت میں ایران میں شیعی اسلامی

مغربیت کے سانچے میں ڈھالنے کی کوششیں کیں۔ وہ ایران سے مذہبی رجحان کو پوری طرح مٹانا اور اسلامی تشخص کو ختم کرنا چاہتے تھے، تاہم ان کی متشددانہ پالیسیاں 1979ء کے شیعہ اسلامی انقلاب پر منبج ہوئیں اور شاہ کو ملک چھوڑنے پر مجبور ہونا پڑا۔ انڈونیشیا میں احمد سوئیکار نو (1901ء-1970ء) کی رہنمائی میں بھی حکمران طبقے نے ملک کو ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ترکی کے نقش قدم پر لے جانے کی کوشش کی۔ انڈونیشیا میں اگرچہ مغربیت کے خلاف ردِ عمل بھی ظاہر ہوتا رہا اور اسلامی تحریکیں اٹھتی رہیں، تاہم متجددانہ سرگرمیاں ہنوز جاری ہیں۔ تیونس میں حبیب بورقیبہ (1903ء-2000ء) نے صدارت کا عہدہ سنبھالتے ہی کمالی اصلاحات اور تہجد کا آغاز کر دیا۔ تیونس کی صدر مسیحی مشنریوں اور مستشرقین کے خیالات سے شدید متاثر

انقلاب آگیا؛ محمد رضا شاہ پہلوی کو ملک چھوڑنا پڑا۔ مختلف ملکوں میں پھرنے پھرانے کے بعد، 1980ء میں قاہرہ کے ایک ہسپتال میں ان کا انتقال ہوا، اور قاہرہ کی مسجد الرفاعی میں دفن ہوئے۔ مصری صدر انور سادات، پہلوی خاندان کے افراد اور دیگر کئی عالمی شخصیات نے ان کی آخری رسومات میں شرکت کی۔

¹³ انڈونیشیا کے پہلے صدر۔ عرصہ صدارت 1945ء-1967ء ہے۔ انڈونیشیا میں ڈچ نوآبادیاتی عہد کے نمایاں قوم پرست رہنما تھے۔ اپنے ملک کی نیدر لینڈ سے آزادی کی جنگ لڑی۔ ایک عشرے سے زیادہ ڈچ حراست میں رہنا پڑا۔ دوسری جنگ عظیم میں انڈونیشیا پر جاپان کے حملے کے نتیجے میں ڈچ قید سے رہائی ملی۔ جاپان نے انڈونیشیا کی تحریک آزادی کو سپورٹ کیا۔ عالمی جنگ میں جاپان کو شکست ہوئی، تو 17 اگست 1945ء کو سوئیکار نو نے انڈونیشیا کی آزادی کا اعلان کر دیا، اور اس کے پہلے صدر بنے۔ نظام کو جمہوریت سے استبدادی نظام میں بدلنے اور لوگوں کو جبراً مطیع و منقاد بنانے کے الزام میں 1967ء میں عہدے سے معزول کر دیے گئے۔

¹⁴ تیونس کے پہلے صدر۔ عرصہ صدارت 1957ء-1987ء ہے۔ تیونس کی آزادی کے رہنما ہے۔ تیونس میں وسیع پیمانے پر جدید مغربی طرز کی اصلاحات کی کوششیں کیں۔ مختلف روایتی اسلامی تصورات کے سخت ناقد تھے؛ مثلاً حجاب کے کپڑے کو نفرت انگیز جھنڈا قرار دیتے تھے۔ 1970ء کے بعد سے صحت خراب رہنے لگی۔ 1980ء کے بعد صحت سخت ڈانواں ڈول ہو گئی۔ بعض لوگوں کے مراد ڈالنے اور بعض کو بھانسی دینے سے متعلق احکام ایسے تھے کہ ان کے حامی بھی ان کو حماقت سے تعبیر کرنے لگے۔ ڈاکٹرز کی طرف سے تجویز کیا گیا کہ بورقیبہ دفاعی طور پر اپنے فرائض کی انجام دہی کے اہل نہیں رہے، جس کے نتیجے میں انھیں عہدے سے ہٹا دیا گیا۔

ہوئے۔ انھوں نے قرآن اور صاحبِ قرآن کے بارے میں حد درجہ ہتک آمیز بیانات دیے۔ قرآن میں تضادات ثابت کرنے کی کوشش کی اور قرآنی قصوں کو خرافات کا مجموعہ قرار دیا۔ الجزائر کے احمد بن بلا (1916ء-2012ء)¹⁵ جمال عبد الناصر کے دوستوں اور ہم خیالوں میں سے تھے۔ انھوں نے صدر ناصر ہی کی طرز پر دینی ذہن کو محدود اور حکومت سے دور رکھنے کی کوشش کی۔ لیبیا کے کرنل معمر قذافی (1942ء-2011ء)¹⁶ نے زمامِ اقتدار سنبھالی تو بعض

¹⁵ الجزائر کے سوشلسٹ انقلابی رہنما۔ 1963ء-1965ء کے عرصے میں الجزائر کے پہلے صدر کی حیثیت سے برسرِ اقتدار رہے۔

¹⁶ لیبیا کے انقلابی سیاسی رہنما۔ 1969ء میں برسرِ اقتدار آئے۔ عرب سوشل ازم اور نیشنل ازم کے موید تھے۔ جمال عبد الناصر کے ہم خیال اور پیرو تھے؛ انھیں ہیر و خیال کرتے تھے۔ 1970ء کے اوائل میں نظامِ حکومت کے حوالے سے تیسرا عالمی نظریہ یا "نظریۃ عالمیۃ ثالثۃ" (Third Universal Theory) پیش کیا؛ جو اسلامک سوشل ازم، عرب نیشنل ازم، افریقن نیشنل ازم اور بلا واسطہ جمہوریت کے تصورات پر مبنی تھا۔ اس نظریے کے اصول اور ایک مثالی سوسائٹی کا ڈھانچہ قذافی نے تین مجلدات پر مشتمل کتاب "الکتاب الاخضر" (The Green Book) میں پیش کرنے کی کوشش کی۔ قذافی کا تیسرا عالمی نظریہ، ان کے خیال میں ان لوگوں کے لیے ایک نیا راستہ تھا، جو میٹرل ازم، کمیونسٹل ازم اور بے خدا کیونزم کو رد کر چکے تھے۔ وہ اسے خدا کی رہنمائی و ہدایت پر یقین رکھنے والی تمام اقوام کے لیے رہنما سمجھتے تھے۔ اپنے معاشی تصور کو وہ اسلامک سوشل ازم کا نام دیتے تھے۔ قذافی تمام عرب دنیا کو ایک قومی ریاست میں متحد کرنے کے حامی تھے۔ ان کا دعویٰ تھا کہ انھوں نے لیبیا میں ایک حقیقی مثالی معاشرہ تشکیل دیا ہے۔ اپنے اقتدار کے شروع میں اسلامی تناظر میں متعدد ایسے اقدامات کیے کہ انھیں ایک پر جوش اسلام پسند سمجھا گیا۔ یہودیوں اور اسرائیل کی سخت مخالفت کی؛ کسی عرب حکمران کے اسرائیل سے سمجھوتے کو عربوں سے دھوکا قرار دیتے تھے۔ 1990ء کے بعد ان کا نقطہ نظر بدلنے لگا۔ 2007ء میں انھوں نے اسرائیل اور فلسطین کے مسئلے پر ایک ریاستی حل (Single-State Solution) کی حمایت کی، جو یہودیوں اور فلسطینیوں کے لیے ایک جمہوری ریاست کے قیام کے تصور پر مبنی تھا۔ 2011ء میں لیبیا میں خانہ جنگی شروع ہو گئی، جس کے نتیجے میں قذافی اپنے بہت سے وفاداروں اور اہل خانہ سمیت قتل کر دیے گئے۔

شرعی حدود کا نفاذ کیا، جس کی بنا پر مغربی پریس میں ان کو ایک کٹرمذہبی شخصیت کے طور پر پیش کیا جانے لگا۔ مستشرقین سے رابطہ کی بنا پر ان کا انقلابی دائرہ فکر سیاست سے ہٹ کر دینی فکر میں انقلاب تک وسیع ہو گیا۔ انھوں نے یہ تصور قائم کر لیا کہ وہ اسلام جو کتاب و سنت سے ماخوذ ہے، اس انقلابی عہد کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ چنانچہ انھوں نے اسلام کو اپنے انقلابی ذہن کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کی تاکہ اسلام کا ایک نیا ایڈیشن تیار کر سکیں، جو عہد جدید کے پورے مغربی نظام کے ساتھ چل سکتا ہو۔ وہ اسلام کو عبادت تک محدود کر دینا چاہتے تھے۔ عبادت اور عام زندگی کے بارے میں ان کا تصور تیونسی صدر حبیب بورقیبہ سے بہت قریب ہے۔ حبیب بورقیبہ نے قرآن کے بارے میں شکوک و شبہات کا اظہار کیا۔ معمر قذافی نے حدیث کو تحتہ مشق بناتے ہوئے اسے مشکوک اور ناقابل اعتماد ثابت کرنے کی کوشش کی۔ انھوں نے ہجری تقویم کو بھی نشانہ تنقید بنایا۔ الغرض قذافی بھی پورے زور شور سے تجدد و مغربیت کے راستے پر ہو لیے۔¹⁷ دیگر مسلم قائدین و زعماء اور حکمرانوں کا رجحان بھی بالعموم تجدد و مغربیت ہی کی طرف چلا آتا ہے اور وہ اسی میں مسلمانوں کی کامیابی کا راز مضمحل سمجھتے ہیں۔

جدید تعلیم یافتہ دانش ور اور سکالرز

مسلم دنیا کے جدید تعلیم یافتہ دانش ور اور سکالرز کی بھی ایک قابل لحاظ تعداد مستشرقین کے زیر اثر ہے۔ یہ اثرات ان دانش وروں میں عام دکھائی دیتے ہیں جو مغرب میں جا کر اس کی ثقافت و اقدار سے مرعوب و متاثر ہوئے یا مغربی یونیورسٹیوں میں مغربی اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ کینٹنویل سمیت نے مسلم اہل فکر کی آزاد خیالی (Liberalism) کے اسباب و وجوہ کا سراغ لگاتے ہوئے اس حقیقت کو ان الفاظ میں واضح کیا ہے:

A third factor in Islamic liberalism was the penetration of the West... Many Muslims went to the

¹⁷ عالم اسلام کے حکمران طبقے کے استشراقی و مغربی فکر سے تاثر کے نتیجے میں تجدد و مغربیت کی طرف راغب ہونے سے متعلق یہ نکات، "مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش"، میں مولانا ابوالحسن ندوی کے اظہار پر مبنی ہیں۔ تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہوں مذکورہ کتاب کے صفحات 162-225۔

west and came to know, even in part to admire, its spirit and values. This was true especially of some of those students who in increasing numbers were seeking training in its Universities.¹⁸

مسلم آزاد خیالی کی تیسرا سبب مغرب کا نفوذ ہے... بہت سے مسلمان مغرب میں گئے اور اس کی روح اور اقدار سے واقفیت حاصل کی اور اس کے مداح بنے۔ یہ چیز بالخصوص ان طلبہ کے معاملے میں حقیقت ہے، جو بڑی تعداد میں مغرب کی یونیورسٹیوں میں تربیت حاصل کر رہے تھے۔

کچھ دانش ور اور سکالرز اور مغربی اہل قلم یا ان سے کسب علم کرنے والے یا مغرب سے متاثر ہو کر آنے والے مسلم دانشوروں کی تحریروں اور افکار سے متاثر ہو کر تجدید و مغربیت کے پرچارک بنے۔ ان سب دانشوروں کے نزدیک بھی مسلمانوں کی ترقی و کامرانی کا راز تجدید و مغربیت اور آزاد خیالی اپنانے میں ہے۔ یہاں چند سکالرز کے افکار و خیالات پیش کر کے یہ دکھانے کی کوشش کی جائے گی کہ وہ وہ اپنے افکار و تصورات میں کس طرح مغربی افکار و اقدار سے متاثر نظر آتے اور انھیں اپنانے پر زور دیتے ہیں:

ڈاکٹر طحسین

مصر کے معروف سکالر ڈاکٹر طحسین (1889ء-1973ء) نے مصری مسلمانوں کو مغربی تہذیب اپنانے کی پر زور دعوت دی۔ وہ کہا کرتے تھے کہ مصری زندگی اپنے مظاہر کے اختلاف

¹⁸ Smith, *Islam in Modern History*, 57.

¹⁹ قاہرہ یونیورسٹی میں عربی اور تاریخ کے پروفیسر اور مصر کے وزیر تعلیم رہے۔ تین سال کی عمر میں نابینا ہو گئے تھے؛ لیکن دماغی صلاحیتیں غیر معمولی تھیں۔ جامعہ ازہر سے مذہب اور عربی ادبیات کی تعلیم حاصل کی۔ قاہرہ یونیورسٹی سے ابولعلا المعری پر پی ایچ ڈی کی۔ یونیورسٹی کے تعلیمی مشن کے ممبر کی حیثیت سے فرانس بھیجے گئے؛ جہاں ابن خلدون (1332ء-1406ء) پر فرانسسسی میں مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی دوسری ڈگری حاصل کی۔ شہرت کا خصوصی حوالہ ادبیات عربی میں منفرد تحقیقات اور مصر میں تجدید پسندی اور مغربی تہذیب و اقدار

کے ساتھ خالص مغربی ہے۔ لہذا مصر کو مشرق کا حصہ اور مصری فکر کو ہندوستان یا چین کی طرح مشرقی فکر کہنا کم عقلی اور سطحیت ہے۔ ہمیں اہل یورپ کے طریقے پر چلنا چاہیے اور انھی کی سیرت و عادات کو اختیار کرنا چاہیے۔ درحقیقت عصر حاضر میں ہمیں یورپ سے ایسا رابطہ اور قرب چاہیے جو روز بروز بڑھتا رہے یہاں تک کہ ہم لفظ اور معنی حقیقت اور شکل ہر اعتبار یورپ کا ایک حصہ بن جائیں، ہم نے سب کچھ یورپ سے لیا ہے؛ دستور و حکومت کی کوئی ایک شے بھی ہے، جس میں ہم نے یورپ کی بعینہ نقالی نہ کی ہو! ہمیں یورپ سے اسی طرح مسلسل استفادہ کرتے رہنا چاہیے، تا آنکہ وہ ہمارے جسم و روح، عقل و ضمیر اور خون میں اتر جائے؛ اس کی محبت ہماری رگوں کی غذا، ہمارے ہر حرکت کی امام اور ہمارے ضمیروں کا حصہ بن جائے۔²⁰ ان کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

و حیاتنا المعنویة علی اختلاف مظاهرها و الوانها
ارویبة خالصة۔ کل هذا يدل علی اننا فی هذا العصر
الحديث نريد ان نتصل بالاروبا اتصالاً یزاد قوة من
یوم الی یوم حتی نصبح جزءاً منها لفظاً و معنی و
حقیقة و شكلاً۔ و هل حياة الدستورية النيابية الا شئ
اخذناه من اوروبا و نقلناه عنها نقلاً؟ فلم نکد نستمتع به
حتى اتصل بحیاتنا امتزاج بدمائنا، و اصبح حبه غذاء
لنفوسنا، و قواما لعقولنا، و عنصراً من عناصر ضمائرنا۔²¹

اپنانے کے حوالے سے کوششیں ہے۔ بہت سے مضامین اور کتابیں لکھیں۔ نمایاں کتابوں میں "فی الادب الجاہلی"، "مستقبل الثقافة فی مصر" اور اپنی مشہور سوانح عمری "الایام" وغیرہ شامل ہیں۔ عربی ادب اور تاریخ اسلام سے متعلق طہ حسین کے بعض افکار پر سخت رد عمل سامنے آیا؛ انھیں اسلام کی تسبیح و تہنیک کے الزام کا سامنا کرنا پڑا۔

²⁰ ڈاکٹر طہ حسین، مستقبل الثقافة فی مصر (قاہرہ: دارالمعارف، 1938ء)، 31-44

²¹ ڈاکٹر طہ حسین، مستقبل الثقافة فی مصر، 32-33۔

ڈاکٹر طحسین عربی ادب کو دینی علوم کے تعلق سے یکسر آزاد کر دینے کے حامی ہیں۔ وہ اس سلسلے میں تحقیق پر، قومی احساسات اور مذہبی رجحانات و میلانات کو بالائے طاق رکھ کر، اس فلسفیانہ طریقہ کا اطلاق کرنا چاہتے ہیں، جس کی ابتدا ڈیکارٹ (Rene Descartes 1596ء-1650ء) نے کی تھی۔²² ان کا کہنا ہے:

22 فرانسسیسی فلسفی، سائنس دان اور ماہر ریاضیات۔ جدید مغربی فلسفے کا بانی کہا جاتا ہے۔ نیوٹن کی ریاضیات پر اس کا گہرا اثر تسلیم کیا گیا ہے۔ اس کے بعد کے بیشتر مغربی فلسفیانہ مباحث اسی کی تحریروں کے اثرات کا نتیجہ سمجھے جاتے ہیں۔ اس کے سوانح نگار ایڈرین بایلیٹ (Adrien Baillet 1649ء-1706ء) کے مطابق 1619ء میں اس پر کچھ انگذانات ہوئے؛ اس کا عقیدہ تھا کہ اس پر الہامی طور پر نیا فلسفہ اترتا ہے۔ اس کی تخلیقی جیومیٹری اور فلسفے پر ریاضیاتی طریقے کے اطلاق سے متعلق اس کا نظریہ انھی الہامات پر مبنی تھا۔ ڈیکارٹ وہ پہلا مفکر قرار دیا گیا ہے، جس نے طبیعی علوم میں عقل کے استعمال پر زور دیا۔ اس کا عقیدہ تھا کہ تمام حقائق ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ بنیادی سچائی کی تلاش اور منطقی اندازے آگے بڑھنے ہی سے ہر قسم کی سائنس کے درواہوں گے۔ فلسفہ اس کے نزدیک وہ نظام فکر تھا، جس سے تمام علم تخلیق پاتا ہے۔ اخلاقیات کو وہ سب سے مکمل سائنس قرار دیتا تھا۔ اخلاقیات سمیت تمام سائنس کی جڑیں اس کے مطابق مابعد الطبیعیات میں پنہاں تھیں۔ عقل اس کے خیال میں خیر کا ادراک کر سکتی تھی۔ جسم اور ذہن یاروح اس کے مطابق الگ الگ چیزیں تھیں؛ "The Deception of Human Body" میں اس نے جسم کو مادی ثابت کرنے کی کوشش کی اور ذہن یاروح کو غیر مادی۔ جہاں تک اس کے مذہب کا تعلق ہے، تو وہ خود اپنے آپ کو پکارتھوٹک مسیحی قرار دیتا تھا؛ اس کی تحریروں میں خدا کا اثبات اور الخاد کی تردید ملتی ہے؛ "Mediations on First Philosophy" میں اس نے خدا کے وجود پر دلائل پیش کیے ہیں۔ لیکن چون کہ وہ آزاد خیال اور عقلیت پسند تھا؛ مذہبی عقائد کو عقلی انداز سے دیکھتا تھا، اس بنا پر بعض لوگوں نے اسے طرد قرار دیا؛ کیتھولک چرچ نے اس کی کتابوں کو ممنوع قرار دے دیا تھا۔ ڈیکارٹ کے فلسفیانہ افکار میں فلسفہ تکلیک کو بنیادی اہمیت حاصل ہے "میں سوچتا ہوں، اس لیے میں ہوں"۔ جسے فرانسسیسی میں: je pense, donc je suis، لاطینی میں: Cogito ergo sum اور انگریزی میں: I think, therefore I am، کے الفاظ میں پیش کیا۔ اس کے فلسفے میں شہرہ آفاق جملہ ہے۔

²³ ڈاکٹر طحسین، فی الادب الجاہلی (قاہرہ: مطبعہ فاروق، 1933ء)، 65-68۔

اريد ان اصطنع في الادب هذا المنهج الفلسفي الذي

استحدثه" ديكارت" للبحث عن حقائق الاشياء²⁴

دینی اغراض کے لیے عربی ادب کے مطالعے کی مخالفت کرتے اور واضح کرتے ہوئے کہ اس کا مطالعہ بہ طور ادب ہی ہونا چاہیے اور مذہب کو ذاتی سطح پر رہنا چاہیے، ڈاکٹر طہ حسین لکھتے ہیں:

وما لی ادرس الادب لاقصر حیاتی علی مدح اهل

السنة و ذم المعتزلة و الشیبة و الخوارج و لیس فی هذا

كله شان ولا منفعة ولا غایة علمية و من الذی یسطیع

ان یكلفنی ان ادرس الادب لاکون مبشراً بالاسلام او

هادماً للاحاد و انا لا ارید ان ابشر ولا ارید ان اناقش

الملحدین و انا اکتفی من هذا كله بما بینی و بین الله

من حظ دینی۔²⁵

آخر کیوں میں ادب کا مطالعہ اس لیے کروں کہ اہل سنت کی مدح اور معتزلہ،

شیعہ، خوارج کی مذمت میں عمر کھپا دوں! حالانکہ مجھے نہ اس سے کوئی سروکار

ہے اور نہ اس کا کوئی فائدہ اور علمی مقصد۔ نتیجہ: کون مجبور کر سکتا ہے کہ میں

اسلام کی تبلیغ اور الجاد کی تردید کرنے والا ہوں، جب کہ میں نہ مبلغ بننا چاہتا

ہوں اور نہ لمحذین سے مناقشہ کرنے کا خواہش مند ہوں! دین کو میں بس اپنے

اور اللہ کے درمیان ہی کافی خیال کرتا ہوں۔

ڈاکٹر طہ حسین اس بات سے انکاری ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ

السلام تاریخی وجود کی حامل شخصیات ہیں۔ ان کے خیال میں تورات اور قرآن میں ان کے ناموں کا

ذکر ان کے تاریخی وجود کا حقیقی ثبوت مہیا نہیں کرتا۔²⁶

²⁴ طہ حسین، فی الادب الجاہلی، 65۔

²⁵ طہ حسین، فی الادب الجاہلی، 55-56۔

²⁶ Safran, *Egypt in Search of Political Community*, 155.

ڈاکٹر صاحب کے نزدیک جس عربی شاعری کو قبل از اسلام کی شاعری کہا جاتا ہے وہ زیادہ تر قبل از اسلام کی شاعری نہیں، بلکہ ظہورِ اسلام کے بعد بعض مخصوص مقاصد کے تحت وضع کی گئی شاعری ہے۔ جاہلی شاعری کی اتنی مقدار بیان کی جاتی ہے کہ تمام قدما شاعر معلوم ہوتے ہیں، حالانکہ اس سے اتفاق نہیں کیا جاسکتا۔ قلیل سی جاہلی شاعری کو اسلامی دور میں وضع کر کے کثیر بنانے کے قومی و سیاسی کے علاوہ دینی مقاصد بھی تھے، مثلاً محمد شین، مفسرین وغیرہ کے اسلامی نظریات کی تائید۔ طہ حسین کے مطابق کعبہ کی بنیاد ابراہیم علیہ السلام اور اسمعیل علیہ السلام نے نہیں رکھی تھی۔ ان کے خیال میں قرآن کی سات مشہور قراءتیں بھی حضور ﷺ سے ماخوذ نہیں ہیں۔ وہ اس بات کو بھی درست تسلیم نہیں کرتے کہ دین اسلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین رہا تھا اور حضور ﷺ کی آمد سے قبل عرب میں کوئی وجود رکھتا تھا۔²⁷

ڈاکٹر فضل الرحمن

پاکستانی سکالر اور دانش ور ڈاکٹر فضل الرحمن (1919ء-1988ء) کے نزدیک مسلمانوں کو مغربیت اختیار کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ مغربی تہذیب اپنانے کے باوجود مسلمان مکمل

²⁷ چارلس سی آدم، اسلام اور تحریکِ تجدیدِ مصر میں، مترجم، عبد الجید ساک (لاہور: مجلس ترقی ادب، 2002)، 370، 369۔ یہاں یہ ذکر دلچسپی کا باعث ہو گا کہ ڈاکٹر طہ حسین کو ان نظریات کی بنا پر مصر کے اس تجدید پسند مکتب خیال کی بھی سخت مخالفت کا سامنا کرنا پڑا، عام طور پر جس کی فکر کا پرچارک، خود طہ حسین کو سمجھ لیا جاتا ہے، یعنی مفتی عبیدہ اور رشید رضا کا مکتب خیال (اس مکتب خیال کے انکار کا ایک تعارف آئندہ صفحات میں آ رہا ہے)۔ رشید رضائے طہ حسین کو دہریت والہاد کا نمایندہ قرار دیا تھا۔ انھوں نے برہمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ طہ حسین اور ان کے ہم خیال ملک کے شعبہ تدریس و ادارت کو غضب کر رہے ہیں تاکہ ملک کے نوجوانوں کے قلوب کو اپنے کفر و زندقہ سے مسموم کر دیں۔ رشید رضائے موقوف اختیار کیا تھا کہ طہ حسین نے اپنے بہت سے نظریات کے ذریعے اسلام سے ارتداد کا ثبوت دیا ہے اور اس بات کی کوئی پروا نہیں کی کہ مسلمانوں پر ان کے انکار و خیالات کا کتنا مضر اثر پڑے گا۔ (چارلس سی آدم، اسلام اور تحریکِ تجدیدِ مصر میں، 374-375)

²⁸ متحدہ ہندوستان کے شمال مغربی سرحدی صوبے (موجودہ خیبر پختون خواہ آف پاکستان) کے ضلع ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ پنجاب یونیورسٹی سے عربی کی تعلیم حاصل کی۔ آکسفورڈ یونیورسٹی سے این بی (1980ء)۔

مسلمان رہ سکتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے بہت سے تصورات محض مستشرقین کے تتبع میں اپنائے ہیں،²⁹ مثلاً ایک جگہ وہ کہتے ہیں کہ بعض مسلم اور غیر مسلم اسلام کو ایک مخصوص طرز زندگی سمجھتے ہیں جس میں مشکل ہی سے کوئی تبدیلی ممکن ہے؛ حالانکہ اسلام کے بہت سے غیر مسلم طالب علم مثلاً پروفیسر گسٹاف اے وان گرونی بام (Gustave E. von Grunebaum)، 1909ء-1972ء³⁰ کے نزدیک اسلام دراصل کسی تہذیب و ثقافت کا نام نہیں بلکہ قرآن و سنت کے فراہم کردہ کچھ اصول و ضوابط کا نام ہے، جس میں وقت اور ضروریات سے توافق و تطابق

1037ء) پر پی ایچ ڈی کی۔ انگلینڈ میں یونیورسٹی آف ڈرہم (University of Durham) میں فاری اور فلسفہ اسلام اور کینیڈا میں میک گل یونیورسٹی (McGill University) میں اسلامیات کے استاد رہے۔ 1961ء میں صدر ایوب خان (1907ء-1974ء) کے ایما پر پاکستان میں انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک ریسرچ کی سربراہی قبول کرتے ہوئے پاکستان آئے، لیکن 1968ء میں اس عہدے سے استعفیٰ دے کر امریکا چلے گئے، جہاں یونیورسٹی آف کیلی فورنیا اور یونیورسٹی آف شکاگو میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ امریکا ہی میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ مشہور کتابوں میں "Major Themes of the Quran"، "Islamic Methodology in History" وغیرہ شامل ہیں۔

²⁹ یہاں بحث زیادہ تر مسلم دانشوروں اور سکالرز کے استشراقی و مغربی افکار سے متاثر اور ان کے نتائج فکر کی روشنی میں اختیار کردہ نظریات کی ہے، ورنہ بعض نظریات ایک خاص تناظر میں قابل اعتراض نہیں ہوتے، جیسا کہ یہ تصور کہ اسلام میں ضروریات زمانہ کا لحاظ رکھا جاتا ہے اور یہ مختلف احوال و ظروف سے توافق کی صلاحیت رکھتا ہے، بنیادی طور پر غلط نہیں ہے۔ لیکن مستشرقین، ان کے تتبع میں تہجد پسند اس تصور کو جس حد تک وسعت دیتے ہیں، وہ درست نہیں۔

³⁰ آسٹرین مستشرق۔ آسٹریا کی یونیورسٹی آف ویانا (University of Vienna) سے قدیم عربی شاعری پر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ شکاگو یونیورسٹی اور کیلی فورنیا یونیورسٹی میں پروفیسر رہے۔

کی گنجائش پائی جاتی ہے۔³¹ ڈاکٹر فضل الرحمن قرآن میں بیان کردہ قصص کی تفصیلات کو بعینہ ماننا ضروری خیال نہیں کرتے۔ وہ ان قصص کو مغرب کے اصول انتقاد تاریخ کے تناظر میں مطالعہ کرنے کی ضرورت کے حامی ہیں۔³² وہ یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہ اس ضمن میں تاریخی تصورات و اصول انتقاد کو اہمیت دینے میں کوئی حرج نہیں، اور یہ قرآن اور محمد ﷺ کے بنیادی پیغام کی مخالفت نہیں، لکھتے ہیں:

The question of the 'historicity' of these details, i.e. of the extent of their conformity to earlier pre-Islamic stories and legends is in itself interesting but is beset with difficulties. Nor is the question of the 'material sources' of the Quranic Prophetology very meaningful for assessing the real originality and import of the prophet's message which must be located in the purpose in which these materials were used and the service into which they were pressed.

³¹ Dr. Fażlur-r-Raḥmān, "What is Islamic Culture?" *The Light*, Lahore, March 24, 1973, 5.

³² قصص قرآنی کی تاریخیت کے مغربی اصولوں پر تنقیدی مطالعے کے حوالے سے ڈاکٹر فضل الرحمن ڈاکٹر طہ حسین کے ہم نوا دکھائی دیتے ہیں۔ حضرت ابراہیم اور اسمعیل کے تاریخی وجود سے متعلق طہ حسین کے نظریے کی بنیاد پر جب ان کے خلاف شدید رد عمل آیا اور معاملہ عدالت تک گیا تو انھوں نے یہ موقف اختیار کر کے اپنے حق میں فیصلہ لیا تھا کہ بحیثیت مسلم میں ان پیغمبروں کو ماننا ہوں لیکن بحیثیت محقق اور اصول انتقاد اعلیٰ کی روشنی میں مجبور ہوں کہ ان کے وجود کو اس وقت تک نہ مانوں جب تک کہ کوئی سائنسی شہادت میسر نہ آئے۔ (چارلس ٹن آدم، اسلام اور تحریک تجد و مصر میں، 368-369)

On the other hand, the Muslims need not fear and reject the historical approach to these materials. The Quran certainly says about these stories that they are revealed truth; but surely what is revealed is what they are meant to convey...³³

(قصص کی) ان تفصیلات کی تاریخت۔ یعنی ان کے قبل از اسلام کے قصوں اور عوامی کہانیوں ہی کی طرح روایتی ہونے۔ کا سوال۔ بجائے خود بڑا دلچسپ ہے، لیکن اس میں مسائل بہت ہیں۔ وحی قرآنی کے مواد کے ماخذ کا سوال بھی نبی کے پیغام کی حقیقی صورت و اہمیت۔ جو اس مقصد میں پنہاں ہے، جس کے لیے یہ مواد استعمال کیا گیا۔ کو پرکھنے میں زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔ دوسری طرف مسلمانوں کو ڈرنے اور اس مواد سے متعلق تاریخی نظریے کو رد کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ قرآن ان قصص سے متعلق یقیناً یہی کہتا ہے کہ یہ وحی کے بیان کردہ حقائق ہیں، لیکن یہ وحی یقیناً وہی پیغام ہے جو یہ دینا چاہتے ہیں۔

آں جناب ﷺ پر وحی کے خارج سے نزول اور فرشتہ وحی کے خارجی وجود³⁴ کا تصور ڈاکٹر فضل الرحمن کے نزدیک مسلم الہیات کی بعد کی بچکانہ تخلیق ہے، جس نے حقیقت کو ایسا گہنایا ہے کہ اس سے نفرت ہی پیدا کر دی ہے:

...This was supposed to guarantee the externality of the Angel (Gabriel) or the Voice in the interests of safeguarding the 'objectivity' of the revelation. The

³³ Dr. Fażlur-r-Raḥmān, *Islam* (London: Weidenfeld and Nicholson, 1996), 16.

³⁴ اس سلسلے میں ڈاکٹر فضل الرحمن سرسید کے ہم نوا ہیں۔ وحی اور فرشتہ وحی کے خارجی وجود سے انکار پر جنی سرسید کے افکار اگلے صفحات میں قدرے تفصیل سے آ رہے ہیں۔

attempt may seem to us intellectually immature, but at the time when the dogma was in the making, there were compelling reason to take this step... This idea of the externality of the angel and revelation has become so ingrained in general Muslim mind that the real picture is an anathema to it³⁵.

...یہ اس لیے فرض کیا گیا کہ فرشتہ جبریل یا (ساوی) آواز کی خارجیت کو موکد کیا جاسکے۔ اس میں وحی کی معروضیت کو تحفظ دینے کے مقاصد کار فرما تھے۔ یہ کوشش ہمیں پچکانہ معلوم ہو سکتی ہے، لیکن جب عقائد پر وان چڑھ رہے تھے، اس اقدام کے واضح اسباب موجود تھے... وحی اور فرشتے کی خارجیت کا یہ تصور عام مسلم ذہن میں اتنا گہرا ہو گیا ہے کہ معاملے کی حقیقی صورت گم اور قابل نفیرین ہی ہو گئی ہے۔

حضور ﷺ کی وحی کی عدم خارجیت پر قرآنی دلیل قائم کرتے ہوئے ڈاکٹر فضل الرحمن لکھتے ہیں:

The Quran alludes to the fact that the prophet saw something 'at the furthest end' or 'on the horizon' and this shows that the experience (of his revelations) contained an important element of the 'expansion' of the self.³⁶

³⁵ Fazlur-r-Rahmān, *Islam*, 14.

³⁶ Fazlur-r-Rahmān, *Islam*, 14.

قرآن کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے بہت دور یا اتنی پر کچھ دیکھا اور یہ چیز واضح کرتی ہے کہ آپ ﷺ کے تجربہ و وحی میں ایک اہم عنصر تو وسیع ذات کا ہے۔

علامہ محمد اسد کے مطابق حدیث کو نظر انداز کر کے قرآنی تعلیمات کو آسانی سے مغربی تہذیب کے سانچے میں ڈھالا جاسکتا ہے۔³⁷ اس تناظر میں دیکھیں تو تجدد و مغربیت کے لیے کوشاں دانشوروں کے ہاں یہ قدر مشترک نظر آئے گی کہ وہ تمام حدیث پر اعتراضات کرتے اور اسے ناقابل اعتبار ٹھہرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ڈاکٹر فضل الرحمن نے بھی حدیث پر اعتراضات اٹھائے اور اسے نشانیہ تنقید بنایا ہے۔ حدیث کے حوالے سے ان کا نظریہ جو فرساخت سے واضح تاثر لیے ہوئے ہے۔ وہ فرساخت ہی کی طرح حدیث و سنت کو ابتدائی مسلم سوسائٹی کی عملی زندگی کا لفظی اظہار قرار دیتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ حدیث کا یہ مواد وقت کے ساتھ ساتھ ضروریاتِ زمانہ کے لحاظ سے بدلتا رہا ہے۔ مختلف لوگوں کی ذاتی آرا کو بعد میں حدیث کے باقاعدہ نظام کی شکل دے دی گئی۔³⁸ وہ حدیث کو ایک تاریخی افسانہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

Hadith is no more than a historical fiction whose materials come from various sources.³⁹

حدیث ایک تاریخی افسانے کے سوا کچھ نہیں، جس کا مواد مختلف ذرائع سے جمع ہوا۔

ڈاکٹر فضل الرحمن کے مطابق مسلمانوں میں پانچ نمازوں کا تصور حدیث کی بعد میں اٹھنے والی لہر کا نتیجہ ہے، قرآن میں یہ کہیں مذکور نہیں:

It was in the post-prophetic period that the number of prayers was inexorably fixed without any

³⁷ Muhammad Asad, *Islam at the Cross Roads*, 112-130.

³⁸ Fazlur-r-Rahmān, *Islam*, 56.

³⁹ Fazlur-r-Rahmān, *Islam*, 14.

alternative at five and the fact of the fundamental three prayers was submerged under the rising tide of hadīth which was put into circulation to support the idea that the prayers were five.⁴⁰

نمازوں کو بلا کسی تبدیلی اور متبادل کے پانچ مقرر کرنا پیغمبر اسلام ﷺ کے زمانے کے بعد کی ایجاد ہے۔ نمازیں بنیادی طور تین تھیں، لیکن نمازوں کو پانچ قرار دینے کے تصور کی تلبید میں گردش میں آنے والی حدیثوں کی لہر اس حقیقت کو بہالے گئی۔

آں حضور ﷺ کے معراج جسمانی کا تصور بھی ڈاکٹر فضل الرحمن کے نزدیک جعلی احادیث کے ذریعے رائج ہوا، ورنہ حضور ﷺ کا یہ تجربہ بھی آپ کے دیگر تجربات کی مانند محض روحانی تھا:

...the spiritual experiences of the prophet were later woven by tradition; especially when an 'orthodoxy to take shape' into the doctrine of a single, physical, locomotive experience of the 'Ascension' of Muhammad to Heaven and were developed by the orthodox chiefly on the pattern of the Ascension of Jesus and backed by hadīth.

... پیغمبر ﷺ کے روحانی تجربات حدیث کے ذریعے جسمانی نوعیت کے بنا دیے گئے، بالخصوص جب قدامت پندی، تقریباً مسیح علیہ السلام کے آسمان پر چلے جانے کے تصور کے انداز میں، محمد ﷺ کے مشینی انداز میں جسمانی طور پر آسمانوں پر جانے کے عقیدے کی شکل میں تشکیل پذیر تھی، اور اسے حدیث کے ذریعے تقویت دی جا رہی تھی۔

⁴⁰ Fażlur-r-Rahmān, *Islam*, 36.

غلام احمد پرویز⁴¹ بھی احادیث کو فرضی اور ناقابلِ اعتبار قرار دیتے ہیں۔ ان کے مطابق آج احادیث کے نام سے ہمیں جو کچھ ملتا ہے یہ محض مسلمانوں میں مروج باتیں تھیں جن کو غلط طور پر حضور کی جانب منسوب کیا جاتا تھا۔ بعد ازاں امام بخاری اور دیگر حضرات نے ان باتوں کو جمع کر کے کتبِ احادیث کی شکل دے دی۔⁴² مستشرقین سے متاثر ہو کر اور بھی متعدد مسلم دانشوروں نے حدیث کا انکار کیا ہے۔⁴³

مغرب سے مرعوب و متاثر دانشوروں کے ہاں بہت جگہ اس بات پر سخت زور نظر آتا ہے کہ حضور ﷺ اور خلافتِ راشدہ کے زمانے تک اسلام ایک لبرل، ترقی پسند اور عقلیت پسند مذہب تھا، لیکن بعد میں فقہاء اور ملاؤں نے اسے جامد اور مستحکم دین بنا دیا۔ چنانچہ وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ نام نہاد علماء و مفسرین ہی ہماری تمام تر حرام نصیبی اور پسماندگی کا اصل سبب ہیں۔ ایک دانشور نے لکھا ہے کہ سعودی عرب سے لے کر موریتانیہ تک اور انڈونیشیا سے لے کر پاکستان تک ہر مسلم ملک میں اہل اسلام زیت کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ ملا مسلمانوں کے تنزل و ادبار کو مغربی اثرات کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ وہ اس حقیقت کو فراموش کر دیتے ہیں کہ جہاں تک ہنوز مغربی اثرات نہیں پہنچے، وہاں اب بھی اسلام کی گھناؤنی تصویر دیکھی جاسکتی ہے۔ کیا اس بات سے انکار کی کوئی معقول وجہ ہے کہ سب سے پسماندہ ممالک وہ نہیں جہاں یورپی تہذیب کی باد نسیم کے جھونکے نہیں پہنچے بلکہ بد نصیب وہ بلاد و امصار ہیں جہاں زمام اقتدار ملاؤں کے ہاتھ میں ہے! انھی کو چشموں کے سبب اسلام جمود کا شکار رہا اور اسے وقت کے مطابق ڈھلنے سے روکا جاتا رہا۔ عالم اسلام کو نحوستوں اور لعنتوں سے نجات دلانے کے لیے ہمیں قرآن کی ان روایتی تعبیرات کو بھول جانا

⁴¹ پرویز صاحب کا مختصر تعارف آگے آرہا ہے۔

⁴² غلام احمد پرویز، مطالب الفرقان (لاہور: ادارہ طابع اسلام، 1981ء)، 40/ 343-353۔ پرویز کے دیگر افکار کے حوالے سے قدرے تفصیلی گفت گواگلے صفحات میں آ رہی ہے۔

⁴³ ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی نے "السنة و مکانتها فی التشريع الاسلامی" میں ایسے متعدد افراد کا ذکر کیا ہے جو گولڈ زیبر سے تاثر کے نتیجے میں حدیث سے بے اعتنائی برتنے لگے۔ مثال کے طور پر دیکھئے: السباعی، السنة و مکانتها فی التشريع الاسلامی، 28۔

ہو گا، جو راسخ العقیدہ ملاؤں نے صدیوں سے مسلط کر رکھی ہیں۔ جس دن ہم اپنے طور پر قرآن کو سمجھنے میں کامیاب ہو گئے اس دن ہم اسلام کو بچانے نیز عورتوں کو چودہ سو سال کی محرومی و بد نصیبی سے نکال کر آزادی و مساوات کی روشنی میں لانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ لوگ مجبوری کی بنا پر نہیں بلکہ محبت و مسرت سے مذہب پر عمل کریں گے۔ زندگی سے اکتاہٹ اور بوریتم ختم ہو جائے گی۔ نماز بھی ہوگی اور کھیل تماشابھی۔ یوں ہم ایک دل پسند ہیرے کی طرح اسلام کی خوبصورت تعبیر ملاحظہ کر سکیں گے۔ موصوف کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

In every Muslim country from Saudi Arabia to Mauritania and from Indonesia to Pakistan, the Muslims are today struggling for a bare existence. The Mullās will blame western influence for this decadence. They forgot in those places where western influence has not yet penetrated, one sees the very worst picture of Islam. Would they deny me the fact that the worst and the most backward places are not those where the Western winds of progress have swept through, but those where for centuries the abuses of religious authority have been perpetuated by the Mullas...To get rid of all the curses afflicting the Muslim world, we will have to forget all interpretations of the Quran given by dogmatic learned men...They day we try to understand Quran by ourselves, we will be able to save Islam; to save our women from the indignity of

1400 years; we will be able to bring them under the light of freedom and equality. Religion will be practiced by love and not by compulsion. Life will be free from boredom. There will be play as will prayer and we will see the beautiful meaning of Islam as a clear-cut diamond.⁴⁴

یہ دانش ور پر زور مطالبہ کرتے ہیں کہ ترقی و تبدیلی۔ جو کہ قانون ارتقا کا جزو لاینفک ہے۔ کو اسلام پر بھی لاگو ہونا چاہیے اور قدیم اسلام کی جگہ ایک جدید لبرل اسلام سامنے آنا چاہیے:

Just as the Martin Luther broke down the barriers of dogma in Christianity and Moses Mendelssohn [1729-1786]⁴⁵ sought to bring a progressive reformed version of Judaism to the Jews, so liberal

⁴⁴ Farīd S Ja'firī, "The Need for a Re-evaluation of Islam in Pakistan," *the Pakistan times*, Lahore, August 11, 1967.

⁴⁵ جرمن یہودی فلسفی۔ یہودی تحریکِ تنویر (Haskalah) کا روح رواں رہا۔ مذہب اور ریاست کو الگ الگ رکھنے کا حامی تھا۔ ہاسکالا (Haskalah) کے حوالے سے اس کا اہم اور بنیادی کام "Jurusalem (Jerusalem oder uber religiose Macht und Judenfum)" ہے۔ دو حصوں پر مشتمل اس کتاب میں معاہدہ عمرانی اور سیاسی نظریے بالخصوص مذہب اور ریاست کی علاحدگی پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ پہلے حصے میں سیاسی نظریات کے تناظر میں مذہبی قوت اور آزادیِ فکر و شعور کو موضوع بنایا گیا ہے اور دوسرے حصے میں مینڈلسن نے ایک روشن خیال ریاست میں کسی بھی مذہب کے جدید سیکولر کردار سے متعلق یہودیت کے تناظر میں اپنا نقطہ نظر پیش کیا ہے۔

Islam must also be recognized and given its place by the the Orthodox.⁴⁶

جس طرح مارٹن لوتھر نے مسیحیت میں عقائد و کلام کی رکاوٹوں کو توڑا اور
موسیٰ مینڈلسن نے یہودیوں کے لیے یہودیت کا ایک ترقی پسند اور اصلاح
شدہ ورژن تیار کرنے کی کوشش کی، اسی طرح لبرل اسلام بھی سامنے آنا
چاہیے اور اسے قدامت پسند اسلام کی جگہ لینی چاہیے۔

مفسرین اور ان کے قبعین

عالم اسلام میں تفسیر قرآن کے باب میں بھی استشراقی و مغربی اثرات نمایاں دکھائی دیتے
ہیں۔ بہت سے مسلم اہل تفسیر نے اپنی تعبیرات قرآنی کو استشراقی و مغربی نتائج فکر سے ہم آہنگ
کرنے کی کوششیں کی ہیں۔ ان معروف اہل تفسیر کے بہت سے عقیدت مندوں اور قبعین نے
بھی ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اور وہی طرز تفسیر اپناتے ہوئے، استشراقی و مغربی تصورات
سے تطابقت کی سعی کی ہے۔ اس سلسلے میں دنیائے اسلام کے دو نمایاں ترین افراد یعنی سر سید احمد
خاں اور مفتی محمد عبدہ⁴⁷ اور ان کے قبعین اور حلقہ فکر کے لوگوں کے تفسیری نکات کا مختصر
تذکرہ ضروری آگئی کے لیے کفایت کرے گا:

محمد عبدہ اور ان کا حلقہ فکر

محمد عبدہ

عالم عرب میں تجدید پسندانہ تعبیر اسلام کے حوالے سے سب سے نمایاں نام مفتی محمد عبدہ
(1849ء-1905ء)⁴⁸ کا ہے۔ ان کی اپنی جامعہ الازہر میں ان کی پہچان سب سے بڑے تجدید

⁴⁶ Āṣaf A A Faiẓī, *A Modern Approach to Islam* (Bombay: Asia publishing House, 1963), 107.

⁴⁷ ان دونوں حضرات کا مختصر تعارف آگے آ رہا ہے۔

⁴⁸ مفتی محمد عبدہ مصری ذیلیا کے فلاحین کے ایک خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ تیرہ سال کی عمر میں طنطا کی احمدی
مسجد کے مدرسے میں حفظ قرآن کی غرض سے داخل کرائے گئے۔ دو سال بعد جب صرف و نحو کی تعلیم کا سلسلہ

شروع ہوا تو طریق تعلیم اور نصاب کی پیچیدگی سے دل برداشتہ ہو کر مدرسے سے بھاگ کھڑے ہوئے اور تین ماہ تک اپنے ایک چچا کے پاس چھپے رہے۔ ان کے سوتیلے بھائی نے انھیں ڈھونڈ نکالا، لیکن انھیں یقین ہو گیا تھا کہ وہ پڑھائی میں کامیاب نہ ہوں گے۔ لہذا انھوں نے سولہ سال کی عمر میں شادی کر لی اور اپنے گاؤں میں رہ کر کاشت کاری کا فیصلہ کیا۔ شادی کے چالیس روز بعد والد نے پھر مجبور کیا کہ طنطا جا کر مدرسے میں داخل ہوں، مگر محمد عبدہ طنطا کے راستے سے پھر فرار ہو گئے، اور ایک گاؤں میں اپنے رشتے داروں کے ہاں چاہے۔ یہاں ان کی ملاقات اپنے ایک رشتے دار صوفی بزرگ سے ہوئی، جو صوفیا کے شاذلیہ سلسلے سے تعلق رکھتے تھے۔ انھوں نے مفتی عبدہ کو تصوف کی ایک کتاب کا ایک حصہ پڑھنے کو کہا۔ ابتداءً تو مفتی کتابوں سے اب تک پیدا ہو چکی نفرت کی بنا پر اس سے گریز کرتے رہے، لیکن شیخ کے اصرار پر بالآخر مائل ہو گئے۔ رفتہ رفتہ وہ اس کتاب میں بہت دلچسپی لینے اور شیخ سے اس کے اسباق اور تشریح کی فرمائش کرنے لگے۔ یہ شیخ عبدہ کے لیے ایسے صوفی رہنما ثابت ہوئے، جنھوں نے انھیں نہ صرف تصوف کی طرف مائل کیا بلکہ علم و تعلیم کی پیاس بھی ان کے اندر پیدا کر دی۔ عبدہ کے اپنے بیان کے مطابق ان شیخ نے ان کی زندگی بدل کر رکھ دی، انھیں جہالت سے نکال کر علم و عرفان کی کھلی فضا میں سانس لینے کے قابل بنا دیا۔ اب وہ طنطا گئے اور ان اسباق کو متاثر کن انداز میں یاد کرنے لگے، جن سے ڈر کر وہ تعلیم سے بھاگ گئے تھے۔ بعد ازاں وہ ازر پینچے اور اپنی قابلیت کی بنا پر شیوخ ازرہ کی بھرپور توجہ حاصل کر لی۔ دورانِ تعلیم عبدہ صوفیانہ اعمال و اشغال میں برابر مصروف رہے۔ ایک دور ایسا بھی رہا کہ دنیا سے حواس سے ان کا رابطہ منقطع ہو جاتا اور وہ لوگوں سے ملنا جھلنا بھی چھوڑ دیتے۔ ایسی حالت میں صوفی شیخ نے انھیں تلقین کی کہ وہ فطری و طبعی زندگی اختیار کریں۔ ازرہ میں عبدہ نے چار سال تک معین نصاب پڑھا۔ وہ نصابی کتب پڑھنے اور اساتذہ کے پیکچر سننے کے ساتھ ساتھ ان کتابوں اور مضامین کی تلاش میں بھی لگے رہتے، جو ازرہ میں نہیں پڑھائے جاتے تھے، یا جن میں اشہاک ناجار و ممنوع بتایا جاتا تھا۔ پھر وہ دور آیا جب عبدہ کی ملاقات سید جمال الدین افغانی (1839ء-1897ء) سے ہوئی اور وہ ان سے تحصیل علم اور ان کی پیروی کی طرف مائل ہوئے۔ افغانی اگرچہ خود بھی صوفی تھے اور ایک عرصے تک صوفیانہ عقائد و اعمال پر کار بند رہے تھے، لیکن انھوں نے عبدہ کو روحانی تحصیلات کے ساتھ ساتھ علی تحقیق پر خصوصی توجہ دینے کی طرف مائل کیا۔ عبدہ نے افغانی سے متاثر ہونے کے بعد ان سے ایک عرصے تک علم حاصل کیا۔ افغانی نے قدیم کتب کے ساتھ ساتھ عربی میں ترجمہ شدہ جدید کتابوں کے مطالعے کا شوق بھی پیدا کیا۔ (دیکھیے: آدم، اسلام اور تحریک تجدید مصر میں، 31-53) مغربی فکر

پسند کی حیثیت سے کی گئی۔⁴⁹ مصر میں تجدد پسند مکتب خیال کا وجود انہی کارہین منت ہے۔⁵⁰ مفتی عبدہ نے نوجوانی ہی میں مغربی تہذیب کا خیر مقدم کرنا اور اسے اپنی متاعِ گم گشتہ قرار دینا شروع کر

سے آشنا ہونے کے بعد رفتہ رفتہ اس کا عہدہ پر اتنا گہرا اثر ہوا کہ وہ گویا اس کے ایک داعی اور وکیل بن گئے؛ وہ اسلامی عقائد و اصول کی تعبیر میں مغربی فکر سے تطابق کی کوششوں میں مصروف ہو گئے۔ یعنی ذہانت اور موثر تحریر و تقریر کے ذریعے عبدہ نے مصر کے مختلف طبقات میں غیر معمولی شہرت حاصل کر لی۔ اپنی صلاحیتوں کو انہوں نے جدید تعلیم، مغربی اصول و اقدار کی اہمیت کو اجاگر کرنے اور جدید اندازِ فکر و نظر کے مطابق تعلیم اور سوسائٹی کی اصلاح کے لیے وقف کر دیا۔ وہ مصر میں مختلف اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوئے اور ہر جگہ اپنے تصور اصلاح و جدت کو بروئے عمل لانے کی کوشش کی۔ ازہر کے ریکٹر مقرر ہوئے تو اس کے نصاب اور طریق تعلیم کی اصلاح کی طرف بھرپور توجہ کی، جس میں ازہر کے نصاب میں اسلامی تاریخ کے عقلیت پسند معتزلی سکول کی کتابوں کے ساتھ ساتھ مغربی تعلیم کو رائج کرنے کی کوشش شامل تھی۔ مصر کے مفتی اعظم مقرر ہوئے تو اپنے فتوؤں میں اپنے تصور اصلاح و روشن خیالی کی ترویج کی کوشش کی اور اس امر کو پیش نگاہ رکھ کر فتوے جاری کیے کہ اسلام جدید علوم و تہذیب سے مکمل مطابقت کی اہلیت رکھتا ہے۔ مصر کے حکمران طبقے اور اعلیٰ انتظامی عہدوں پر فائز حضرات پر گہرا اثر ڈالنے کے ساتھ ساتھ اہل مغرب اور مصر میں برطانوی صاحبانِ اقتدار و اختیار کی بھی شیخ عبدہ نے بھرپور توجہ حاصل کی۔

⁴⁹ آدم، اسلام اور تحریک تجدد مصر میں، 62۔

⁵⁰ آدم، اسلام اور تحریک تجدد مصر میں، 389۔ چارلس سی آدم ایک طرف یہ کہہ رہے ہیں کہ مصر میں تجدد عبدہ کا مہم یوں منت ہے اور دوسری طرف انہوں نے مصر میں تجدد کا سب سے بڑا محرک جمال الدین افغانی کو قرار دیا ہے۔ (آدم، اسلام اور تحریک تجدد مصر میں، 11) لہذا یہاں اس حوالے سے دیگر مصادر کی روشنی میں ایک تحقیقی نظر ڈالنا مفید معلوم ہوتا ہے:

اگرچہ بعض اہل تحقیق نے مصر میں تجدد کا بڑا محرک جمال الدین افغانی کو قرار دیا ہے۔ مثلاً البرٹ حورانی (Albert Hourani، 1915ء-1993ء) کے مطابق جمال الدین افغانی اسلام میں اس طرح کی اصلاح چاہتے تھے، جس طرح کی اصلاح یورپ میں مارٹن لوتھر کے ذریعے عمل میں آئی، بلکہ حورانی کے مطابق افغانی شاید اپنا کردار یہی سمجھتے تھے:

Islam needed a Luther; this indeed was a favorite them of al- Afghānī, and perhaps he saw himself in that role. (Albert Hourani, *Arabic Thought in the Liberal age 1798-1939* (London: Oxford University press, 1962), 122.)

اور خود افغانی کی تحریروں میں ان کا یہ خیال بلاشبہ ملتا ہے کہ یورپ کی اصلاح و بیداری میں لو تھر نے نہایت اہم کردار ادا کیا، لہذا مسلمانوں میں بھی اسی نوع کی ایک تحریک کی ضرورت ہے۔ (جمال الدین افغانی، الرد علی الدھر، تین (القاہرہ: 1955)، 9۔) مزید برآں مفتی عبدہ ان کے شاگرد ہیں اور ان پر افغانی کے اثرات بھی ظاہر و باہر ہیں۔ خود عبدہ نے اس حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ میں نے افغانی کے لیکچر سننے کے بعد اذہر میں اصلاحات کی جانب توجہ کی تھی۔ (الشیخ محمد عبدہ، الاعمال الکاملہ، تحقیق۔ الدکتور محمد عمارہ (بیروت: 1972)، 3/177۔) تاہم عام میسر معلومات کی بنیاد پر بادی النظر میں افغانی کو اس نوع کے تجدد کا نقیب نہیں کہا جاسکتا، جس نوع کے تجدد کے نقیب محمد عبدہ تھے۔ اس لیے کہ افغانی کی تحریروں میں ہمیں اسلامی عقائد و احکام کی اس نوع کی تجدد پسندانہ تعبیرات نہیں ملتیں، جو عبدہ کے یہاں ملتی ہیں۔ یہی نہیں بلکہ افغانی ایسی تعبیرات کے سخت مخالف نظر آتے ہیں، جس کا ثبوت سر سید احمد خاں اور ان کی تعبیر اسلام (جس کی عبدہ کی تعبیر سے مماثلت اس کتاب میں کئی جگہ واضح کی گئی ہے) سے متعلق ان کے ان سخت خیالات سے ملتا ہے، جن کے مطابق افغانی سر سید کے علم کلام کو کفر و بدعت اور الفاظ قرآنی کی تکذیب پر محمول کرتے تھے۔ (Aziz Ahmad, *Studies in Islamic culture in the Indian Environment* (Oxford: The Clarendon press, 1966), 55. اور انھیں انگریزوں کا آلہ کار اور یورپی مادہ پرستوں سے بڑا مادہ پرست قرار دیتے تھے۔ J.M. S. Baljon, *The Reforms and Religious Ideas of Sir Sayyid*)۔

117-119 (Ahmad Khān (Lahore: Sh. Muhammad Ashraf, 1964, 117-119) علامہ اقبال کے تصور افغانی کی روشنی میں دیکھیں تو افغانی کا معاملہ بین بین دکھائی دیتا ہے۔ علامہ محمد اقبال۔ جو پروٹسٹنٹ اصلاح کو پسند نہیں کرتے تھے اور جن کے نزدیک یہ محض ایک سیاسی تحریک تھی جس کا لازمی نتیجہ مسیحیت کی آفاقی اخلاقیات کا بتدریج قومی اخلاقیات سے بدل جانا تھا (Muhammad Iqbāl, *Reconstruction of*

دیا تھا۔ یہ حقیقت "الابہرام"⁵¹ کے خیر مقدم کے طور پر⁵² لکھے گئے مفتی کے اس مقالے سے عیاں ہوتی ہے، جس میں انھوں نے لکھا تھا کہ مصر زمانہ قدیم میں دنیا کی عظیم ترین سلطنتوں میں شمار ہوتا تھا اور اس کی تہذیب پوری طرح نشوونما پانچٹی تھی، جب کہ دوسرے ملکوں کی تہذیبیں عالم طفولیت میں تھیں۔ مصر کی یہی تہذیب مغربی ممالک میں پہنچی، جہاں نشیب و فراز سے گزر کر اب وہ عروج کی بلند یوں کو چھو رہی ہے۔ وقت کے پیسے نے پورا چکر کاٹ لیا، اب یہ تہذیب پھر اپنے مقام پیدائش کی طرف لوٹ رہی ہے، جس کا مصر نے خوشی سے خیر مقدم کیا ہے۔ مصر اب پھر اس تہذیب کی خدمت میں مصروف ہو گیا ہے، لیکن ابہرام قدیم کے دور کی نسبت موجودہ مصر

(religious thought in Islam (Lahore: Sh. Muhammad Ashraf, 1962), 162-163)۔
کی افغانی کی ایک خاص تناظر میں تعریف و توصیف (جو ان کی شاعری اور تحریروں میں عام ملتی ہے) سے واضح ہوتا ہے کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے لیے ان کا جہول دیکھتے تھے، وہ اس نوعیت کا نہیں تھا، جو انھیں اہل تہجد کا ہم نوا ثابت کرے۔ وہ رول فی الواقع اس نوعیت کا دکھائی دیتا ہے، جس کا پرچار خود علامہ اقبال بھی بڑے شد و مد سے کرتے رہے، یعنی مغربی فکر و تہذیب کے مثبت عناصر کو لینا اور تجدیدی عمل کے ذریعے مسلمانوں کو اپنے ماضی اور آفاقی اسلامی اصول و اقدار اور ان کی عظمت سے جڑے رہتے ہوئے مغرب کے مقابل بلکہ دیوی ترقی و کامرانی کے اعتبار سے مغرب سے بلند مقام پر لاکھڑا کرنا۔

دوسری طرف بعض لوگوں نے افغانی کی تصویر کا دوسرا رخ بھی پیش کرنے کی کوشش کی ہے، جس میں افغانی کو انتہائی جمہول الحال، طمہ، انگریز کالجیٹ اور فری میسنر باور کرایا گیا ہے۔ مثلاً دیکھیے:
محمد تنزیل الصدیقی الحسینی، "جمال الدین افغانی۔ تصویر کا دوسرا رخ۔" رسائی ستمبر 19، 2015۔

<https://alwajiamagazine.wordpress.com/2014/02/16/sayyid-jamal-ad->

[din-al-afghani-the-another-face](https://alwajiamagazine.wordpress.com/2014/02/16/sayyid-jamal-ad-din-al-afghani-the-another-face)

روایتی معلومات اور اس دوسرے رخ کے تناظر میں افغانی کو مزید تحقیق کا موضوع بنایا جاسکتا ہے۔ راقم الحروف بھی اس پر الگ سے تفصیلی بحث کا ارادہ رکھتا ہے۔

⁵¹ اس زمانے کا مصر کا ایک ہفتہ روزہ اخبار جو بعد میں روزنامہ بن گیا۔

⁵² 3 ستمبر 1876ء، جب کہ "الابہرام" کا ابھی پانچواں نمبر شائع ہو رہا تھا۔

سے کامرانیوں کی زیادہ توقع کی جاسکتی ہے۔⁵³ مصر سے جلاوطنی کے بعد جب عہدہ نے مختلف یورپی ممالک کا سفر کیا تو انھوں اس حوالے سے اور تحریک پائی۔ رشید رضا کے مطابق جلاوطنی کے بعد پہلی دفعہ تو عہدہ نے مجبوری کے تحت یورپ کا سفر کیا لیکن بعد ازاں وہ دلچسپی اور شوق سے بار بار یورپ گئے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ مجھے جب اپنی روح میں نئی جان ڈالنے کی ضرورت پڑتی ہے، میں یورپ چلا جاتا ہوں۔⁵⁴ یورپی تہذیبی اثرات کے زیر اثر وہ دنیاوی و مادی ترقی و خوشحالی کو خصوصی اہمیت دیتے تھے۔ ان کے نزدیک خدا کے شکر کا بہترین طریقہ ذہن کو مادی ترقی کے لیے استعمال کرنا ہے۔ عہدہ کے اس نظریے کو بیان کرتے ہوئے میکلم ایچ کر (Malcolm H. Kerr، 1931ء-1984ء)⁵⁵ نے لکھا ہے:

According to 'Abduh, Islam forbids excess religious zeal (*al-ghuluw fi d-din*). Man should not

⁵³ آدم، اسلام اور تحریک تجدید مصر میں، 58۔

⁵⁴ رشید رضا، المنار (القابریہ: 1905ء)، 465، 416-466۔

⁵⁵ مشرق وسطیٰ اور دنیا سے عرب سے متعلق امور کے ماہر یونیورسٹی پروفیسر۔ امریکی شہریت رکھتے تھے، لیکن پیدائش، پرورش و پرداخت اور وفات بیروت میں ہوئی۔ پرنسٹن یونیورسٹی (Princeton University) اور امریکن یونیورسٹی آف بیروت (American University of Bayrūt) میں زیر تعلیم رہے۔ امریکا کی جان ہپکنس یونیورسٹی (John Hopkins University) سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ اساتذہ میں فلپ کے ہٹی، البرٹ حورانی اور ہملٹن گب وغیرہ شامل ہیں۔ یونیورسٹی آف کیلی فورنیا (University of California Los Angeles) کے پروفیسر اور امریکن یونیورسٹی آف بیروت کے صدر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ 1984ء میں بیروت میں اپنے آفس کے باہر قتل کر دیے گئے۔ مشرق وسطیٰ اور عرب امور کے حوالے سے متعدد کتابیں لکھیں؛ جن میں "Lebanon in the Last Years of Feudalism" "Islamic Reform: The political and legal theories of Muhammad 'Abduh and Rashid" "The Elusive peace in the Middle East" "Ridā" وغیرہ شامل ہیں۔

be overly concerned afterlife to the detriment of this one. "God reminds us that the Hereafter can be achieved while enjoying God's blessings in this world." The Muslim's best way to show gratitude to God, then, is to use his mind in quest of material progress.⁵⁶

⁵⁶ Malcolm H. Kerr, *Islamic reforms: The political and Legal theories of Muhammad 'Abduh and Rashīd Riḍā* (Cambridge: University of California press, 1966), 118.

اسی مقام پر میکلم کا وہ تجزیہ اور تقابلی بھی نہایت دلچسپ ہے، جو انہوں نے غزالی اور عبدہ کے دنیا اور مذہب کے تعلق کے بارے میں نظریات کے حوالے سے پیش کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ عبدہ کا دعویٰ تھا کہ غزالی ان کے لیے تحقیق و تخلیق کا ماخذ تحریک ہیں، لیکن زیر نظر تصور میں وہ غزالی سے واضح طور پر مختلف دکھائی دے رہے ہیں۔ غزالی دنیا کو مذہب کے لیے اہمیت دیتے ہیں، جب کہ عبدہ مذہب کے حوالے سے دنیاوی خوشحالی کی ضرورت کو مومکد کرتے ہیں۔ غزالی کی "الاقتصاد فی الاعتقاد" کے حوالے سے ان کا نظریہ بیان کرنے بعد مصنف نے لکھا ہے:

'Abduh describes material well-being as having an importance of its own which even "takes precedence" over acts or expression of devotion. What he seeks to show is that religion is no impediment to worldly prosperity. For Ghazālī, the need is to show that worldly prosperity is no impediment to religion, and is in fact necessary for it as means to an end; and the end is faith.

عبدہ کے مطابق اسلام غلوانی الدین سے منع کرتا ہے۔ آدمی جو اس دنیا کی قیمت پر آخرت سے متعلق زیادہ پریشان نہ ہونا چاہیے۔ خدا ہمیں یاد دلاتا ہے کہ آخرت اس دنیا میں خدا کی نعمتوں سے متمتع ہوتے ہوئے حاصل کی جاسکتی ہے۔ مسلمان کے لیے اللہ کا شکر ادا کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے ذہن کو مادی ترقی کی تلاش میں لگائے۔

مادی ترقی و خوشحالی اور اس کے حصول کی کوشش کی غیر معمولی اہمیت کے حوالے سے عبدہ کی دلچسپی کے ضمن میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ وہ اسباب کے عام معلوم و معروف طریقے اختیار کرنے پر اس قدر زور دیتے ہیں کہ ان کے مطابق جو لوگ ان طریقوں کی بجائے اور طریقے اختیار کرتے ہیں، وہ مشرک ہیں۔ ان کا موقف ہے کہ اسلام کی بنیاد اسباب اور ان کے اثرات و نتائج کے عقیدے پر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ اسباب کو سمجھ میں نہ آنے والے موہوم اسباب کی امید پر ترک کر دینا حکم خداوندی سے سرتابی کے مترادف ہے۔ موہوم قسم کے اسباب کی توقع رکھنے کے معنی یہ ہیں کہ خدا کے فراہم کردہ ظاہر و باہر اسباب سے بہتر بھی کوئی اسباب موجود ہیں۔⁵⁷

منفق عبدہ کا کہنا تھا کہ اسلام کے انتہائی اساسی اصول متعین ہونے چاہئیں، جن پر سب لوگ متحد ہو سکیں۔ جدید تہذیب اور ترقیات کی کوئی چیز حقیقی اسلام کے منافی نہیں۔⁵⁸ اسلام اپنی دعوت میں عقل پر انحصار رکھتا ہے، معجزات یا فوق العادت واقعات سے انسان کو متحیر نہیں کرنا

عبدہ کے نزدیک مادی خوشحالی کی اپنی ذاتی اہمیت ہے، جسے اعمال یا مذہبی جذبات پر برتری تک حاصل ہے۔ عبدہ یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ مذہب دنیوی خوشحالی میں رکاوٹ نہیں۔ لیکن غزالی کے نزدیک دکھانا یہ مقصود ہے کہ دنیوی خوشحالی مذہب کے لیے رکاوٹ کا باعث نہیں، اور اس لیے ضروری ہے کہ حصول مقصد کا ذریعہ ہے، اور مقصد ایمان ہے۔

⁵⁷ Kenneth Cragg and Ishāq Masūd, *Theology of Unity* (London: Allen and Unwin, 1966), 18, 63, 64.

⁵⁸ محمد عبدہ، الاسلام والنصرانیۃ مع العلم والمدنیۃ (القاهرہ: 1922)، 48۔

چاہتا۔ مسلمانوں کے نزدیک یہ امر مسلم ہے کہ ایمان باللہ ایمان بالرسول پر مقدم ہے۔ لہذا ایمان باللہ کو انبیاء کے الفاظ پر منحصر کرنا درست نہیں، انسان کے لیے ضروری ہے کہ امکان نبوت کا قائل ہوئے بغیر اللہ کی ہستی پر ایمان لے آئے۔⁵⁹ انسان کو تقلیداً نہیں عقل سے ایمان لانا چاہیے، کلام الہی کے لفظی معنی اور تقاضائے عقل میں اختلاف ہو تو عقل کو ترجیح دینی چاہیے۔⁶⁰ انسان اس لیے پیدا نہیں ہوا کہ کوئی اس کی گردن میں رسی ڈال کر اسے کھینچتا پھرے۔ اس کی فطرت یہ ہے کہ کائنات کی نشانیوں اور واقعات و حوادث کے آثار و براہین سے ہدایت حاصل کرے۔⁶¹

مفتی عبدہ نے جدید تصورات سے مطابقت پیدا کرنے کے لیے قرآنی آیات میں تاویلی امکانات کو نہایت وسیع کر دیا۔ وہ جنات سے جراثیم یا میکروب مراد لینے پر استدلال کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الزَّبْوَانَ لَا يَقُومُونَ إِلَّا تَمَيُّقًا ۗ وَالَّذِي يَحْتَبِطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَيْمَنِ ذَلِكِ بَأْتَهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الزَّبْوَانِ ۗ وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الزَّبْوَانَ ۗ فَمَنْ جَاءَهُ مِنْ عَطَاةٍ مِنْ رَبِّهِ فَاَنْتَبِهِ ۗ فَلَهُ مَا سَلَفَ ۗ وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ ۗ وَمَنْ عَادَ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۗ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ⁶²

کی تفسیر میں لکھا ہے کہ عام مفسرین کے نزدیک یہ قیامت کے دن ہوگا کہ سود خور صرع زدہ لوگوں کی شکل میں اٹھائے جائیں گے؛ لیکن سیاق عبارت سے قیامت کے اس تعلق کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعبیر بھی دوسری روایتی تعبیروں کی طرح اس غرض سے وضع کر لی گئی ہے کہ ایک مشکل آیت کی۔ جو مفسرین کی سمجھ میں نہ آئی تھی۔ تصریح کی جاسکے۔ دراصل اس آیت میں سود خور اور مصروع کا جو مقابلہ کیا گیا ہے، وہ عربوں کے اس عام تصور پر مبنی ہے کہ مرگی کے مریض کو شیطان مس کرتا ہے۔ یہ چیز عربوں میں ضرب الملح کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس آیت میں اس امر کی نہ تصدیق کی گئی ہے اور نہ تکذیب کہ مرگی کے

⁵⁹ عبدہ، الاسلام والنصرانیۃ، 51۔

⁶⁰ عبدہ، الاسلام والنصرانیۃ، 54-55۔

⁶¹ عبدہ، رسالۃ التوحید (القاہرہ: المنار پریس، 1351ھ)، 175۔

⁶² البقرہ: 275۔

مریض کو واقعی شیطان چھو لیتا ہے۔ علما میں اس امر میں اختلاف ہے۔ معتزلی علما کا نظریہ ہے کہ شیطان انسان پر سوائے تحریک ذہنی کے کوئی اثر نہیں ڈال سکتا، جب کہ دوسروں کے نزدیک یہ شیطان ہی کا کام ہے۔ آج کل کے ڈاکٹروں کے نزدیک یہ ایک اعصابی مرض ہے، جس کا علاج بیماریوں کی طرح دواؤں، جدید طریقوں اور بعض کے نزدیک تحریک ذہنی سے کیا جاسکتا ہے۔ اس کا کوئی ناقابل تردید ثبوت نہیں کہ نظر نہ آنے والی مخلوق یعنی "جن" ان اشخاص سے کوئی تعلق نہیں رکھتے جو مرگی کی طرف مائل ہوں اور بعض حالات کے تحت اس مرض کا باعث بن جاتے ہوں۔ علما کی رائے ہے کہ جن نظر نہ آنے والے زندہ اجسام ہیں۔ المنار نے کئی بار لکھا ہے کہ آج کل جن نظر نہ آنے والے زندہ اجسام کو جراثیم یا میکروب کہا جاتا ہے، ممکن ہے وہ بھی جنات ہی کی نوع سے ہوں۔⁶³

آدم سے مفتی صاحب کے خیال میں بروے آیت **يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً**⁶⁴ ہر نسل کا الگ مورث اعلیٰ مراد لیا جاسکتا ہے۔ اس لیے کہ آیت میں طرز خطاب عام ہے، جس کی مخاطب کوئی خاص قوم یا گروہ نہیں۔ نفس واحدہ سے نہ متن کے اعتبار سے اور نہ لفظی معانی کے لحاظ سے واضح طور پر "آدم" مراد ہے۔ اس کا ایک قرینہ یہ ہے کہ اخلاف کا ذکر عام اور غیر قطعی انداز سے کیا گیا ہے: "بہت سے مرد اور عورتیں"۔ اگر "آدم" مقصود ہوتا تو "تمام مردوں اور عورتوں" کا ذکر کیا جاتا۔ خطاب کی مخاطب وہ قومیں بھی تو ہیں، جو آدم و حوا سے بالکل بے خبر ہیں۔ لہذا آدم کی توجیہ ہر قوم یا گروہ بہ طور خود اپنے عقائد و نظریات کے موافق کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس نفس سے انسانوں کو پیدا کیا، اس کے مسئلے کو غیر قطعی رکھا ہے، ہم بھی اسے غیر قطعی رکھتے ہیں۔ اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہو کہ قرآن نے اس مسئلے کا قطعی فیصلہ کر دیا ہے، تو میں اس سے عرض کروں گا کہ آپ اس شخص سے متعلق کیا کہیں گے، جو علمی بنیاد پر اس کا قائل ہو چکا ہو کہ بنی نوع انسان کے مورث اعلیٰ کئی تھے، اور وہ مسلمان ہونا چاہتا ہو، تو کیا ہم اس سے یہ کہیں گے کہ تم مسلمان نہیں ہو

⁶³ آدم، اسلام اور تحریک تجدید مصر میں، 199-200۔

⁶⁴ النساء: 1۔

سکتے، جب تک اپنے اس عقیدے سے باز نہ آؤ، جو تم نے سائنسی و علمی بنیاد پر اختیار کیا ہے۔ سو اگر مغربی محققین کا یہ قول درست ثابت ہو جائے کہ ہر نسل کا الگ مورث اعلیٰ ہے، تو اس تحقیق سے قرآن پر کوئی حرف نہ آئے گا۔ نسل انسانی کی ابتدا آدم سے ہونا عبرانیوں کی روایت ہے، دیگر کئی اقوام اس سے الگ نقطہ نظر کی حامل ہیں۔ نسل انسانی کی تاریخ سے متعلق جدید علمی تحقیقات نے عبرانی روایت کو غلط ثابت کر دیا ہے۔ مسلمان مجبور نہیں ہیں کہ یہودیوں کی روایت پر یقین کریں۔⁶⁵ آیت "وَلَوْلَا دَفَعُ اللَّهُ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ" سے مفتی عبدہ "تنازع البقا" کا ڈاروینی اصول⁶⁶ اخذ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انسانوں کے درمیان جنگ بالکل طبعی چیز ہے، اور یہ نظریہ محض موجودہ زمانے کے مادہ پرستوں کی ایجاد نہیں، جو ایمان کے منافی ہو۔ اللہ تعالیٰ کا انضباط صرف جنگ تک محدود نہیں بلکہ ہر قسم کی جدوجہد کو محیط ہے، جس میں کشمکش اور فتح لازم ہوتی ہے۔ لہذا یہ آیت مذکورہ اصول کی تصدیق کرتی ہے۔⁶⁷

العصر آیت تین⁶⁸ کی تفسیر میں "صالحات" کے تصور کو آفاقیت کا رنگ دیتے ہوئے مفتی نے لکھا ہے کہ یہ صرف حاملانِ شریعت تک ہی محدود نہیں، بلکہ ان اقوام تک بھی ممتد ہے جن میں پیغمبر

⁶⁵ آدم، اسلام اور تحریک تجدید مصر میں، 201-202۔

⁶⁶ "انتخابِ طبعی" (Natural Selection) اور "بقاے الصلح" (Survival of the Fittest) کے ڈاروینی اصولوں کی تائید سے عبدہ کی دلچسپی اس سے بھی عیاں ہے کہ بقول میکلم ایچ کر عبدہ سوشل ڈارونٹ ہربرٹ سپینسر (Herbert Spencer 1820ء-1903ء) کے بہت مداح تھے، انھوں نے تعلیم پر سپینسر کے فرانسیزی میں کیے گئے کام کا عربی ترجمہ بھی کیا تھا، لیکن وہ شائع نہ ہوا تھا۔ دیکھیے:

Kerr, *Islamic reforms*, 130

⁶⁷ Kerr, *Islamic reforms*, 130

⁶⁸ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ

نہیں آئے، اور یہی وہ چیز ہے جسے قرآن "معروف" سے تعبیر کرتا ہے۔⁶⁹ گویا صالح ہونے کے لیے مسلمان ہونا ضروری نہیں۔

البقرہ آیت دو سو تینتالیس⁷⁰ کی تفسیر میں ایمان کے حوالے سے عقل کے استعمال اور دین کے احیا کی بات کرتے ہوئے مفتی عبدہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسلام کو دین عقل بنانا چاہیے، نہ کہ دین تقلید۔ جو تقلید اور اندھا دھند پیروی و عمل کی دعوت دیتے ہیں، دین کو سب سے بڑھ کر انھی لوگوں نے نقصان پہنچایا ہے۔ اگر ہم نے تقلید اور اندھا دھند پیروی کی روش ترک نہ کی، تو کسی کا بھی دین و ایمان محفوظ نہیں رہے گا۔ لیکن اگر ہم نے عقل کا دامن تھام لیا، جس کی ہدایت اللہ نے اس آیت اور دوسری آیات میں دی ہے، تو ہمیں یقین ہے کہ ہم اپنے دین کا احیا کر سکیں گے، اور یہ دین دین عقل بن جائے گا، جس کی طرف تمام اقوام عالم رجوع کریں گی۔⁷¹ وَمَتَلِّ الَّذِينَ كَفَرُوا تَمَتَّلِ الَّذِينَ يَنْتَعِقُونَ بِمَا لَا يَسْمَعُونَ إِلَّا دُعَاءَ وَنِدَاءَ صُحُومِ بَكْمِ عُمِي فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ⁷² کی تفسیر میں لکھا ہے کہ دین کا منشا یہ ہے کہ آدمی کی عقل اور روح کو علم و عرفان سے بلند کر دیا جائے۔ جو شخص غور و فکر کے بغیر عمل کرے (خواہ عمل اچھا ہی ہو) وہ مومن نہیں کہلا سکتا۔⁷³ اگر کوئی شخص اللہ اور اس کے احکام پر ایمان رکھتا ہے، لیکن غیر مرئی عالم سے متعلق اس کے بیانات کی نقلی حیثیت کو سمجھنے میں دشواری محسوس کرنا ہے، تو اگر وہ اپنی عقل سے کام لے کر ایسی صداقتوں کو اختیار کر لے، جن کے دلائل اس کے پاس موجود ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ وہ حیات بعد الممات اور عقائد و اعمال کی جزا و سزا پر ایمان رکھتا ہو، تو چونکہ اس کی تاویل سے عذاب و ثواب کی اقدار میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی اور قانون الہی کی عائد کردہ ذمے داری کے اس حصے کو

⁶⁹ مفتی محمد عبدہ، تفسیر سورہ العصر (قاہرہ: مطبعہ المنار، 1926)، 19۔

⁷⁰ اَلَّذِينَ تَرَىٰ فِي الدِّينِ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَهُمْ اَلَّذِينَ اَلُوْا فَعَدَّ اَلنَّبِيُّ فَعَالَ اَلَهُمَّ اَللّٰهُمَّ مَوْثُوْا اَحْيَا اَهُمْ اِنَّ اَللّٰهَ لَذُو فَضْلٍ عَلٰى النَّاسِ وَلٰكِن اَكْثَر النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ

⁷¹ رشید رضا، المنار، 8/731-732۔

⁷² البقرہ 2:171۔

⁷³ رشید رضا، المنار، 7/442۔

ہوں، اور یہ مٹی ہوا کے ذریعے اڑ کر پردوں کے پاؤں سے چمٹ گئی ہو، اور پھر جب یہ مٹی لشکر کے افراد پر گری ہو تو ان کے مساموں میں داخل ہو کر آبلے ڈال دیے ہوں، اور یوں اعضائے جسمانی سے گوشت جھڑنے لگا ہو۔⁷⁷

البقرہ آیت چوتیس⁷⁸ کی تفسیر کرتے ہوئے ملائکہ اور ابلیس کی حقیقت واضح کرنے کی کوشش میں مفتی صاحب نے لکھا ہے کہ اس آیت کی تعبیر بعض مفسرین نے مختلف انداز سے کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جہاں جہاں قرآن میں کہا گیا ہے کہ فرشتے نباتات اگانے، حیوانوں کو پیدا کرنے اور انسان کی حفاظت پر مامور ہیں، اس کے ظاہری معنی مراد نہیں۔ دراصل اس کا مطلب یہ ہے کہ نباتات میں نشوونما کا جو مادہ پایا جاتا ہے وہ اس روح کی وجہ سے ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے بیج میں پھونکا تھا۔ مخصوص نباتاتی زندگی کا تعلق اسی روح سے ہے۔ حیوان و انسان سے متعلق بھی یہی صورت ہے۔ فی الواقع اشیا کی ایجاد و تخلیق کے سلسلے میں حکمت خداوندی کی تکمیل اسی روح الہی سے ہوتی ہے، جس کو شریعت کی زبان میں ملک کہا جاتا ہے۔ جو شخص نام رکھنے کے باب میں آسمانی احکام کو ضروری خیال نہیں کرتا، وہ اسے قوتِ طبیعیہ کہہ سکتا ہے۔ حقیقت ایک ہے، بس نام مختلف ہیں۔ نام رکھنے پر کوئی پابندی انسانوں پر نہیں، کہ اللہ نے بھی ناموں کے سلسلے میں یہی طرز اپنایا، کہ کسی چیز کے لیے جو نام مناسب سمجھا رکھ دیا۔ ممکن ہے اللہ نے آدمی کے اندر موجود قوتِ فکر۔ جسے روح کہا جاتا ہے اور جس کی حقیقت کو ہم نہیں جان سکتے۔ کا نام ملک اور اس کے اسباب کا نام ملائکہ رکھا ہو۔ ممکن ہے آیت میں اشارہ اس طرف ہو کہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا اور اسے ایسی قوتوں سے نوازا، جن سے ان کا نظام قائم ہے، تو ہر قسم کی قوت کو مخلوقات کی

⁷⁷ محمد عبدہ، تفسیر جز عم (القاہرہ: مطبعہ مصر، 1922)، 158۔ معجزات کے ضمن میں عبدہ کے نظریے سے متعلق راقم کا تاثر یہ ہے کہ وہ ان کی روایتی تعبیرات کو غلط قرار دینے اور جدید تعبیرات پر اصرار کا رجحان نہیں رکھتے، صرف جدید ذہن کو ایک نئے امکان کی طرف متوجہ کر کے تسلی و اطمینان فراہم کرنے میں سعی نظر آتے ہیں۔

⁷⁸ وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰئِكَةِ اسْمُحُوْا الْاٰدَمَ فَسَجَدُوْا لِاٰلِ الْاٰبِلٰیْسِ اَبٰی وَاَسْتَكْبَرَ ۗ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ.

ایک خاص قسم کے ساتھ مخصوص کر دیا۔ پھر انسان کو پیدا کیا اور اس کو ایسی قوت عطا کی جس کے ذریعے وہ دیگر مخلوقات کو ودیعت کی گئی قوتوں کو زمین کی تعمیر و ترقی میں استعمال کر سکے۔ ان قوتوں کی تسخیر کو سجد سے تعبیر کیا، کیوں کہ اس میں عاجزی اور اطاعت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ پھر اس عظیم اور بے مثل قوت کی بنیاد پر آدمی کو اپنا خلیفہ قرار دیا۔ باقی سب قوتیں تو اللہ نے آدمی کے تابع کر دیں، لیکن ایک قوت کو اس کی اطاعت سے مستثنیٰ رکھا۔ یہ قوت ابلیس ہے۔ یہ کائنات کا لاینفک جزو ہے اور کبھی اس سے جدا نہیں ہو سکتی۔ آدم کے تمثیلی واقعے میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے خلیفہ بنانے کی فرشتوں کو جو خبر دی ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے قویٰ کو ایک مخلوق کے وجود میں لانے کے لیے تیار کر دیا۔ فرشتوں کا یہ کہنا کہ انسان زمین میں فساد مچائے گا، یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ بے انتہا علمی و عملی استعداد کا حامل ہو گا۔ آدم کے "الاسما" سکھانے سے مراد یہ ہے کہ آدمی ہر طرح کے علوم و فنون سیکھ سکتا ہے۔ فرشتوں سے اسما سے متعلق سوال اور ان کا جواب سے قاصر رہنا واضح کرتا ہے کہ عالم کی مدبر ارواح محدود شعور کی حامل ہیں۔ فرشتوں کا آدم کو سجدہ قویٰ کا اس کے تابع کیا جانا اور ابلیس کا انکار شرکی روح کا تابع نہ کیا جانا ہے۔ شرکی روح کو انسان تابع کر ہی نہیں سکتے، اگر وہ ایسا کرنے میں کامیاب ہو جاتے، تو ایک زمانے میں وہ ملائکہ جیسے ہو جاتے یا ان سے بڑھ کر۔⁷⁹

الفلق آیت چار⁸⁰ کی تفسیر میں "نفثات" کی وضاحت کر۔ ہوئے لکھا ہے:

المراد بهم هنا هم النمامون المقطعون لروابط الالفة ،
المحرقون لها بما يلقون عليها من ضرام نمانهم، وانما
جاءت العبارة كما في الآية ، لان الله جل شانہ اراد ان
يشبههم باولئك السحرة المشعوذين ،الذين اذا ارادوا ان
يحلوا عقدة المحبة بين المرء وزوجه-مثلاً- فيما
يوهمون به العامة ، عقدوا عقدة ثم نفثوا فيها و حلوها

⁷⁹ رشید رضا، المنار، 2/267-281۔

⁸⁰ وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ۔

لیکون ذلك حلا لعقد التی بین الزوجین۔ والنمیمۃ تشبہ ان تكون ضربا من السحر ، لانها تحول ما بین الصدیقین من محبة الی عداوة ، بوسيلة خفیة كاذبة ، والنمیمۃ تضلل وجدان الصدیقین ، كما یضلل اللیل من یسیر فیہ بظلمته و لهذا ذكرها عقب ذكر الغاست۔⁸¹

ان سے مراد چغل خور ہیں جو آتشِ نیت سے محبت و الفت کے تعلقات کو توڑتے ہیں۔ ان کو نفاتات سے تعبیر کرنے کا سبب یہ ہے کہ انھیں جادو گروں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جادو گروں کا طریقہ یہ ہے کہ وہ میاں بیوی کے تعلقات توڑنے کی کوشش کرتے ہیں، تو عوام ان اس کے خیال میں اس میں پھونک کر اس کو کھول دیتے ہیں، اور تاثر دیتے ہیں کہ میاں بیوی میں محبت کی گانٹھ ہم نے کھول دی۔ چغل خوری بھی ایک نوع کا جادو ہے، اس لیے کہ یہ دوستوں کی محبت کو جھوٹے مخفی طریقے سے عداوت میں بدل دیتی ہے۔ یہ دوستوں کے وجدان کو بڑا گمراہ کرتی ہے جیسے رات راہ رو کو اپنی ظلمت سے۔ یہی وجہ ہے کہ "انما حق" کے بعد اس کا ذکر ہوا۔

یہاں یہ بات بھی واضح رہنا چاہیے کہ مفتی عبدہ حضور رَضِيَ اللهُ عَنْهُ پر جادو کے حوالے سے وارد احادیث کو تسلیم نہیں کرتے۔ ان کا استدلال ہے کہ ایسا کرنے سے کفار مکہ کے اس قول کی تصدیق ہوتی ہے کہ لَنْ تَبْنُوْنَ اِلَّا زَعْلًا مَّسْحُورًا⁸² (تم تو بس ایک سحر زدہ آدمی کی پیروی کر رہے ہو)۔ اور آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے متعلق یہ کہنا درست ہو جاتا ہے کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا محض خیال تھا کہ آپ پر وحی آتی تھی، حالانکہ اصلانہ آتی تھی۔⁸³

⁸¹ عبدہ، تفسیر جزم، 181۔

⁸² الفرقان 8:25۔

⁸³ عبدہ، تفسیر جزم، 181-182۔

وحی پیغمبر کو مفتی صاحب نے ملکہ فطری اور عدم خارجیت کے تصور سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی ہے۔⁸⁴ ان کے مطابق وحی والہام یا نبوت ایک ایسا علم ہے، جو بالواسطہ یا بلاواسطہ اندرونی الہام سے حاصل ہوتا ہے، لیکن اس میں یہ یقین شامل ہوتا ہے کہ وہ خدا کی طرف سے ہے۔ الہام ایک وجدان ہے، جس کا ایقان روح کو دیا جاتا ہے اور جس کے تقاضوں سے وہ مغلوب ہو جاتی ہے۔ یہ وجدان بالکل بھوک، پیاس، مسرت، غم کا سا ایک ہیجان ہے۔ اس علم کا وجود ان لوگوں میں ممکن ہے جن کو اللہ نے نبوت کے لیے چن لیا ہو؛ جن کی فطرت کو بلند کر دیا ہو؛ جن کے ذہن اور نطق کو خطا اور باطل سے محفوظ کر دیا ہو۔⁸⁵

رشید رضا

جہاں تک مفتی محمد عبدہ کے شاگردوں اور متبعین کا تعلق ہے، ان میں سب سے نمایاں اور اہم محمد رشید رضا (1865ء-1935ء)⁸⁶ ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ قرآن بنیادی طور پر ایک روحانی کتاب

⁸⁴ J.M.S. Baljon, *Modern Muslim Koran interpretation 1880-1960* (Leiden: E.J. Brill, 1961), 67.

⁸⁵ آدم، اسلام اور تحریک تجدید مصر میں، 230۔

⁸⁶ محمد رشید رضا مفتی محمد عبدہ کے شاگردِ خاص، ان کے سوانح نگار، ان کی کتب کے مرتب، ان کے عقائد و افکار کے مبلغ اور ان کی روایات کو جاری رکھنے والے ہیں۔ مفتی محمد عبدہ اور ان کے مکتب خیال کا کوئی تذکرہ رشید رضا کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا۔ رشید رضا قومیت کے اعتبار سے شامی تھے۔ طرابلس الشام کے مدارس سے تعلیم پائی اور عالم کی سند حاصل کی۔ افغانی اور عبدہ کے رسالے "العروة الوثقی" نے رشید رضا کو بہت متاثر کیا۔ قبل ازیں وہ بھی محمد عبدہ کی طرح روحانی اشغال و اعمال میں مصروف رہتے اور اپنے گاؤں کے لوگوں کو خوفِ خدا اور زہد و درویشی کی زندگی اختیار کرنے کی تلقین کرتے۔ "العروة الوثقی" نے ان کی زندگی بدل دی۔ انھوں نے اس رسالے کے تمام پرچے حاصل کیے اور بڑے ذوق و شوق سے مطالعہ کیے۔ رسالے کے غیر معمولی مضامین نے انھیں افغانی سے ملاقات پر اکسایا، جو ان دنوں قسطنطنیہ میں تھے، لیکن ان کی خواہش پوری نہ ہو سکی۔ افغانی کی وفات کے بعد ان کے دل میں مصر جا کر عبدہ سے ملنے کا سو دا سہا یا۔ طرابلس الشام سے تعلیم مکمل ہوئی، تو رشید رضا نے 1897ء میں مصر کا سفر اختیار کیا اور مفتی عبدہ سے مل کر انھی کے ہو رہے۔ رشید رضا مفتی کا بے حد اکرام

ہے جس میں دنیوی امور سے متعلق بہت کم احکام ملتے ہیں۔ زیادہ تر اختیارات "اولی الامر" کے سپرد کر دیے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام بہبود عامہ کو پیش نظر رکھ کر فیصلے کیا کرتے تھے، گو بعض اوقات ان کے فیصلے سنت کے خلاف بھی ہوتے۔ گویا ان کا عقیدہ یہ تھا کہ شرعی تفصیلات کی بجآوری ضروری نہیں، بنیادی مصلحت فلاح عامہ کی رعایت ہے۔⁸⁷ رشید رضا کے نزدیک احادیث بھی بحیثیت مجموعی قابل اعتنائیں بلکہ صرف وہی احادیث قابل قبول ہیں جو عملی نوعیت کی ہیں، اور جن پر امت مسلمہ میں مسلسل عمل کا ثبوت ملتا ہے۔⁸⁸ رشید رضا نے بخاری وغیرہ کی ان احادیث کو، جن میں انسانوں کے جنوں کو دیکھ سکنے یا جن میں آپ ﷺ کے معجزات یا آپ ﷺ پر جادو ہونے کا ذکر ہے، ناقابل اعتبار ٹھہرایا ہے۔ اپنے نظریے سے میل نہ کھانے والی احادیث کو ایک مقام پر ان الفاظ میں رد کیا ہے:

والصواب انه ليس في هذه الروايات كلها حديث

صحيح-⁸⁹

کرتے اور عہدہ میں بھی رشید رضا سے خصوصی محبت کرتے۔ قاہرہ پہنچنے کے بعد 1898ء میں رشید رضا نے "المنار" جاری کیا، جس کا مقصد "العروة الوثقی" کی روایات کو جاری رکھنا تھا۔ "المنار" میں رشید رضا نے مفتی محمد عہدہ کے خیالات و افکار کی بھرپور حمایت کی۔ "المنار" کے لیے مفتی عہدہ نے خود بھی کئی مقالات لکھے۔ اس رسالے میں مفتی عہدہ کی تفسیر بھی چھپنے لگی، جسے بعد ازاں رشید رضا نے المنار ہی کے نام سے مرتب کر کے شائع کیا۔ رشید رضا کے دیگر اساتذہ "المنار" کے انداز و اطوار سے ناخوش تھے، لیکن رشید رضا نے اصلاح و ترقی کے حوالے سے اپنے شیخ عہدہ کے کام کو جاری رکھا اور اس حوالے سے خصوصی شہرت و مقبولیت حاصل کی۔ انھوں نے نہ صرف اپنے استاذ کی کتابوں کو مدون کیا بلکہ وسیع پیمانے پر ان کے افکار و خیالات کی تشریح و تعبیر کا فریضہ بھی سرانجام دیا۔ رشید رضا نے عہدہ کے افادات پر مبنی اور اپنی طبع زاد بہت سی تحریریں یادگار چھوڑی ہیں۔ رشید رضا نے ہوتے تو عہدہ کے کام کو وہ شہرت و مقبولیت ہرگز نہ مل پاتی، جو اب نظر آتی ہے۔

⁸⁷ رشید رضا، تفسیر المنار (قاہرہ: دارالمنار، 1367ھ)، 6/562۔

⁸⁸ رشید رضا، تفسیر المنار، 2/30۔

⁸⁹ رشید رضا، تفسیر المنار، 7/516۔

حقیقت یہ ہے کہ ان احادیث میں کوئی حدیث بھی صحیح نہیں۔
 جنات کے حوالے سے متکلمین کے اس نقطہ نظر کو بیان کرنے کے بعد کہ جنات نظر نہ آنے
 والے اجسام ہیں، ان کے جراثیم ہونے کا امکان ظاہر کرتے ہوئے رشید رضائے لکھا:
 المتکلمون یقولون ان الجن اجسام حية خفية لا تری ،
 وقد قلنا فی المنار غیر مرة انه یصح ان یقال ان
 الاجسام الحية الخفية التي عرفت فی هذا العصر بواسطة
 النظارات المكبرة و تسمى بالمیکروبات، یصح ان
 تكون نوعا من الجن وقد ثبت انها علل لاكثر
 الامراض۔⁹⁰

متکلمین کا کہنا ہے کہ جن نظر نہ آسکتے والے زندہ اجسام ہیں۔ ہم المنار میں
 کئی دفعہ بیان کر چکے ہیں کہ زندہ اور نظر نہ آنے والے اجسام جو عصر حاضر
 میں بڑی بڑی دور بینوں کے ذریعے دیکھے گئے ہیں، اور جنہیں جراثیم کہا گیا
 ہے، ممکن ہے جنوں کی نوع میں سے ہوں۔ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ
 جراثیم ہی اکثر بیماریوں کا موجب ہیں۔

معجزات سے متعلق رشید رضا کی رائے تھی کہ اب معجزات کا زمانہ گزر گیا۔ یہ اس وقت کا قصہ ہیں
 جب انسانیت ابھی عہدِ طفولیت میں تھی۔ اسلام کی آمد کے ساتھ ہی انسان ذہنی بلوغ کے زمانے
 میں داخل ہو گیا، اور معجزات کا زمانہ جاتا رہا۔ ان کے معجزات و خوارق کو عقلی رنگ دینے کی ایک
 مثال یہ ہے کہ وہ سورہ یوسف آیت چورانوے⁹¹ کی تفسیر میں خوشبوئے یوسف کے معجزانہ تصور
 کو قابل التفات نہ سمجھتے ہوئے، موقف اختیار کرتے ہیں کہ صاف اور سیدھی سی بات ہے کہ یہ
 کوئی جنت کی خوشبو نہ تھی بلکہ قمیص کی یہ بو یوسف کے جسم کی بو تھی، جیسی کہ بالعموم ہوتی

⁹⁰ رشید رضا، تفسیر المنار، 3/96۔

⁹¹ وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِمْرُ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْلَا أَن نَفَقَتِ الدُّنْيَا

ہے۔⁹² آل جناب ﷺ کے معجزات سے متعلق رشید رضا نے موقف اختیار کیا کہ آپ ﷺ کا معجزہ صرف قرآن ہے، اس کے علاوہ آپ نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا؛ قرآن حکیم سے معجزات کی نفی ثابت ہوتی ہے۔ معجزات کی نفی کے موقف کے لیے رشید رضا نے شق القمر اور اس سے متعلق مروی احادیث کو مسترد کر دیا، اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ یہ احادیث سند اور متن کے اعتبار سے قابل حجت نہیں:

ماورد فی احادیث الصحیحین و غیرہما من ان قریشاً
 سالوا النبی ﷺ آية علی نبوتہ فانشق القمر فکان
 فرقتین ، ولكن فی الاحادیث الواردة فی انشقاقہ عللاً
 فی متنہا و اسانیدہا، واشکالات علمية وعقلية
 وتاریخية ، فصلنا ہا فی المجلد الثلاثین من المنار۔⁹³
 صحیحین وغیرہ کی احادیث جن میں آیا ہے کہ قریش نے نبی ﷺ سے آپ
 ﷺ کی نبوت سے متعلق معجزہ طلب کیا، تو چاند دو ٹکڑے ہو گیا، ان کے
 متن اور اسناد میں علت پائی جاتی ہے اور ان پر علمی و عقلی اور تاریخی
 اعتراضات وارد ہوتے ہیں، جیسا کہ ہم المنار کی تیسویں جلد میں بیان کر چکے
 ہیں۔

رشید رضا مسلمانوں کو باور کراتے ہیں کہ اسلام کی قدر و قیمت کا صحیح تصور قائم کریں اور اس خیال سے نجات حاصل کریں کہ اسلام میں کوئی روحانی راز ہے، جو مسلمانوں کو معجزات نبی و نصرت عطا کر سکتا ہے۔ اسلام کی طاقت معجزوں میں نہیں، ان حقیقت میں ہے کہ وہ ان سنن الہی کا علم عطا کرتا ہے جو افراد و اقوام کی ترقی کا باعث ہیں۔ لوگوں کو چاہیے کہ وہ ان سنن الہیہ کا علم حاصل کریں اور

⁹² رشید رضا، تفسیر المنار، 1/ 315۔ معجزات کی جدید تعبیر اور اس کی قبولیت و تصویب کے حوالے سے رشید رضا اپنے استاد مفتی عبدہ سے زیادہ پر جوش نظر آتے ہیں، عبدہ جدید تعبیر کی گنجائش پیدا کرتے دکھائی دیتے ہیں، جب کہ رشید رضا اس پر اصرار۔

⁹³ رشید رضا، تفسیر المنار، 11/ 333۔

ان پر عمل کریں۔ اللہ تعالیٰ دنیاوی برکات سے انھی کو نوازتا ہے، جو انھیں صحیح طریقے سے حاصل کرتے ہیں، اس میں مومن و کافر کی تمیز نہیں ہوتی۔⁹⁴

رشید رضا کے "المنار" نے صوفیا اور سلاسل صوفیہ کے اعمال و اشغال کو بدعت قرار دے کر مسترد کرنے پر بھی خصوصی توجہ دی۔⁹⁵ "المنار" کے کئی مقالات میں یہ واضح کرنے کی کوشش کی گئی کہ سلاسل صوفیہ کے پیرو مرشد مذہب کو تفریح اور کھیل تماشا بنائے ہوئے ہیں۔ عوام کے قلوب اپنے پیروں کے پیچھے گمراہ ہو گئے ہیں۔ وہ زندہ اور مردہ پیروں کو بڑی بڑی برکات کا ذریعہ خیال کرتے ہیں۔ ان کی موت کے بعد ان کے مزار زیارت گاہ بن جاتے ہیں۔ لوگ منطقی طور پر ناممکن مرادوں کے لیے بھی ان لوگوں کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بناتے ہیں۔ افسوس ناک انداز میں ذکر اذکار کا شور و غوغا برپا ہوتا ہے۔ مزاروں پر بیہودگیاں عام ہیں۔ پیروں اور سجادہ نشینوں کے سامنے سر جھکائے جاتے ہیں۔ مختلف بزرگوں سے مرادیں مانگی جاتی ہیں؛ ان سے وہ اسما و القاب منسوب کر دیے گئے ہیں، جو اللہ سے خاص ہیں۔ قرآن کی آیتوں کو بہ طورِ تعویذ استعمال کرنے اور بعض ستونوں اور پتھروں وغیرہ کو ہاتھ لگا کر برکت حاصل کرنے کی بدعات رائج ہو گئی ہیں۔⁹⁶

رشید رضا اور "المنار" کے مطالعے کے حوالے سے ایک قابلِ لحاظ امر یہ بھی ہے کہ ان کے یہاں ایک عجیب فکری تضاد و تحالف اور تہجد و جدت کی حمایت کے ساتھ ساتھ قدامت پسندی بلکہ جمود کی وکالت بھی دکھائی دیتی ہے۔ یہاں ایک طرف تو مجسمہ سازی، مصوری، نقاشی اور موسیقی وغیرہ سے متعلق اصولِ اجتہاد کے ذریعے زرمی اختیار کرنے، کمال پاشا کے اس عمل کو جس کے ذریعے اس نے اپنا مجسمہ نصب کرنے کی حمایت میں یہ دلیل دی تھی کہ بت سازی اس وقت ممنوع

⁹⁴ آدم، اسلام اور تحریکِ تہجد مصر میں، 271۔

⁹⁵ رشید رضا کی تصوف، اہل تصوف اور صوفیانہ اذکار و اشغال پر یہ تنقید اس حوالے سے دلچسپ ہے کہ وہ اور ان کے شیخ عبدہ، جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، شروع میں خود روحانی اشغال و اعمال، زہد و رویشی اور تصوف میں خصوصی دلچسپ لیتے اور لوگوں کو اس طرف متوجہ کرنے میں محنت کرتے تھے۔

⁹⁶ آدم، اسلام اور تحریکِ تہجد مصر میں، 272-274۔

تھی جب بت پرستی سے نجات کی ضرورت تھی، اب ایسی کوئی ضرورت نہیں، لہذا ترکوں کو فنِ مجسمہ سازی، جو کہ فنونِ تہذیب میں سے ہے، کو بے تکلف اختیار کرنا چاہیے، کو جدید زمانے کی ضرورتوں کے تحت قانون سازی کے دائرے میں لانے سے متعلق مثبت رویے⁹⁷، انبیائے قرآن کو حقیقی کی بجائے مثالی انداز میں مان لینے سے دائرہ اسلام سے خروج لازم نہ آنے کے فتاویٰ ملتے ہیں⁹⁸ اور دوسری طرف کمال پاشا اور مصروترکی کے قوم پروروں کے ملحد و زندیق اور خالص کافر ہونے اور وہابی خاندان کے سنتِ رسول کے حامی ہونے اور ان کی حکومت کے سب سے بڑی اسلامی حکومت ہونے وغیرہ کے دعاوی نظر آتے ہیں۔⁹⁹ اسی بنا پر چارلس سی آدم (Charles Adams، 1883ء-1948ء)¹⁰⁰ نے قرار دیا کہ بعض حوالوں سے رشید رضا قدامت پسندوں سے بھی زیادہ قدامت پسند ثابت ہوتے ہیں، اور ان کا رویہ انتہائی متشددانہ اور دشنام آمیز دکھائی دیتا ہے۔¹⁰¹

⁹⁷ آدم، اسلام اور تحریکِ تجدید مصر میں، 279۔

⁹⁸ آدم، اسلام اور تحریکِ تجدید مصر میں، 269۔

⁹⁹ آدم، اسلام اور تحریکِ تجدید مصر میں، 268-269۔

¹⁰⁰ امریکی مستشرق اور مشنری۔ امریکن مشن (American Mission) کے حوالے سے سکول آف اورینٹل سٹڈیز قاہرہ میں پروفیسر اور ڈین کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ شہرت کا خصوصی حوالہ مصر میں تجدید پسندی کے حوالے سے ان کی کتاب "Islam and Modernism in Egypt: A study of the Modern Reform Movement inaugurated by Muhammad 'Abduh" ہے، جس کے اردو ترجمے بعنوان "اسلام اور تحریکِ تجدید مصر میں"، کا حوالہ ان سطور میں متعدد مواقع پر آیا ہے۔

¹⁰¹ آدم، اسلام اور تحریکِ تجدید مصر میں، 269۔

قاسم امین

مفتی محمد عبدہ کے ایک اور شاگرد قاسم امین (1863ء-1908ء)¹⁰² ہیں۔ انھوں نے آزادی نسواں کا علم بلند کرتے ہوئے حجاب کے خاتمے اور یورپی اخلاقیات کو اپنانے کی دعوت دی۔ ان کے مطابق ماضی کی دیگر تہذیبوں کی طرح اسلامی تہذیب میں بھی کچھ نقائص پائے جاتے ہیں۔ یہ کہنا اخلاقی کم مائیگی کی علامت ہے کہ مسلمان دیگر اقوام سے بہتر ہیں، خواہ اس میں حضور ﷺ کے زمانے ہی کی تحدید کیوں نہ کر دی جائے۔ ترقی و تکمیل کی راہ سائنس ہے۔ اہل مغرب سائنسی ترقی کے نتیجے ہی میں ترقی و تکمیل کی راہ پر گامزن ہوئے۔ یورپ ہر معاملے میں ہم سے آگے ہے۔ وہاں عورت کی آزادی کو رسم و رواج نہ سمجھنا چاہیے، یہ عقلی و سائنسی بنیادوں پر مبنی عمل ہے۔ مغرب کی اخلاقیات کو اپنائے بغیر وہاں کی سائنس کو اپنانے کا کچھ فائدہ نہیں۔¹⁰³ ان کا کہنا تھا کہ شریعت کے وہ احکام جو مروجہ عادات و معاملات پر مبنی ہیں ان میں حالاتِ زمانہ کے مطابق تغیر و تبدل کیا جاسکتا ہے۔ مغرب نے بڑی مشکل سے کلیسا کے بندھنوں سے نجات حاصل کر کے اپنی جدید ضروریات و مصالح کے مطابق اصول و ضوابط بنائے۔ مسلمانوں کو بھی مغرب کے نقش قدم پر چلتے ہوئے نئے تقاضوں کے مطابق قوانین وضع کرنے چاہیں۔¹⁰⁴ قاسم امین اپنے ابنائے وطن سے کہتے ہیں کہ ہمیں آبا کے غلط رسوم و رواج سے اپنے آپ کو نکالنا چاہیے۔ ہماری غفلت بلکہ بد قسمتی ہے کہ ہم انھی چیزوں پر اڑے بیٹھے ہیں، جو ہمیں اسلاف سے ملیں۔ حالانکہ

¹⁰² مصر کے پہلے فیمنسٹ (First Feminist) قرار دیے جاتے ہیں۔ عورت کی آزادی کے حوالے سے مغربی طرز و انداز اپنانے کے زبردست حامی تھے۔ اس تناظر میں لکھی گئی ان کی کتابوں "تحریر المرأة" اور "المرأة الجديدة" نے کافی شہرت حاصل کی۔ بعض لوگوں نے ان کتابوں کی بہت تعریف و توصیف کی اور انھیں مصر کی اس زمانے میں شائع ہونے والی کتب میں سب سے موثر و مفید کتابیں قرار دیا؛ لیکن دوسری طرف سے ان پر سخت نکیر ہوئی اور ان میں پیش کردہ نظریات کو مسلم معاشرے کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے والے تصورات قرار دیا گیا۔

¹⁰³ Hourani, *Arabic Thought in the Liberal age*, 168-169.

¹⁰⁴ قاسم امین، تحریر المرأة (القاهرة: کلمات عربیۃ للترجمۃ والنشر، 2011ء)، 82-97، 100.

ان کی اپنی ضروریات تھیں اور ہماری اپنی۔ لہذا ہمیں اپنے مصالح کو سامنے رکھتے ہوئے عمل پیرا ہونا چاہیے۔ ان کے الفاظ ہیں:

إن من الغفلة بل من أسباب الشقاء أن تكون شئوننا في حياتنا قائمة بعوائد لا نفهم أسبابها، ولا ندرک آثارها في أحوالنا بل إنما نتمسك بها؛ لأنها جاءت إلينا ممن سلفنا، وورثناها عن تقدمنا، وذلك كل ما فيها من الحسن عندنا. مع أن هذا وحده لا يكفي لأن يكون سبباً في الأخذ بها، ولا في الثبات عليها، بل يجب أن نفهم أن لنا مصالح ولمن سبقنا مصالح، ولنا شئون ولهم شئون. فعلينا أن نأخذ من العوائد، وأن نكسب من الأخلاق ما يلتنم مع مصالحنا.¹⁰⁵

قاسم امین نے کے مطابق بے پردگی کی دعوت میں دین اسلام سے کوئی مخالفت نہیں پائی جاتی۔ وہ مغرب کے طرز پر خواتین کی مکمل آزادی پر زور دیتے اور مغربی عورتوں کو اپنی خواتین کے لیے یہ طورِ نمونہ پیش کرتے ہوئے ان کی تقلید کی دعوت دیتے ہیں۔¹⁰⁶ ان کے خیال میں عنفوانِ شباب کے زمانے میں لڑکیوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ دوسروں سے مل جل کر کچھ سیکھیں؛ اس وقت ان کو علیحدہ رکھنا مضرت رساں ہے۔ یہ بات عورت کے کردار کو نقصان پہنچانے والی ہے کہ اسے ایک چار دیواری میں بند کر کے بے کاری کا شکار بنا دیا جائے۔ عورتوں اور لڑکیوں کو اجازت ہونی چاہیے کہ وہ عام معاشرے میں آزادانہ ملیں جلیں؛ خیراتی کاموں، کاروبار اور عوامی زندگی میں حصہ لیں۔ عورتوں کو ایسی تعلیم دی جانی چاہیے، جس سے وہ فقہ میں پیش کے گئے تصورات کی بجائے شادی اور ازدواج کے بلند تر تصورات کی حامل بنیں۔¹⁰⁷

¹⁰⁵ امین، تحریر المرأة، 97-98۔

¹⁰⁶ قاسم امین، المرأة الجديده (قاہرہ: کلمات عربیہ للترجمہ، وائشر 2011ء)، 25-43۔

¹⁰⁷ آدم، اسلام اور تحریک تجدد مصر میں، 337۔

علی عبدالرزاق

مفتی محمد عبدہ کے ایک اور نمایاں شاگرد علی عبدالرزاق (1888ء-1966ء)¹⁰⁸ ہیں۔ وہ دین و دنیا کو الگ الگ خانوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک اسلام کے تمام احکام مذہبی ضابطے پر مشتمل ہیں جن کا تعلق تمام تر عبادت الہی اور نوع انسانی کی مذہبی فلاح و بہبود سے ہے۔ جہاں تک شہری قوانین کا تعلق ہے، وہ انسان کی صوابدید پر چھوڑ دیے گئے ہیں، اور مذہب کو ان سے کوئی سروکار نہیں۔ دنیاوی انتظام و انصرام کی خاطر خدا نے یہی کافی سمجھا کہ ہمیں ذہن و دماغ عطا کر دیے۔¹⁰⁹ ہمارا دین اس میں کوئی رکاوٹ نہیں کہ ہم اپنے ہاں قدیم سے پائے جانے والے نظام کو جس نے ایک طویل عرصے سے ہمیں مغلوب و بے بس بنایا ہوا ہے۔ بالکل ختم کر دیں۔ ہم اپنے نظم حکومت و ریاست کو انسان کے جدید تصورات اور نئی معلومات کی روشنی میں ترتیب دینے کے لیے آزاد ہیں۔ حکومت و ریاست سے متعلق وہ اصول اور ضابطے یقیناً زیادہ بہتر ہیں، جو جدید ترقی یافتہ اقوام کے تجربات کا نتیجہ ہیں۔¹¹⁰ امور حکومت کے جدید مغربی اصول و قوانین سے استفادے اور قدیم اسلامی نظام حکومت اور اس سے متعلق تفصیلات پر مبنی مسلم ذخیرہ فقہ کی

¹⁰⁸ علی عبدالرزاق نے بچپن میں جامعہ ازہر کے زمانہ طالب علمی میں عبدہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ 1911ء میں جامعہ ازہر سے فارغ ہوئے۔ 1912ء میں انگلستان میں آکٹاکس اور سیاسیات کی ڈگریوں کے لیے داخلہ لیا، لیکن جنگ عظیم چھڑ جانے کے باعث ڈیڑھ سال بعد واپس آنا پڑا۔ جامعہ ازہر سے عالم کی سند حاصل کی۔ مختلف عدالتوں میں جج کے فرائض سرانجام دیے، نیز عربی ادبیات، تاریخ اسلام اور مسلم عدلیہ کے حوالے سے لیکچر دیے، اور نتائج تحقیق مرتب کیے۔ 1925ء میں "الاسلام و اصول الحکم" کے نام سے کتاب شائع کی؛ جس میں نظم حکومت و ریاست کے اسلامی تصور سے متعلق ایسے تجدد پسندانہ اور چونکا دینے والے خیالات۔ جن میں سے اہم اور نمایاں ان سطور میں پیش کر دیے گئے ہیں۔ کا اظہار کیا کہ شیخ الازہر کی سربراہی میں قائم جو میں عنفا کی عدالت نے انھیں خلاف اسلام نظریات کا مجرم قرار دے کر علما کی جماعت سے علیحدہ کرنے، عہدے سے برطرف کرنے، اور آئندہ کسی مذہبی یا دوسرے عہدے پر تعینات نہ کرنے کی سفارش کی۔

¹⁰⁹ علی عبدالرزاق، الاسلام و اصول الحکم (قاہرہ: 1925)، 84-85۔

¹¹⁰ عبدالرزاق، الاسلام و اصول الحکم، 103۔

جدید زمانے میں عدم ضرورت بلکہ اس کے نقصان دہ اور قومی ترقی و کمال میں سدِ راہ ہونے کے حوالے سے علی عبدالرزاق نے اپنے نظریات کے لیے اسلامی نصوص اور اسلامی تاریخ کے تجزیاتی مطالعے سے دلائل لاتے ہوئے قرار دیا کہ قرآن و حدیث اور اجماع سے خلافت یا روایتی تاریخی نظم حکومت و ریاست کے حق میں کوئی قطعی دلیل فراہم نہیں ہوتی۔ اسلامی تاریخ میں خلافت کے حوالے سے مسلمانوں کے رویے سے معلوم ہوتا ہے کہ سب لوگ اسے ضروری اور مقصود اسلامی حکومت تصور نہیں کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ خلافت کے خلاف ہمیشہ بغاوت ہوتی رہی۔ دلیل دی جاتی ہے کہ خلافت میں لوگوں کی بھلائی اور مذہبی عقائد و تصورات کا قیام مضمر ہے۔ لیکن اس بات میں بس اتنی سچائی ہے کہ کوئی حکومت ہونی چاہیے، جس سے یہ مقاصد حاصل ہو سکیں، اس کے لیے مسلم علماء و فقہاء کی بیان کردہ خلافت اور اس کے قیام کا تصور نامناسب ہی نہیں، نقصان دہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ منشا ہی نہیں کہ لوگوں کو ایک ہی طرح کے نظام کا پابند کر دیا جائے؛ ان کا عروج و زوال خلافت کے نظام سے وابستہ ہو جائے۔ ہمیں نہ لہنی مذہبی زندگی کے لیے خلافت درکار ہے اور نہ سیاسی زندگی کے لیے۔ خلافت نے ہمیشہ ستم ہی ڈھایا اور فساد و بگاڑ ہی پیدا کیا ہے۔¹¹¹ یہ نظریہ بالکل غلط ہے کہ خلافت آں جناب ﷺ کا دیا ہو مذہبی نظام حکومت ہے۔ آپ ﷺ نبی تھے؛ آپ ﷺ کے کام کی نوعیت خالص مذہبی تھی؛ آپ ﷺ کا منصب ہی یہ نہ تھا کہ لوگوں کو کوئی نظم ریاست و سیاست عطا کریں یا اس کا پابند بنائیں۔ آپ کی دعوت اور مشن عالمگیر یقیناً تھا، لیکن اس کا سلطنت اور حکومت سے کوئی تعلق نہ تھا؛ آپ ﷺ کی عالمگیریت کا یہ پہلو محض مذہبی تھا۔ آپ ﷺ کی یہ طور سربراہ مملکت اور بہ طور نبی حیثیتیں مختلف ہیں، جنہیں کسی طور گڈنڈنہ کرنا چاہیے۔ علی عبدالرزاق آں جناب ﷺ کی ان اقدامات کو جو آپ نے بہ طور سربراہ ریاست قیام دین کے لیے کیے، ریاست کی مذہبی تشخص کے لیے دلیل بنانے کو روا نہیں سمجھتے۔¹¹² آپ ﷺ کے اختیار و اقتدار کے دنیوی نہ ہونے اور اس اعتبار سے بحیثیت وراثت ناقابل انتقال ہونے کا ذکر کرتے ہوئے علی عبدالرزاق نے لکھا کہ جب آپ

¹¹¹ عبدالرزاق، الاسلام و اصول الحکم، 38۔

¹¹² عبدالرزاق، الاسلام و اصول الحکم، 64-69۔

ﷺ کا کوئی دنیوی اقتدار ہی نہیں تھا تو اس کی وراثت چہ معنی دارد! یہی سبب ہے کہ حضور ﷺ نے اپنا کوئی جانشین نامزد نہیں کیا۔ حضرت ابو بکر کو مسلمانوں نے اپنا نظام چلانے کے لیے منتخب کیا، جس کی نوعیت سیاسی تھی، نہ کہ مذہبی۔ ایسے ہی آپ ﷺ کے ان جانشینوں کا معاملہ ہے، جو ابو بکر کے بعد آئے۔ مردِ ایام سے مختلف عوامل کے تحت ابو بکر اور دیگر مسلم حکمرانوں کو خلیفہ کا مذہبی لقب دے کر مذہبی تقدس عطا کر دیا گیا۔ جب حضور ﷺ کے اقتدار کی نوعیت ہی مذہبی تھی، اور اس کا سیاسی حکومت و ریاست سے کوئی سروکار ہی نہ تھا، تو لا محالہ آپ ﷺ سے مذہبی امور ہی میں رہنمائی لینی چاہیے، سیاسی امور آپ ﷺ نے بھی لوگوں کے حوالے کر دیے، ہمیں بھی اسپنڈر پر اپنی ضروریات و تجربات کے مطابق طے کرنے چاہئیں۔¹¹³

طنطاوی جوہری

مفتی کے دبستانِ فکر کے افراد میں سے ایک اور نمایاں فرد ان کے شاگرد شیخ طنطاوی جوہری (1870ء-1940ء)¹¹⁴ ہیں۔ انھوں نے قرآنی آیات کو جدید سائنسی تصورات سے ہم آہنگ کرنے کے لیے انتہائی تکلف اور کھینچ تان سے کام لیا ہے۔ بعض آیات کی تاویل کرتے ہوئے وہ اس قدر آئیڈیلزم کا شکار ہو جاتے ہیں کہ دنیائے حقیقت یکسر گم ہوتی نظر آتی ہے۔ اس تاویلی رویے کے تناظر میں بعض لوگوں نے طنطاوی کو متن کی تخیلاتی و رومانوی تعبیر کے شوقین (Fond of romanticizing) قرار دیا ہے۔¹¹⁵ ان کی تفسیر کے چند نمونے دیکھیے:

¹¹³ عبدالرزاق، الاسلام و اصول الحکم، 79-102۔

¹¹⁴ شیخ طنطاوی دارالعلوم قاہرہ میں عربی ادبیاتی کے پروفیسر رہے۔ دیگر کتب کے علاوہ "الجواہر فی تفسیر القرآن" کے نام سے قرآن کی ضخیم تفسیر لکھی، جس میں آیات قرآنی کی تعبیر میں سائنسی علوم کا استعمال نہایت کثرت سے کیا۔

¹¹⁵ Baljon, *Modern Muslim Koran interpretation*, 29.

البتہ آیت دوسو و پچپن تا دوسو ساٹھ¹¹⁶ کی تفسیر میں ان آیات سے توحید کے تین ارتقائی مراحل کا بیان مراد لیتے ہوئے لکھا ہے:

اما التوحید فقد ابرز له ثلاث مراتب عجيبة: ذلك انه ابتداء بأية الكرسي وما بعدها الى قوله (أَوْلِيكَ أَصْحَابِ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ) وثنى بمحاجة ابراهيم والنمرود، وثالث بقصص العزيز وحمارة، وابراهيم وطيره.¹¹⁷

¹¹⁶ اللّٰهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الَّذِي الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ. لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ. اللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ إِلَى النُّوْرِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُمْ مِنَ النُّوْرِ إِلَى الظُّلُمٰتِ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ. اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِي حَاجَّ اِبْرٰهِيْمَ فِي رَبِّهٖ اَنْ اَتٰهُ اللّٰهُ الْمَلَكُ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمَ رَبِّ الَّذِي يُعْبَدُ وَيُعْبَدُ قَالَ اَنَا اَسْئَلُكَ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ. اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرْسِهَا قَالَتْ اِنَّ يٰجِيْ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِنَا قَالَتْ لَيْسَ لَكَ لِيْلَتٌ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَتْ بَلْ لَيْسَ لَكَ مِائَةٌ عَامٍ فَاَنْظُرْ اِلَى طَعَامِكُمْ وَمَا يَكْتُمُ عَنْ يَدَيْكَ وَيَنْظُرُ اِلَى جَارِكَ وَلَيَجْعَلَنَّ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَاَنْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْفِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا عِجْمًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتٰى قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَتْ بَلٰى وَاٰلٰئِكَ يَتِظَمَّرْنَ قُلُوْبُنَّ قَالَتْ فَمَنْ اَرْبَعَةٌ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ فَصَّرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا مِّمَّ اِذْ عُنُنَ يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ السُّجَّةَ وَاَنْتُمَا بِهَا كٰفِرٰتٌ سَعْيٰكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ.

¹¹⁷ طنطاوی جوہری، الجواہر فی تفسیر القرآن الکریم (مبصر: مصطفی البوابی، الحلبي، 1340ء)، 1/195۔

توحید کے تین عجیب و غریب مراحل ہیں: پہلے کی ابتدا آیت الکرسی سے ہوتی ہے۔ اس کا تذکرہ ارشاد الہی **أُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ** تک ہے۔ اور دوسرا ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کے مکالمے سے متعلق ہے۔ اور تیسرے کا تعلق عزیر علیہ السلام اور ان کے گدھے اور ابراہیم علیہ السلام اور ان کے پرندوں سے ہے۔

ان تین مراحل توحید کی تفصیل شیخ طنطاوی کے نزدیک کچھ اس طرح ہے کہ پہلا مرحلہ تقدیس و تعظیم باری تعالیٰ، اس کی عظمت اور جلالتِ شان، اس کی حکمت اور زمین و آسمان میں اس کے عجائب سے عبارت ہے۔ یہ صحابہ کا دورِ اہل حق اور اسلام کا ابتدائی عہد ہے، جس میں اقوامِ شرق و غرب مفتوح ہوئیں؛ جب ایمان و یقین ہر نوع کے جھگڑوں اور نزاعات سے پاک تھا۔ دوسرے مرحلے کا تعلق اس دور سے ہے جب مسلمانوں میں باہمی فرقہ بندی شروع ہو گئیں؛ ایک دوسرے کے مخالف شیعہ، سنی، معتزلی گروہ وجود میں آئے۔ تیسرے مرحلے کا تعلق امتِ مسلمہ کے مستقبل سے ہے، جب تخلیقِ عالم پر غور ہو گا اور خدا کی عجیب مخلوقات کے مطالعات سامنے آئیں گے، جیسے عزیر علیہ السلام کو کہا گیا کہ وہ اپنے گدھے کے گوشت، ہڈیوں، وغیرہ اعضاءِ جسم کا مشاہدہ کریں، اور جیسے خلیل اللہ علیہ السلام کو پرندوں کی بابت حکم دیا گیا کہ ان سے متعلق معلومات حاصل کریں، اور پھر انھوں نے ان کے پورے ڈھانچے کا گہرا مشاہدہ کیا۔ جب انھوں نے صنعتِ خداوندی کے عجائب دیکھے تو ان کا دل مطمئن ہو گیا۔ مستقبلِ قریب میں یہ اہل اسلام کا حال ہو گا۔ بخدا مسلمانوں میں بڑے بڑے فلاسفہ اور سائنس دان پیدا ہوں گے؛ وہ دوسری اقوام سے علم حاصل کریں گے۔¹¹⁸

البقرہ آیت ایک سو چھ¹¹⁹ کے حوالے سے نوح کی بحث میں جوہری نے لکھا ہے کہ ناخ اور منسوخ اللہ کے بہت بڑے راز اور اس کی بہترین شعائیں ہیں، جو انسانیت پر چمک رہی ہیں۔ بلاشبہ یہ دونوں ترقی کے راز ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے یہ دکھایا کہ کس طرح رات اور دن ایک دوسرے کو

¹¹⁸ جوہری، الجواہر فی تفسیر القرآن، 1/195۔

¹¹⁹ مَا تَنْسَخُ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِخْهَا تَابَ بِحَبْرِ مِثْلِهَا أَوْ مِثْلَهَا لَمْ يَخْلَعْهُ أَنْ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ.

منسوخ کرتے ہیں، اور واضح کیا کہ قابل کاشت زمین میں اختلاف کا ظہور موسموں کے تغیر کا نتیجہ ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے فرماتا ہے کہ اے میرے بندو! ہم نے واضح الفاظ میں بیان کر دیا ہے کہ کس طرح زمین اور آسمان، رات اور دن، زمین میں بیج بونا اور زمین کا فصل کے نیچے ہونا، ایک دوسرے کو محو کرتا اور ہر ایک دوسرے کو راستہ دیتا ہے۔ میں نے زمین پر موجود اقوام کو ہدایت کی تو انھوں نے زیادہ جدید طریقوں کو جگہ دینے کی غرض سے پرانے طریقوں کو مٹانا شروع کر دیا۔¹²⁰

ایک مقام پر جوہری نے "محکم" سے مختلف انواع حیوانات کی موجودگی اور ڈاروینی نظریات کے بارے میں مختلف تصورات اور تشابہات سے ان کے اخلاف مراد لینے کا امکان بتایا ہے، اور اس سے قرآن اور کتاب فطرت میں توافق کو موکد کرنے کی کوشش کی ہے۔¹²¹ حروف مقطعات حم طس وغیرہ اس خدائی منصوبے کا حصہ ہیں کہ لوگوں کو لفظوں کو حروف میں بدلنے کی ضرورت سے آشنا کیا جائے، کیوں کہ زبان سیکھنے کا اس کے علاوہ کوئی طریقہ نہیں۔ اسی طرح۔ مانسز اور صنعت و حرفت بھی اپنی بنیادوں کو لوٹتی ہیں۔¹²²

البقرہ آیت سڑسٹھ¹²³ کی تفسیر علم الارواح کی جدید معلومات کے تناظر میں بیان کرتے ہوئے طنطاوی نے لکھا ہے:

واما علم تحضير الارواح فانه من هذه الآية استخراجه
ان هذه الآية تتلى والمسلمون يومنون بها حتى ظهر
علم تحضير الارواح بامريكا اولاً ثم بسائر اروبا
ثانياً۔ واذ كان الابراهيم يطلب اليقين بالمعينة فنحن

¹²⁰ جوہری، الجواہر فی تفسیر القرآن، 1/93۔

¹²¹ جوہری، الجواہر فی تفسیر القرآن، 2/40-57۔

¹²² جوہری، الجواہر فی تفسیر القرآن، 2/4-14۔

¹²³ وَاِذْ قَالَ مُوسٰى لِقَوْمِهٖ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَكُمْذٰنٌ تَدْعُوْنَ بِتَفَرُّقٍ ۗ قَالُوْا اَنْتُمْ جَاهِلُوْنَ ۗ قَالَ اَلَا اَتَاكُمْ بِالْبٰرِئِ اَنْ اَكُوْنَ

اولیٰ والانبیاء اعلم منا فکان یجب علی المسلمین ان
 یكونوا هم البادئین بعلم احضار الارواح لا امریکا۔¹²⁴
 ارواح کو حاضر کرنے کا علم اس آیت سے برآمد ہوتا ہے۔ یہ آیت پڑھی
 جاتی تھی اور مسلمان اس پر ایمان رکھتے تھے۔ پھر علم تحضیر ارواح پہلے امریکا
 اور بعد میں یورپ پہنچا۔ جب ابراہیم عابد السلام چیزوں کا مشاہدہ کر کے یقین
 حاصل کرنا چاہتے تھے، تو ہم تو اس کے زیادہ محتاج ہیں کہ انبیاء کے پاس علم ہم
 سے زیادہ ہوتا ہے۔ سولازم ہوا کہ علم تحضیر الارواح کے بانی مسلمان ہوتے نہ
 کہ امریکا۔

آگے چل کر مفسر نے واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ آج کے مسلمانوں کو ان تاریخی واقعات
 سے سبق لینا اور تحقیق کرنی چاہیے۔ ارواح کو حاضر کرنے کا اگر علم نہ ہو تو ان لوگوں سے سیکھنا
 چاہیے جو اس میں دسترس رکھتے ہیں۔¹²⁵
 شیخ طنطاوی نے آیات قرآنی کی سائنسی تعبیر کے حوالے سے جو تکلف برتا ہے اس کی بنا پر محققین
 ان کی تفسیر قرآن کو تفسیر سے زیادہ عوام الناس کے لیے بائیولوجی اور دیگر سائنسی علوم کی ایک
 گائیڈ سے تعبیر کرتے ہیں۔ جے ایم ایس بلجن (Johannes Marinus Simon Baljon 1919ء-2001ء)¹²⁶ کے الفاظ میں:

¹²⁴ جوہری، الجواہری تفسیر القرآن، 1/72۔

¹²⁵ جوہری، الجواہری تفسیر القرآن، 1/72-77۔

¹²⁶ جاوا (انڈونیشیا) کے علاقے میں ڈچ مشنری کے ہاں ولادت ہوئی۔ نیدرلینڈ کی قدیم ترین یونیورسٹی ایئرکسٹ
 (Utrecht) میں ریاضیات، عربی اور سنسکرت کی تعلیم حاصل کی۔ لنڈن یونیورسٹی کے سکول آف اورینٹل اینڈ
 افریکن سٹڈیز سے عربی اور اردو پڑھی۔ 1949ء میں ایئرکسٹ (Utrecht) یونیورسٹی سے "The Reforms
 and Religious Ideas of Sir Sayyid Ahmad Khān" کے عنوان سے مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی
 ڈگری حاصل کی۔ لائینڈن یونیورسٹی میں اسلامیات کے پروفیسر رہے۔ برصغیر کی مسلم فکر دلچسپی کی خصوصی
 میدان تھا۔ سرسید اور شاہ ولی اللہ وغیرہ پر قابل ذکر مقالات و کتابچے، کے علاوہ "Modern Muslim

Without much exaggeration his commentary might be qualified as a manual for the general public on biology and other sciences...It is obvious that such a treatment of the Holy text has nothing to do with true interpretation.¹²⁷

بلا کسی مبالغے کے طنطاوی کی تفسیر عوام الناس کے لیے بایولوجی اور دیگر سائنسی علوم کی ایک گائیڈ کی حیثیت رکھتی ہے... اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قرآن پاک کی تعبیر کے اس انداز کا اس کی واقعی تعبیر سے کچھ لینا دینا نہیں۔

یہ چند مثالیں تھیں، اور بھی کئی عرب علما نے مختلف حوالوں سے آیات قرآنی کی تہجد پسندانہ تعبیرات کی ہیں۔ مثلاً بعض لوگوں نے زنا اور سرقہ وغیرہ اسلامی حدود سے متعلق لکھا ہے کہ قرآن نے اس طرح عمل کو نہیں کہا، جس طرح عام سمجھا جاتا ہے۔ چور کا ہاتھ کاٹنے یا زنا پر کوڑے اور رجم کی سزا کی حیثیت و جوہی نہیں، اٹخباہی ہے۔ اگر حاکم وقت ضروری سمجھے تو وہ یہ سزا دے سکتا ہے، شرع نے اسے پابند نہیں کیا۔ شدید سزائوں پر یقین رکھنا اسلامی قانون کو تسلیم کرنے کی راہ میں حائل ہے، لہذا اس رکاوٹ کو دور کرنا چاہیے۔ ایک صاحب قلم کے الفاظ ہیں:

فلا یكون قطع ید السارق حدا مفروضاً، لا یجوز العدول عنه فی جمیع حالات السرقة، بل یكون القطع فی السرقة هو اقصی عقوبة فیها، و یجوز العدول عنه فی بعض الحالات الی عقوبات اشد من رداة، و یكون شانہ فی ذالك شان كل المباحات التي تخضع لتصرفات ولی الامر، و تقبل التاثر بظروف كل زمان و

"1880-1960 Koran Interpretations کے عنوان سے عرب و ہند کے مسلم اسکالرز کی جدید قرآنی تعبیرات پر اہم اور وسیع تحقیق پیش کی۔

¹²⁷ Baljon, *Modern Muslim Koran interpretation*, 5-6.

مکانہ و هكذا في حد الزنا سواء كان رجماً ام جلداً۔
 وهل لنا ان نذلل بهذا عقبة من العقبات التي تقوم في
 سبيل الاخذ بالتشريع الاسلامي، مع انا في هذه الحالة
 لا نكون قد ابطالنا ولا الغينا حداً، وانما وسعنا الامر
 توسيعاً يليق بما امتازت به الشريعة الاسلامية²⁸۔

چور کا ہاتھ کاٹنا ایسی ضروری حد نہیں، جس سے کسی حال میں انحراف ممکن نہ
 ہو، بلکہ ہاتھ کاٹنا چوری کی انتہائی سزا ہے؛ بعض حالات میں اس سے مختلف
 سزا دی جاسکتی ہے۔ یوں اس کی صورت دیگر سہاحات کی سی ہو جاتی ہے، جو
 حاکم کی صوابدید پر منحصر ہوتی اور مختلف زمان و مکان میں مختلف ہو سکتی
 ہیں۔ یہی حال حد زنا کا ہے، چاہے وہ کوڑوں کی ہو یا رجم کی... کیا ہمیں نہیں
 چاہیے کہ ہم ان رکاوٹوں میں سے ایک رکاوٹ کو دور کریں جو اسلامی قانون
 کو تسلیم کرنے میں سدراہ ہے۔ خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ ہم کسی حد
 کو باطل کرنے یا اسے لغو بنانے والے بھی نہ ہوں۔ ہم تو اس صورت میں بس
 توسع اختیار کرنے والے ہوں گے، جو اسلامی شریعت کا امتیازی وصف ہے۔

بعض عربوں نے اس دعوے کے ساتھ تفاسیر لکھیں کہ وہ قرآن کی تفسیر فقط قرآن سے پیش
 کریں گے، کیوں کہ قرآن اپنی تفسیر آپ ہے، اسے کسی اور کی تشریح کی حاجت نہیں، اور پھر اپنی
 رائے کے زور پر آیات قرآنی کو آزادانہ تاویل کی سان پر چڑھایا۔ ایک صاحب نے "الهداية
 والعرفان في تفسير القرآن بالقرآن" کے عنوان سے تفسیر لکھی اور دیگر تاویلات کے
 ساتھ ساتھ قوانین فطرت کے مغربی نظریے سے موافقت کی کوشش میں حضرت
 ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور آل جناب صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآن میں مذکور
 معجزات سے انکار کرتے ہوئے انھیں بڑے شد و مد سے عام واقعات باور کرانے کی کوشش کی۔
 وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّلِيمِ يَادْنِي فَتَنْفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا يَادْنِي وَتُبْرِئُ الْأَكْمَةَ

²⁸ الدکتور محمد حسین الذہبی، التفسیر والمفسرون (القاهرة: مکتبہ وہب، ب، 3/388۔

وَالْأَبْرَصَ بِأَذْنِي“ وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَى بِأَذْنِي“ کے حوالے سے حضرت عیسیٰ کے معجزات کی تاویل کرتے ہوئے لکھا:

من هذا تعرف ان عيسى نبى ارسله الله الى بنى اسرائيل
ليشفي نفوسهم، و يحيى موت قلوبهم، فأبته فى دعوته
و سيرته وهدايته. عاش و مات كغيره من الانبيا فى
بشريته، فلم يكن خارقاً فى سنته.¹³⁰

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کو اللہ نے بنی اسرائیل کی جانب
اس لیے بھیجا تھا کہ ان کے نفوس کو شفا بخشیں اور ان کے مردہ دلوں کو زندہ
کریں۔ آپ کا معجزہ آپ کی دعوت اور سیرتِ ہدایت ہے۔ آپ نے عام
انسانوں میں انھی کی طرح زندگی گزاری، اور انھی کی طرح فوت ہو گئے، کوئی
خارق عادت امر و قوع پذیر نہیں ہوا۔

حضرت ابراہیم پر آگ ٹھنڈی ہو جانے کا مطلب ان صاحب کے نزدیک یہ ہے کہ حضرت ابراہیم
آگ میں ڈالے جانے سے بچ گئے اور ہجرت کر کے دوسری جگہ چلے گئے۔¹³¹ آں جناب ﷺ
کے اسریٰ کے تذکرے میں اسریٰ سے ہجرت اور مسجد اقصیٰ سے مسجد نبوی مراد ہے۔ لہذا مسجد
حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے جانے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ نے آپ ﷺ کو مکے سے مدینے
ہجرت کرائی۔¹³² پتنگھوڑے میں اور بڑی عمر کو پہنچ کر جناب مسیح کے کلام کرنے سے مراد یہ ہے
کہ آپ چھوٹی عمر میں بھی بہادر و جری ہوں گے، اور بڑے ہو کر بھی باہمت۔¹³³

¹²⁹ المائدہ 5: 110۔

¹³⁰ ابو زيد الدمشوري، الهداية والعرفان في تفسير القرآن بالقرآن (مصر: مصطفى الحلبي، 1349ھ)، 97۔

¹³¹ الدمشوري، الهداية والعرفان، 256۔

¹³² الدمشوري، الهداية والعرفان، 219۔

¹³³ الدمشوري، الهداية والعرفان، 44۔

ملائکہ سے دنیائے کائنات اور اس کے آدمی کو سجدہ کرنے سے مراد ہے: کائنات کا آدمی کے لیے مسخر ہو جانا۔ ایلینس سے متکبر شخص مراد ہے۔¹³⁴ سو جب حرام ہے، جب حد سے زیادہ اور اصل زر سے بڑھا ہوا ہو، ورنہ نہیں۔¹³⁵

کچھ تجدید پسند تو استشراقی و مغربی اہل قلم کی تقلید میں بہت ہی دور تک گئے ہیں۔ محمد حسین بیگل (1923ء-2016ء)¹³⁶ نے "حیاء محمد" کی تقدیم طبع ثانی میں اہل اسلام پر گہرے استشراقی اثرات اور اس کے نتیجے میں جدید مسلم اہل قلم کے استشراقی تحقیقات کو صحیح اور ناقابل تردید سمجھتے ہوئے انھیں آنکھیں بند کر کے مان لینے کے رجحان کے تذکرے میں¹³⁷ نام لیے بغیر ایک مصری عالم کا ذکر کیا ہے، جو مستشرقین کی تحقیقات کو اتنا معتبر سمجھتا ہے کہ ان کی روشنی میں قرآن میں تحریف و تبدیلی اور آں جناب ﷺ کے مرگی زدہ ہونے کو تسلیم کرنے میں بھی اسے کچھ قباحت محسوس نہیں ہوتی۔ وہ بیگل کی کتاب پر اس بنا پر معترض ہو اور اسے غیر علمی طریق تحقیق کا نتیجہ قرار دیا کہ اس میں مصنف نے گولڈ زیہر اور نوڈیکے وغیرہ جرمن مستشرقین کی تحقیقات کو بنیاد بنانے کی بجائے قرآن کو بنیاد بنایا، جس کے بارے میں یہ مستشرقین واضح کر چکے ہیں کہ آں جناب ﷺ کی وفات کے بعد اس میں ترمیم و تبدیلی ہو چکی ہے۔¹³⁸ اس شخص کے نزدیک آں جناب ﷺ کی وحی بھی آپ ﷺ کے مرض صرع کا نتیجہ تھی، جیسا کہ مستشرقین کی تحقیقات سے ثابت ہے:

¹³⁴ الد منصورى، الهدایة والعرفان، 7۔

¹³⁵ الد منصورى، الهدایة والعرفان، 53۔

¹³⁶ مصر کے معروف مصنف، صحافی اور سیاستدان۔ آپ کی "حیاء محمد" کو کتب سیرت میں اہم مقام حاصل ہے۔

¹³⁷ محمد حسین بیگل کی جانب سے جدید عرب محققین اسلام پر گہرے استشراقی اثرات کا تذکرہ اس حوالے سے زیادہ دلچسپ ہے کہ آپ خود بھی عہدہ کے مکتب فکر سے محبت و تعلق کی شہرت رکھتے تھے، جس پر مغربی اثرات کا ان صفحات میں تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

¹³⁸ محمد حسین بیگل، حیاء محمد (القاهرة: دار المعارف، الطبعة الرابعة عشرة)، 45۔

بحوث المستشرقین دلت كذلك على ان النبى كان يصاب بالصرع، وان ما كان يسميه الوحي الذى ينزل عليه انما كان اثرأ لنوبات الصرع التى كانت تعتريه، وان اعراض الصرع كانت تبدو على محمد فكان يغيبه عن صوابه ويسيل منه العرق، وتعتريه التشنجات، وتخرج من فيه الرغوة، فاذا افاق من نوبته ذكر انه اوحى اليه وتلا على المؤمنين به ما يزعم انه من وحي ربه¹³⁹

مستشرقین کی تحقیقات سے عیاں ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کو مرض صرع لاحق تھا۔ آپ ﷺ جس چیز کو وحی قرار دیتے تھے، وہ دراصل مرگی کے دوروں کا اثر ہوتا تھا، جس کے سبب آپ ﷺ لرزنے لگتے تھے۔ جب مرگی کی علامات ظاہر ہوتیں، تو آپ بے ہوش ہو جاتے؛ پسینہ بننے لگتا؛ منہ سے جھاگ نکلنا شروع ہو جاتی۔ جب آپ اس کیفیت سے نکلے تو فرماتے کہ مجھ پر وحی آئی ہے اور پھر مومنین کے سامنے اسے اس یقین سے تلاوت کرتے کہ وہ وحی ربانی ہے۔

الغرض مغربی و استشراقی اثرات کے تحت عالم عرب کے، بہت سے دانش ور، سکالرز اور اہل تفسیر اسلام کے اصول و احکام اور آیات قرآنی کی مغربی اصول و تہذیب سے مطابقت کرتی ہوئی تعبیر اور مغربی تہذیبی اصولوں پر مسلم معاشروں کی تئید و تشکیل پر زور دینے لگے۔ یہ لوگ مغرب اور مستشرقین سے اس درجہ متاثر تھے کہ مولانا ابوالحسن علی ندوی کے بقول ان عرب اہل فکر و قلم کے اندر مغربی روح پوری طرح سرایت کر چکی تھی۔ وہ اسی کے دماغ سے سوچتے تھے، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اسی کے دماغ سے سانس لیتے تھے۔ مستشرقین کے شاگرد عرب دانش ور اپنے مستشرق اساتذہ کی صداے بازگشت بن کر انھی کے خیالات و نظریات پورے یقین و وثوق اور پورے جوش و سرگرمی کے ساتھ اپنے ملک میں پھیلانے کی کوشش کرتے۔ دنیا کے کسی گوشے میں اگر

کوئی مستشرق کوئی نظریہ یا خیال پیش کرتا، تو عربوں میں نہ صرف اس کی حمایت کرنے والا بلکہ پورے خلوص اور پورے زورِ قلم کے ساتھ اس کا شارع و داعی کوئی نہ کوئی ادیب اور مفکر اسی وقت پیدا ہو جاتا۔ قرآن مجید کا انسانی تعبیر کا نتیجہ ہونا، دین و سیاست کی تفریق، اسلام کے نظم حکومت سے یکسر لاتعلقی، اسلام کا محض اعتقادات اور اخلاق و عبادات تک محدود ہونا، سیکولرزم کی دعوت، عربی زبان و ادب کے اولین ماخذ (شعر جاہلی و غیرہ) کی صحت و ثبوت سے انکار، حدیث و سنت کی حجیت و صحت کا انکار یا تشکیک، عورتوں کی آزادی اور مردوں کے ساتھ کلی مساوات، بے پردگی کی تلقین و تحریک، فقہ اسلامی کو رومن لا سے ماخوذ اور اس کی سپرٹ سے متاثر قرار دینا، قدیم تہذیبوں کے احیا کا نعرہ، عہدِ فرعون کی تقدیس اور اس کی تہذیب، ادب اور کارناموں پر فخر، مقامی عامی زبان میں تصنیف و تالیف اور لاطینی حروف کو اختیار کرنے کی دعوت، مغربی اصول و قانون کی بنیاد پر قانون سازی، عربی قومیت سوشلزم و کمیونزم کی دعوت، ان سب چیزوں میں مغربی فکر کے گھنے سائے آپ کو اہل عرب کے دماغوں، ان کی تحریروں پر اپنے بازو پھیلائے ہوئے نظر آئیں گے۔ وہ ان پر اس طرح جھاگئے، جیسے بڑے درخت نوخیز پودوں کو اپنے سائے میں لے لیتے ہیں۔ مغربی فکر کا اثر ان پر اس طرح پڑتا نظر آتا ہے، جیسے کسی صاف شفاف آئینے میں آفتاب کا عکس۔¹⁴⁰

مغربی اثرات اور اس کے نتیجے میں مفتی عبدہ کے نظریات نے ان کے شاگردوں، حلقہ فکر کے افراد اور آگے چل کر ان سے اکتسابِ فیض کرنے والوں کو تجرد و مغربیت میں غلو اور اسلام کو اپنے من پسند نظریات کے مطابق ڈھالنے کی راہ دکھائی۔ البرٹ حورانی (Albert Fadlo Hourani، 1915ء-1993ء)¹⁴¹ نے عبدہ کے نظریات اور ان کے نتائج و عواقب کا ذکر کرتے ہوئے اس حقیقت کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے:

¹⁴⁰ ندوی، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، 147-149۔

¹⁴¹ بہانی نژاد برطانوی مورخ و مستشرق۔ مانچسٹر میں پیدا ہوئے اور یہیں ایک تاجر کی حیثیت سے مقیم رہے۔ امریکن یونیورسٹی آف بیروت (American University of Bayrūt) میں تدریس کے فرائض

It was, of course, easy in this way to distort if not destroy the precise meaning of the Islamic concepts, to lose that which distinguished Islam from other religions and even from non-religious humanism....It was not an accident that, as we shall see, one group of his disciples were later to carry his doctrines of complete secularism.¹⁴²

اس طریقے سے اسلامی نظریات کے مخصوص معانی کو تباہ و برباد نہیں، تو مسخ بلاشبہ کیا جاسکتا ہے۔ اس سے اسلام کا دوسرے مذاہب حتیٰ کہ لاد مذہب یومیونزم سے بھی کوئی امتیاز باقی نہیں رہ جاتا... جیسا کہ ہم دیکھیں گے، یہ محض اتفاق نہیں کہ عہدہ کے شاگردوں کا ایک گروہ بعد میں ان کے عقائد و نظریات کو مکمل سیکولرزم کی طرف لے گیا۔

سر سید احمد خاں اور ان کا حلقہ فکر

سر سید احمد خاں

قرآن کی جس طرز کی متجددانہ تعبیر کی بنیاد عالم عرب میں مفتی محمد عبدہ نے رکھی تھی، برصغیر میں اس طرز کی متجددانہ تفسیر قرآن کے بانی سر سید احمد خاں (1817ء-1898ء)¹⁴³ ہیں۔ اہل

انجام دیے۔ تاریخ عرب اور مشرق وسطیٰ سے متعلق "A history of the Arab peoples", "Arabic thought in the Liberal age 1789-1939" وغیرہ مشہور کتابیں تحریر کیں۔

¹⁴²Hourani, *Arabic thought in the liberal age*, 144-145.

¹⁴³اسلام کی تجدید پسندانہ تعبیر کے حوالے سے برصغیر بلکہ، کہنا چاہیے، عالم اسلام کا سب سے بڑا اور نمایاں نام۔ (اس لیے کہ نہ صرف سر سید کی مذہبی تعبیرات اور ان کا فکری ارتقاء عالم عرب کے مفتی محمد عبدہ سے تیس بتیس برس پہلے کا ہے بلکہ وہ مذہبی نصوص کی تجدید پسندانہ تعبیرات میں بھی عہدہ سے بہت آگے ہیں) سر سید کی تعلیم و تربیت روایتی طریق پر ہوئی، آپ کی شخصیت، تحریریں اور طرز عمل بھی شروع میں اسی نوع کا تھا۔ (اس

مغرب اور مستشرقین سے تاثر کے نقطہ نظر سے سر سید عابدہ سے بہت آگے نظر آتے ہیں۔ انھوں نے قرآنی بیانات کو جدید تصورات سے ہم آہنگ کرنے کے لیے متفق علیہ تفسیری اصولوں کو بالکل نظر انداز کر دیا۔ ان کی "تفسیر القرآن" میں، بقول سید عبد اللہ (1906ء-1986ء)¹⁴⁴، روایات سے بغاوت اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی نظر آتی ہے،¹⁴⁵ انھوں نے درک آف

زمانے کی تحریروں میں آپ بالکل روایتی مذہبی نقطہ نظر کے آدمی دکھائی دیتے ہیں (لیکن 1869ء-1870ء میں قیام انگلستان کے دوران مغربی تہذیب سے اس قدر متاثر ہوئے کہ آپ کی فکر و شخصیت مکمل طور پر بدل گئی۔ آپ ہندوستان کی مسلم سوسائٹی میں مغربی اصول و اقدار پر اصلاح و ترقی کے پر جوش داعی اور مبلغ بن گئے۔ آپ کی تصانیف میں "آثار الصنادید"، "اسباب بغاوت ہند"، "تاریخ سرکشی ضلع بجنور"، "سفر نامہ لندن"، "خطبات احمدیہ"، "تفسیر القرآن"، "تعیین الکام"، "احکام طعام اہل کتاب" اور دیگر بہت سی کتب شامل ہیں۔ مسلمانان برصغیر کی معاشرتی و تعلیمی ترقی کے لیے انتھک محنت کی۔ علی گڑھ کالج قائم کیا، جس نے مسلمانان برصغیر کے لیے تعلیمی اہمیت کے اعتبار سے عالمگیر شہرت حاصل کی۔ اس حوالے سے سر سید کی خدمات بلاشبہ غیر معمولی ہیں، جن کا اعتراف آپ کے سخت مخالفین کو بھی ہے۔ لیکن آپ کے بہت سے مذہبی نظریات ایسے ہیں کہ آپ کے پر جوش حامی اور مداح بھی بعض اوقات آپ کا دفاع کرنے سے گریز کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

¹⁴⁴ اور نیشنل کالج پنجاب یونیورسٹی، لاہور کے سابق پرنسپل، اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے سابق صدر نعیمی اور اردو کے نام ور محقق و ادیب۔ اردو کے ساتھ ساتھ عربی و فارسی اور انگریزی ادبیات میں بھی مہارت بہم پہنچائی تھی۔ ادبیات فارسی میں ہندوؤں کے حصے پر انگریزی میں مقالہ لکھ کر ڈی لٹ کی ڈگری حاصل کی؛ یہ مقالہ اردو میں کئی مرتبہ طبع ہو چکا ہے۔ میر (1723ء-1810ء)، غالب (1797ء-1869ء) اور اقبال سے خصوصی شغف تھا۔ مطالعہ اقبال کے حوالے سے صفحہ اول کے محققین میں شمار کیے جاتے ہیں؛ اقبالیات سے متعلق "مطالعہ اقبال"، "رمز اقبال" مقاصد اقبال"، "شیخ اکبر اور اقبال" اور "مسائل اقبال" وغیرہ کئی تصانیف یادگار چھوڑیں۔ دیگر کتابوں میں "نقد میر"، "دلی [دلی محمد ولی دکنی، 1667ء-1707ء] سے اقبال تک"، "سر سید احمد خاں اور ان کے نام ور رفقا کی اردو نثر کا فنی و فکری جائزہ"، وغیرہ شامل ہیں۔ اردو کی ترویج و ترقی کے لیے انتھک محنت کی۔

گاڈ اور ورڈ آف گاڈ کی مطابقت کا اصول پیش کیا اور پھر قرآن میں کسی معجزے یا خوارق کے تذکرے کے روایتی تصور کو یکسر مسترد کر دیا۔¹⁴⁶ ان کے نزدیک قرآن اور دیگر کتب سماوی میں معجزات کا جو ذکر ہے، وہ تمثیلی و استعاراتی یا افسانوی رنگ لیے ہوئے ہے۔ ڈاکٹر ٹرول (Christain W. Troll، پیدائش 1937ء) کے مطابق سرسید کو انکارِ معجزات کی راہ

¹⁴⁵ سید عبداللہ، سرسید احمد خاں اور ان کے نامور رفقاء اردو نثر کا فنی و فکری جائزہ (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، 1994ء)، 30، 32۔

¹⁴⁶ معجزات کے امکان و وقوع کے تناظر میں سرسید اور عہدہ کے حوالے سے یہ تقابلی معلومات افزا ہو گا کہ اس ضمن میں سرسید احمد خاں ان سے بہت بڑھ کر تجدد پسند واقع ہوئے ہیں۔ وہ معجزات کی اپنی نئی تاویل پر اصرار کرتے دکھائی دیتے ہیں، جب کہ عہدہ کے خیالات و افکار سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ معجزات کی جدید تعبیر بس جدید ذہن کو مطمئن کرنے کے لیے کر رہے ہیں، اور فقط یہ کہہ رہے ہیں کہ اس سے متعلق یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے ان کے یہاں روایتی تعبیر کے کلی انکار یا اس کی تردید کا رجحان کم ہی دکھائی دیتا ہے۔ ہاں مفتی کے شاگرد رشید رضا اس ضمن میں مفتی سے آگے بڑھتے دکھائی دیتے ہیں، جیسا کہ اوپر ان کی معجزانہ واقعات کی تعبیر کے مطالعے سے ظاہر ہو رہا ہے۔

¹⁴⁷ جرمن مستشرق۔ برلن میں پیدا ہوئے۔ بون یونیورسٹی اور بیروت کی سینٹ جوزف یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی۔ لاطینی، یونانی، عربی، فارسی، اردو، ترکی وغیرہ متعدد زبانیں سیکھیں۔ اردو زبان و ادب میں بی اے آنرز کیا۔ لندن یونیورسٹی سے سرسید احمد خاں: فکرِ اسلامی کی تعبیر نو (Sayyid Ahmad Khān: A Reinterpretation of Muslim theology) کے عنوان سے مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ ایران، بھارت اور پاکستان میں مقیم رہ کر یہاں کی فکر و ثقافت وغیرہ سے متعلق رسوخ حاصل کرنے کی کوشش کی۔ بھارت کے ایک ادارے میں بارہ سال تک پڑھاتے رہے۔ برمنگھم، روم اور انقرہ وغیرہ مختلف علاقوں میں تدریسی خدمات انجام دی ہیں۔ فلسفہ اور مسلم علم الکلام، ڈاکٹر ٹرول کی دلچسپی کا خصوصی میدان ہے۔ جدید مسلم فکر اور الہیات و دینیات پر ان کی بہت سی کتابیں اور مقالات شائع ہو چکے ہیں۔ برصغیر کے جدید مذہبی رجحانات کے حوالے سے سرسید کے علاوہ شبلی، ابوالکلام آزاد (1888ء-1958ء)، جماعت اسلامی اور تبلیغی جماعت وغیرہ

دکھانے میں معجزاتی عناصر پر ولیم میور کی تنقید نے نمایاں حصہ لیا۔ میور کی تقلید میں سرسید اس بات کے قائل ہو گئے کہ حضور کی پیدائش سے متعلق بیان کیے جانے والے معجزات سب شاعرانہ تخلیق ہیں۔¹⁴⁸ سرسید نے سورہ بنی اسرائیل کی پہلی آیت کی تفسیر میں حضور کے معراج جسمانی سے متعلق تمام احادیث کو ناقابل اعتبار اور ان کے بیان کو خلاف قانون قدرت قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ: "واقعات خلاف قانون فطرت کے وقوع کا ثبوت اگر گواہان روایت بھی گواہی دیں تو محالات سے ہے۔"¹⁴⁹ اور اس کے بعد تفصیلی بحث کر کے معراج رسول ﷺ کو خواب میں پیش آنے والا روایا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔¹⁵⁰ یہ صرف ایک مثال ہے، ورنہ وہ قرآن میں کہیں بھی معجزہ مذکور ماننے سے انکاری ہیں۔ اس سلسلے میں بنی اسرائیل کے عبور دریا اور موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کے دیگر معجزات کی بھی انھوں نے عجیب و غریب اور دور از کار تاویلات کی ہیں۔¹⁵¹ ان کا کہنا ہے کہ حضور ﷺ کے پاس کوئی معجزہ نہ تھا، اور حضور ﷺ کے

سے متعلق بھی مقالات تحریر کیے ہیں۔ قیام بھارت کے دوران "Islam in India" کے عنوان سے چار جلدیں شائع کیں؛ جن میں برصغیر کی جدید مذہبی فکر سے متعلق مغرب اور برصغیر کے معروف اہل علم کے مقالات پیش کیے گئے تھے۔

¹⁴⁸ ڈاکٹری ڈبلیو ٹرول، سرسید احمد خاں: فکرِ اسلامی کی تعبیر نو، ترجمہ۔ ڈاکٹر قاضی افضل حسین اور محمد اکرام چغتائی (لاہور: القمر انٹرنیشنل، 1998ء)، 206، 207۔

¹⁴⁹ قانون قدرت کے تصور اور اس کی تعبیر کے حوالے سے سرسید اور عبدہ کے خیالات کے تقابلی سے معلوم ہوتا ہے کہ سرسید اسے معجزات و خوارق کے عدم وقوع پر دلائل تک ممتد کرتے ہیں، جب کہ عبدہ اس کو بالعموم سنت اللہ کی اس تعبیر تک محدود رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں قوموں کو جو عروج و زوال، انعام و عذاب دیتا ہے، وہ اس کے اس قانون کے مطابق ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شخص اور قوم کو وہی کچھ عطا کرتا ہے جس کی وہ اہل ہوتی، جس کے لیے وہ کوشش کرتی اور جس کے لیے وہ اپنا استحقاق بناتی ہے۔ (قانون قدرت سے متعلق عبدہ کی

اس تعبیر کی تفصیلات کے لیے دیکھیے: آدم، اسلام اور تحریک تجدید مصر میں، 204-205)

¹⁵⁰ سرسید احمد خاں، تفسیر القرآن مع اصول تفسیر (لاہور: دوست ایسوسی ایشن، 1995ء)، 1075، 1197۔

¹⁵¹ سرسید، تفسیر القرآن مع اصول تفسیر، 162، 147، 143، 399، 426، 427۔

پاس کوئی معجزہ نہ تھا۔ جن واقعات کو لوگ معروف معانی میں معجزات کہتے ہیں وہ درحقیقت معجزات نہ تھے، بلکہ قانونِ فطرت کے مطابق وقوع پذیر ہونے والے واقعات تھے۔¹⁵² سرسید کے نزدیک نبوت ایک فطری چیز ہے۔ خدا اور پیغمبر میں بجز اس ملکہ نبوت کے جس کو ناموس اکبر یا جبریل اعظم کہا جاتا ہے، کوئی ایسی چیز یا پیغام پہنچانے والا نہیں ہوتا۔ جس طرح تمام ملکاتِ انسانی کسی محرک کے پیش نظر اپنا کام کرتے ہیں، اسی طرح ملکہ نبوت بھی کسی مخصوص امر کے پیش نظر فعال ہو جاتا ہے۔¹⁵³ وہ جس طرح جبرئیل کو ملکہ نبوت کہہ کر اس کے خارجی وجود سے انکار کرتے ہیں، ایسے ہی تمام ملائکہ، شیطان اور جنات کا بھی خارجی وجود تسلیم نہیں کرتے۔¹⁵⁴ تخلیق و ہبوطِ آدم سے متعلق آیات کو ڈاروینی ارتقاءیت سے ہم آہنگ کرنے کے لیے آدم کے شخص وجود سے انکار کرتے ہوئے بڑے زور دار الفاظ میں کہا:

آدم کے لفظ سے وہ ذاتِ خاص مراد نہیں جس کو عوام اور مسجد کا ملا باوا آدم

کہتے ہیں، بلکہ اس سے مراد نوعِ انسانی ہے۔¹⁵⁵

¹⁵² سرسید، تفسیر القرآن مع اصول تفسیر، 580۔

¹⁵³ سرسید، تفسیر القرآن مع اصول تفسیر، 578، 565، 96، 90۔

¹⁵⁴ سرسید، تفسیر القرآن مع اصول تفسیر، 108، 106، 117، 613، 625۔

¹⁵⁵ سرسید، تفسیر القرآن مع اصول تفسیر، 124۔ آدم کی تعبیر کے حوالے سے بھی سرسید عمدہ سے بہت بے باک نظر آتے ہیں، عمدہ نے اسے ہر نسل کا الگ مورث اعلیٰ یا ایسا فرد سمجھ لینے کی گنجائش پر اکتفا کیا تھا، جو مختلف اقوام یا سائنسی تحقیقات کے پیش کردہ تصورات کے موافق ہو، ساتھ ہی انھوں نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر کوئی شخص اس باب میں عام روایتی نقطہ نظر ہی رکھتا ہو، تو بھی اسے غلط قرار نہیں دیا جاسکتا۔ (آدم، اسلام اور تحریک تجدیدِ مصر میں، 201-202)۔ لیکن سرسید یہاں اس روایتی تصور سے سخت بے زاری ظاہر کر رہے ہیں۔ یہاں یہ ذکر بھی خالی از دلچسپی نہ ہو گا کہ رشید رضا کے "النار" نے اس سوال کا کہ اگر کوئی شخص کسی قرآنی شخصیت کے وجود سے انکار کرتا ہے، تو کیا وہ مسلمان کہلانے کا مستحق ہے؟ جواب دینے ہوئے لکھا تھا کہ اگر کوئی شخص کسی قرآنی شخصیت مثلاً آدم یا ابراہیم کے وجود سے انکار کرتا ہے، تو اسے کافر قرار دیا جائے گا، تاہم اس شخص کو کافر قرار نہیں دیا جاسکتا جو اس نوع کی قرآنی آیات مثلاً آہرہ آدم کی تعبیر مثالی انداز میں کرتا ہے۔ (آدم، اسلام اور تحریک تجدید

سر سید حدیث، اجماع اور قیاس وغیرہ کو اصولی دین میں شامل نہیں سمجھتے۔ انھوں نے بقول مولانا حالی (1837ء-1914ء)¹⁵⁶، اپنے جدید علم کلام کا موضوع اور اسلام کا حقیقی مصداق صرف قرآن مجید کو قرار دیا؛ اس کے سوا تمام مجموعہ احادیث کو اس دلیل سے کہ ان میں کوئی حدیث مثل قرآن کے قطعی الثبوت نہیں، اور تمام علماء و مفسرین کے اقوال و آراء اور تمام فقہاء و مجتہدین کے قیاسات و اجتہادات کو اس بنا پر کہ ان کے جواب دہ خود علماء و مفسرین اور فقہاء و مجتہدین ہیں، نہ کہ اسلام، اپنی بحث سے خارج کر دیا۔¹⁵⁷

مولوی چراغ علی

جہاں تک سر سید کے معاصر ہم خیالوں اور تبعین کا تعلق ہے، ان میں سب سے پہلے مولوی چراغ علی (1844ء-1895ء)¹⁵⁸ کا نام آتا ہے۔ مولوی چراغ علی نے اپنی اہم ترین تصنیف انگریزی

مصر، (270)۔ یعنی وہ شخص کافر قرار نہ پائے گا جو کسی قرآنی شخصیت سے کوئی ایسی شخصیت مراد لے لیتا ہے، جو جدید سائنسی معلومات سے موافقت کرتی دکھائی دیتی ہے اور جس سے قرآن کے بیان کی تکذیب لازم نہیں آتی، خواہ وہ شخصیت اس طرح کی نہ ہو، جیسی روایتا بیان ہوتی رہی ہے۔

¹⁵⁶ اردو کے نام ور شاعر، ادیب، انشا پرداز اور نقاد۔ شاعری میں غالب اور مذہبی افکار میں سر سید سے استفادہ کیا۔ غزل، نظم، مرثیہ، قصیدہ وغیرہ مختلف اصنافِ شعر میں نہایت خوب صورت اشعار کہے۔ آپ کی نظم "مد و جزر اسلام" جو "مسدس حالی" کہلاتی ہے، اردو شاعری کی مشہور ترین نظموں میں سے ہے۔ شاعری کے علاوہ سوانح نگاری اور تنقید میں بھی منفرد کام کیے۔ سوانح میں "یادگار غالب"، "حیات جاوید" اور "حیات سعدی" اور تنقید میں "مقدمہ شعر و شاعری" کو بہت پذیرائی حاصل ہوئی۔

¹⁵⁷ مولانا الطاف حسین حالی، حیات جاوید (لاہور: جبرہ انٹرنیشنل، 1984ء)، 1/213۔

¹⁵⁸ مولوی چراغ علی کے اجداد کشمیر کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد ایک مدت سے سہارن پور میں آباد تھے۔ 1857ء کی جنگ آزادی سے قبل انھوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی میں ملازمت اختیار کر لی تھی۔ 1856ء میں جب کہ چراغ علی کی عمر بارہ برس تھی، ان کے والد کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد مولوی چراغ علی کا خاندان میرٹھ منتقل ہو گیا۔ 1872ء میں مولوی چراغ علی لکھنؤ کی جوڈیشل کمشنری میں منصری کی اسامی پر تعینات ہوئے۔ قیام لکھنؤ کے دوران انھوں نے شہر کی سماجی اور ثقافتی سرگرمیوں میں نمایاں حصہ لیا۔ لکھنؤ میں آمد سے

زبان میں "سلطنتِ عثمانیہ اور دیگر مسلم ریاستوں میں مجوزہ قانونی، سیاسی اور سماجی اصلاحات" کے عنوان سے پیش کی، جو بنیادی طور میکلم میکال (Malcolm MacColl، 1831-1907) ¹⁵⁹ کے

قبل ہی مولوی چراغ علی کو مذہبی مسائل سے از حد لگاؤ تھا۔ (قاضی جاوید، سرسید سے اقبال تک (لاہور: تخلیقات، 1998)، 48-49)۔ پادریوں اور مشنریوں کے اسلام پر اعتراضات کے تناظر میں مولوی چراغ علی مرزا غلام احمد قادیانی (1835ء-1908ء) میں کشش محسوس کرنے لگے؛ جو ان دنوں مسیحی پادریوں سے مناظروں میں مشہور ہو چکے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے مرزا کو "براہین احمدیہ" لکھنے میں مدد بھی دی تھی۔ (سید عبداللہ، "سرسید کے ہم خیال علما کے دینی نظریے۔" اور نیشنل کالج میگزین 15، شمارہ۔ 55 (1938ء)؛ 56)۔ بعد ازاں چراغ علی کا جھکاؤ سرسید احمد خاں کی طرف ہونے لگا، اور دونوں کے درمیان شخصی تعلقات پیدا ہو گئے۔ مولوی چراغ علی کو سرسید کا پیرو اور متبع قرار دیا گیا ہے؛ لیکن اہل تحقیق کے مطابق، ان کا داغ سرسید کے داغ کا پیکانکس نہ تھا، بلکہ اس بات کا امکان زیادہ ہے کہ دونوں ایک دوسرے سے متاثر ہوئے۔ دونوں میں چراغ علی عہد نامہ قدیم اور عبرانی زبان سے زیادہ واقف تھے۔ مزید برآں جنات کو ایک قدیم قوم قرار دینے میں سرسید نے چراغ علی کا اتباع کیا تھا۔ (عزیز احمد، برصغیر میں اسلامی جدیدیت، 95)۔ تاہم یہ لہنی جگہ حقیقت ہے کہ مولوی چراغ علی نے سرسید کو اپنا رہنما بنایا؛ نظریہ فطرت اور قوانین فطرت کے حوالے سے مولوی صاحب عین سرسید کے پیرو ہیں۔ ڈاکٹر سید عبداللہ کے مطابق گو سرسید کے تمام رفقاء ان کے مقلد اور قبیح کہلاتے ہیں، لیکن مولوی چراغ علی کو سرسید سے جو اتفاق رائے تھا، وہ شاید کسی اور کو نہ تھا۔ اس لحاظ سے اگر نیچری کے لفظ کا اطلاق سرسید پر ہو سکتا ہے، تو مولوی چراغ علی کو ان سے کم نیچری نہیں کہا جاسکتا۔ (سید عبداللہ، "سرسید کے ہم خیال علما کے دینی نظریے۔" 56)۔ مولوی چراغ علی کو ہندوستان کے فاضل ترین لوگوں میں شمار کیا گیا ہے۔ مختلف علوم اور زبانوں سے غیر معمولی واقفیت بہم پہنچائی تھی۔ عربی اور فارسی کے علاوہ انگریزی، عبرانی، سریانی اور کلدانی زبانوں کے بھی شاعر تھے۔ انگریزی اپنی ذاتی محنت سے سیکھی، مگر اس میں اتنی صلاحیت پائی کہ اپنی اہم ترین تحریریں اور افکار انگریزی میں پیش کیے۔

¹⁵⁹ برطانوی پادری، ماہر قانون، مصنف۔ مولوی چراغ علی نے زیر نظر کتاب کے تعارف کے ابتدائی الفاظ میں وضاحت کی ہے کہ یہ صفحات میکلم میکال کے اس مضمون کے جواب میں پیش کیے جا رہے ہیں جو

ایسے مستشرقین کے ان اعتراضات کو رد کرنے کی غرض سے لکھی گئی تھی کہ اسلام میں تغیر پذیر انسانی صورت حال اور نسل انسانی کے سماجی، سیاسی اور تہذیبی ارتقا کے ساتھ مطابقت اختیار کرنے کی کوئی صلاحیت موجود نہیں۔ لیکن استشراقی اعتراضات کے جوابات میں مولوی صاحب کارویہ نہایت معذرت خواہانہ ہو گیا: وہ اسلام کی توسع اور پکچ پسندی کے تصور کی مبالغہ آمیز تعبیر کرتے ہوئے اسلام کو اس قدر تغیر پذیر بنا دیا کہ اسے لگے کہ گویا وہ جدید زمانے اور تہذیب کی ہر چیز قبول کرنے کو تیار ہے۔ فی الواقع انھوں نے اسلام کو ایسا بتانے کی کوشش کی جو نو آبادیاتی صاحبان اختیار و اقتدار اور مغربی اہل علم و فکر کے لیے زیادہ سے زیادہ قابل قبول ہو۔ مولوی صاحب نے ثابت کرنے کی کوشش کی کہ قرآن کا سیاسی و سماجی یا قانونی ضابطوں سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کو محض فرد کی زندگی کے اخلاقی پہلو سے سروکار ہے۔ آں حضور ﷺ نے کوئی سماجی و قانونی ضابطہ مرتب کیا نہ ایسا کرنے کا حکم دیا۔ اس کے برعکس مسلمانوں کو ایسے نظام قائم کرنے کی اجازت دے دی گئی جو ان کے گرد و پیش ہونے والی سیاسی اور معاشرتی تبدیلیوں سے، وقت کے تقاضوں کے مطابق ہم آہنگی پیدا کر سکیں۔¹⁶⁰ کلاسیکی اسلامی قانون بنیادی طور پر شریعت نہیں بلکہ وہ رواجی قانون ہے،

“Contemporary Review” کے اگست 1881ء کے شمارے میں بعنوان: “Are reforms possible under Mussulman Rule” شائع ہوا۔

¹⁶⁰ اسلامی نظم ریاست و حکومت سے متعلق مولوی چراغ علی اور علی عبدالرزاق کے افکار میں بہت زیادہ مماثلت ہے۔ مولوی چراغ علی اپنے یہ خیالات علی عبدالرزاق سے قبل پیش کر چکے تھے۔ علی عبدالرزاق کی کتاب “الاسلام و اصول الحکم” 1925ء میں شائع ہوئی، جب کہ مولوی چراغ علی کی “The proposed political, legal and social reforms in the Ottoman Empire and other Muhammdan States” 1883ء میں شائع ہو چکی تھی۔

جس کے اندر ایام جاہلیت کے عربی اداروں کے باقی ماندہ اجزا و عناصر یا وہ احادیث شامل ہیں جو اکثر جعلی ہیں، اور غلط طور پر پیغمبر اسلام ﷺ کی طرف منسوب کر دی گئی ہیں۔¹⁶¹

احادیث کو ساقط الاعتبار ٹھہرانے کے حوالے سے مولوی چراغ نے دلائل پیش کرتے ہوئے کہا کہ احادیث پیغمبر ﷺ کے الفاظ کو بعینہ پیش نہیں کر سکتیں یہ صرف مفہوم پیش کرتی ہیں اور مفہوم میں تبدیلی کی جاسکتی ہے، لہذا احادیث قابل اعتبار نہیں۔¹⁶² حضرت محمد ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب احادیث جمع اور قلم بند کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ عام مسلمان ہیر و ریشپ کے جذبے سے مغلوب ہو کر اپنے پیغمبر ﷺ کی باتیں بڑھا چڑھا کر بیان کرتے تھے، اور انھیں مافوق الفطرت صفات سے متصف کرتے تھے۔ حضور ﷺ کے انتقال کے بعد احادیث کی فراہمی شروع ہوئی، تو احادیث کا دریا بہ نکلا۔ جھوٹ سچ واقعات اور قصے کہانیاں گڈمڈ ہو گئے۔ بد وقت ضرورت خلیفہ یا امیر کو خوش کرنے کے لیے یا مختلف مذہبی اور تمدنی دیاسی امور کو خلفا اور امیروں کی منشا کے موافق ثابت کرنے کے لیے زبانی احادیث کے حوالے پیش کیے جانے لگے۔ مطلق العنان بادشاہوں کی نفسانی خواہشات و جذبات اور ہر قسم کی لغویات اور کذب کے لیے آل جناب ﷺ کا نام مطعون کیا جانے لگا۔ مگر احادیث کی تنقید اور چھان بین کے لیے کوئی معیار قائم نہ ہوا، اور ایسے کسی عقلی اصول یا معیار صداقت کے قیام کی ضرورت بھی نہیں، کیوں کہ احادیث بجائے خود ناقابل اعتبار ہیں۔¹⁶³

اسلامی فقہ نویس اور دسویں صدی کی اسلامی معاشرت کی عکاس ہے۔ روایتی اسلامی شریعت ممکن ہے ان چند محجرب اسلامی معاشروں میں قابل عمل ہو، جو تبدیلی لانے سے انکار کرتے ہیں، لیکن اس

¹⁶¹ Chirāgh Alī, *The proposed political, legal and social reforms in the Ottoman Empire and other Muhammadan States* (Bombay: Education Society's press, 1883), 10-12.

¹⁶² مولوی چراغ علی، رسائل چراغ علی (حیدرآباد: کتب خانہ آصفیہ، 1918ء)، 99۔

¹⁶³ مولوی چراغ علی، اعظم الکلام فی ارتقاء الاسلام، ترجمہ۔ مولوی عبدالحق (حیدرآباد: کتب خانہ آصفیہ،

کی بعض شقیں ان مسلم ممالک میں، جو مغربی ممالک کے زیر اثر آچکے ہیں، دقانونی ہو چکی ہیں۔ مثلاً ترکی، ہندوستان، الجزائر وغیرہ میں، ایک نئے شرعی نظریے کے وجود پذیر ہونے کی ضرورت ہے، جو موروثی شرعی قانون میں مکمل پارلیمانی تبدیلیاں لاسکے، اور شرعی قوانین میں پائی جانے والی تقاضاے وقت کے خلاف، موجودہ معیارات کے لحاظ سے ناکافی، غیر ترقی پذیر اور غیر انسانی شقیں خارج کر سکے۔ عیسائی حکومت کے زیر کنٹرول علاقوں میں مسلمانوں کو اجازت ہونی چاہیے کہ وہ اپنے کچھ قوانین کو بدیسی قوانین کے مطابق بنا سکیں۔¹⁶⁴ عجم کی اسلامی قانون کو دور جاہلیت کے عربوں کے رواج کی روشنی پر لکھا جانا چاہیے، جس میں بچوں کا قتل، غیر محدود تعدد ازواج اور عورتوں سے ہر ممکن طریقے سے جائز و ناجائز تمتع عام تھا۔ قرآن نے بتدریج عورتوں کے مرتبے کو بلند سے بلند تر بنادیا؛ تعدد ازواج کو چار تک محدود کر کے عدل کا پابند بنادیا، جسے جنسی تعلقات میں محبت کا مترادف سمجھنا چاہیے۔ مرد کے لیے بیک وقت ایک سے زیادہ عورتوں سے محبت میں عدل ممکن نہیں، لہذا قرآن کا مقصود تعدد ازواج کو نفسیاتی طور پر ناممکن بنا کر بتدریج منسوخ کرنا ہے۔ فقہا اسلامی قانون کے سلسلے میں مقصود قرآنی کو سمجھنے میں ناکام رہے ہیں۔ انھوں نے قرآن کی روح کو شرعی عمل سے دبا دیا، اور وہ ابتدائی مشرقی روایاتی رسمیں جاری کر دیں، جنھیں قرآن درحقیقت مذموم قرار دے چکا تھا۔¹⁶⁵

مولوی چراغ علی کے نزدیک آں جناب سَیِّدُ الْغَنَمِ کا کردار ایک مصلح کا ہے، جس نے قدیم عربوں کے توہمات کی جگہ وحدانیت کو دے دی؛ عربوں اور دوسری قوموں کے اخلاقی معیار کو بلند کیا؛ تعدد ازواج کو محدود کر کے عورتوں کا مقدر سنوارا؛ غلامی کی حوصلہ شکنی کی اور بچوں کے قتل کا

انسداد کیا۔¹⁶⁶

¹⁶⁴ Chirāgh Alī, *The proposed political, legal and social reforms in the Ottoman Empire and other Muhammadan States*, xxvii-xxxviii, 95-100.

¹⁶⁵ Chirāgh Alī, *The proposed political, legal and social reforms*, 112-113.

¹⁶⁶ چراغ علی، تحقیق الجہاد، ترجمہ۔ غلام الحسین (حیدرآباد: کتب خانہ آصفیہ، 1913)، 78۔

ممتاز علی

سر سید کے ایک اور معاصر پیر و مولوی ممتاز علی (1860ء-1935ء)⁶⁷ ہیں۔ ممتاز علی نے عورتوں کی آزادی کے مسئلے کو خصوصیت سے موضوع بحث بنایا۔ وہ ان روایتی دلائل کو سختی سے مسترد کرتے ہیں، جن کے مطابق مرد جسمانی طور پر زیادہ مضبوط، زیادہ دانش مند، نسبتاً کم جذباتی اور کم توہم پرست ہوتا ہے، اور اس بنا پر وہ خدا کے خلیفہ اور نائب ہونے کا اعزاز رکھتا ہے، اور کتب سماوی اس کو عورت کے برعکس متعدد شادیاں کرنے کی اجازت دیتی ہیں، مگر عورت کو متعدد شوہر کرنے کی اجازت نہیں دیتیں، مردوں کو جنت میں حوروں کا وعدہ ہے، مگر عورتوں کے لیے اس نوع کا کوئی وعدہ نہیں۔ وہ مرد اور عورت کی مکمل مساوات کے قائل ہیں، بلکہ وہ عورت کی مرد پر فوقیت کے حامی ہیں۔ اپنی کتاب "حقوق نسواں" کا ایک باب انھوں نے عورتوں کے مقابلے میں مردوں کی فضیلت کو باطل ثابت کرنے کے لیے مختص کیا ہے۔ انھوں نے مردوں کی برتری کے تصور کی تردید کرتے ہوئے ثابت کرنے کی کوشش کی کے اس ضمن میں جتنے دلائل دیے جاتے ہیں، بے بنیاد ہیں۔ ان کے خیال میں مرد کو عورت سے زیادہ طاقت ور بتا کر اس کی برتری کا جواز پیدا کرنا اس بنا پر غلط ہے کہ مرد کے مقابلے میں عورت کی جس جسمانی کمزوری کا ذکر کیا جاتا ہے، وہ حقیقی نہیں، بلکہ آب و ہوا اور سماجی و تمدنی اثرات کا نتیجہ ہے۔ اقتدار و حکومت کو مرد اپنی برتری کی دلیل خیال کرتے ہیں، حالانکہ اس کا حصول کسی ایک مرد کے زور بازو سے ممکن نہیں ہوتا، بلکہ ساتھیوں کی طاقت سے ممکن ہوتا ہے۔ عنانِ حکومت اگر عورت کے ہاتھ میں ہو تو وہ مرد سے کسی طرح کم اہل نہیں ثابت ہوتی۔ اس حوالے سے مرد اور عورت کی مساوات کے اثبات

⁶⁷ مولوی ممتاز علی دیوبند کے فاضل تھے۔ بانی مدرسہ دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی (1833ء-1880ء) کی صحبت اٹھائی۔ گورنمنٹ ہائی سکول لاہور اور گورنمنٹ کالج لاہور سے بھی تعلیم حاصل کی۔ مختلف مسائل کے حوالے سے سر سید سے رابطہ ہوا، تو ان کے خیالات و افکار سے بہت متاثر ہوئے۔ عورتوں کے حقوق سے متعلق کام میں شہرت حاصل کی۔ "حقوق نسواں" کے نام سے کتاب لکھی۔ "تہذیب نسواں" کے نام سے پرچہ جاری کیا۔ ممتاز علی کے احوال اور کاموں کی تفصیلات کے لیے دیکھیے: نازنین اختر، "شمس العنساہد ممتاز علی کی شخصیت اور علمی، ادبی و صحافتی خدمات۔" (مقالہ بی ایچ ڈی اردو، پنجاب یونیورسٹی لاہور، 1986)

کے لیے ممتاز علی نے رضیہ سلطانہ (1205ء-1240ء)¹⁶⁸ اور ملکہ وکٹوریہ (Queen Victoria، 1819ء-1901ء)¹⁶⁹ وغیرہ کی مثالیں دی ہیں، جنہوں نے امورِ حکومت کو بخوبی سرانجام دیا۔ ممتاز علی مردوں کے تفوق کے لیے اس دلیل کو بھی قابلِ اعتنا نہیں سمجھتے کہ نبی صرف مردوں کو بنایا گیا۔ ان کی دلیل ہے کہ فریضہ نبوت مردوں کو اس وجہ سے سونپا گیا کہ وہ خانگی ذمہ داریوں سے آزاد رہ کر یکسوئی سے دعوت کا کام کر سکیں۔ پھر یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ ایک لاکھ تیس ہزار نو سو ستر پیغمبروں میں سے ہم چند ایک کے حالات سے واقف ہیں۔ سو یہ حکم نہیں لگایا جاسکتا کہ کوئی عورت نبی نہیں رہی۔ سورہ النساء کی آیت چونتیس¹⁷⁰ میں قواموں اور فضل کے الفاظ کے تناظر میں عورت کے مقابلے میں مرد کے تفوق کی کلاسیکی تاویلات قرآن کی صحیح ترجمان ہونے کی بجائے ان ادوار کے مروجہ قوانین کی آئینہ دار ہیں۔ آیت کا مفہوم یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ عورتیں ان مردوں پر فوقیت رکھتی ہیں، جو ان کے لیے کام کرتے ہیں۔ بعض کی بعض پر فضیلت سے قرآن کی مراد بعض مردوں کی بعض مردوں پر فضیلت ہو سکتی ہے۔ اگر دوسرے بعض کا تعلق عورتوں سے ہو تو بھی تمام مردوں کی برتری ثابت نہیں ہوتی۔ تو ام سے حاکم کی بجائے "قیام کرنے والا" مراد لینا چاہیے، جو کاروباری مصروفیات اور انتظام و انصرام کے باعث بیٹھنے کی فرصت نہیں پاتا۔ دنیا میں اسیر و غریب، فیاض و بخیل ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت اور حسبِ معیشت و استطاعت عورتوں

¹⁶⁸ سلطنتِ دہلی کے خاندانِ غلاماں کے حکمران شمس الدین التمش (م 1236ء) کی بیٹی، سلطنتِ دہلی کی پہلی اور آخری خاتونِ حکمران۔ اسے سلطان التمش نے اپنے بیٹوں پر ترجیح دیتے ہوئے اپنی جانشین نام زد کیا تھا۔ عرصہ اقتدار 1236ء-1240ء ہے۔ نہایت بہادر خاتون تھی۔ کہا جاتا ہے کہ رضیہ سلطانہ کے نام سے پیدا ہونے والے سلطان کی بیوی کے تاثر کو ختم کرنے کی غرض سے، رضیہ سلطانہ کی بجائے رضیہ سلطان کہلانا پسند کرتی تھی۔

¹⁶⁹ ملکہ برطانیہ۔ ملکہ انڈیا بھی کہی جاتی ہے۔ عرصہ اقتدار 1837ء-1901ء ہے۔ ملکہ وکٹوریہ کا زمانہ سلطنتِ برطانیہ کے غیر معمولی عروج و طاقت کا عہد ہے۔

¹⁷⁰ اَلرِّجَالُ قَوْمُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ۔

کی خدمت کا حکم دیا۔¹⁷¹ ممتاز علی کے خیال میں حوا کے مقابلے میں آدم کی تخلیقی اولیت اور استحقاقی فوقیت یہودی اور عیسائی عقیدہ ہے، نہ کہ قرآنی۔ قرآن اس باب میں خاموش ہے؛ جس سے مردوں کی برتری کی یہ دلیل بھی باطل ٹھرتی ہے۔ تعدد ازدواج کے اختیار سے بھی مردوں کی برتری ثابت نہیں ہوتی کہ اللہ نے اسے عدل کی شرط سے مشروط کر کے ناممکن العمل بنا دیا ہے۔ مرد طلاق کے اختیار کو برتری کا سبب خیال کرتے ہیں، حالانکہ آں جناب ﷺ نے اسے بدترین فعل قرار دیا ہے۔ عورت کو بھی خلع کا اختیار ہے، لیکن اسے شارع نے حاکم کے سپرد کر کے عورت کو اس دھبے سے بچا لیا ہے۔¹⁷²

ممتاز علی کا خیال تھا کہ مرد وچہ پردہ خواتین کی صحت و تعلیم میں رکاوٹ ہے۔ لہذا عورتوں کو چاہیے کہ مختلف امور کی انجام دہی میں اس غیر شرعی پردے کو ترک کر دیں۔ قرآنی تناظر میں دلیل دیتے ہوئے انھوں نے واضح کیا کہ پردے سے متعلق آیات قدیم عرب کی سماجی برائیوں کی طرف اشارہ کرتی ہیں، لہذا اسی زمانے اور سماج سے متعلق ہیں؛ انھیں عام اور پابند بنانے والے احکام کی جگہ نہیں دینی چاہیے۔ مرد اور سے متعلق قرآنی آیات میں بنیادی طور پر احترام و آداب کی تعلیم ہے۔ سورہ احزاب میں جس پردے کا حکم ہے، اس کا تناظر یہ ہے کہ اہل عرب میں اس زمانے کے آوارہ منش عورتوں کو تنگ کرتے تھے، اس سے بچنے کے لیے انھیں خاص وضع میں باہر نکلنے کی تاکید کی گئی۔ یہ تاکید آج کی ہندوستانی عورتوں کے مروجہ پردے کے لیے کوئی دلیل نہیں۔ ہندوستان میں جو پردے کو یہ شکل دے دی گئی ہے کہ عورت کے سسرالی عزیزوں، شوہر کے پھوپھی زاد، ماموں زاد بھائیوں حتیٰ کے سسر سے بھی پردے پر زور دیا جاتا ہے، اور لڑکی کی والدہ، چچیاں پھوپھیاں، ممانیاں دامادوں سے پردہ کرتی ہیں، اس کو ختم ہونا چاہیے۔ وہ جیٹھ کو موت قرار دینے والی حدیث کی توجیہ یہ کرتے ہیں کہ اس میں موت سے مراد پردہ کرنے کی ضرورت پر زور دینا نہیں، بلکہ یہ باور کرانا ہے کہ جس طرح موت سے چھٹکارا ممکن نہیں، ایسے ہی عورتوں کا اپنے شوہروں کے بڑے بھائیوں کے سامنے آنا ناگزیر ہے۔ انھوں نے مشورہ دیا کہ ہمیں عورتوں

¹⁷¹ ممتاز علی، حقوق نسواں (لاہور: رفہ عام، 1898ء)، 5-7۔

¹⁷² ممتاز علی، حقوق نسواں، 7-37۔

کو مختلف تقریبات میں شریک کرنا چاہیے۔ اس سے مردوں کو شائستگی اختیار کرنے میں مدد ملے گی، کیوں کہ خواتین کی موجودگی میں وہ غیر شائستہ گفت گو وغیرہ سے اجتناب کریں گے۔ وہ لڑکیوں کے اچھے رشتوں کی تلاش کے حوالے سے تجویز دیتے ہیں کہ لڑکیوں کو شادی بیاہ وغیرہ تقریبات میں شریک کرایا جائے، تاکہ کنبہ برادری کے لوگ ان کی صورت و سیرت سے واقف ہو جائیں، اور رشتے طے کرنے اور شادیوں میں آسانی ہو۔ شادیوں کے ضمن میں لڑکیوں کی رضامندی کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے مولوی ممتاز علی نے کہا کہ بڑوں کو چاہیے کہ وہ چھوٹی عمر میں لڑکیوں کی شادیوں سے گریز کریں، نیز شادی کے لیے ان سے رضامندی لی جائے۔ شادی کی بنیاد محبت اور فطری انتخاب ہونی چاہیے، اور یہ جیسے مرد کا حق ہے عورت کا بھی ہے۔ اس اصول سے انحراف موجودہ معیارات کے مطابق غیر انسانی وغیر اخلاقی اور مختلف معاشروں کے مروجہ قوانین میں فقہا کی قانونی رخنہ اندازیوں کے ذریعے عورتوں کے خلاف ناجائز فوائد حاصل کرنے کے مترادف ہے۔¹⁷³

عورت کی آزادی سے معاشرے کے اخلاقی معیارات کے ڈھیلے ہو جانے کے خطرے کا اوہلا کیا جاتا ہے، حالانکہ خدا نے عورت کو آزاد اور مساوی درجے پر پیدا کیا ہے۔ بد اخلاقی کا تعلق عورت کی آزادی کی بجائے مرد کے مسخ شدہ جذبات سے ہے۔ سماج کے ناپسندیدہ عناصر سے عورتوں کو محفوظ رکھنے کے لیے انھیں پردہ کرانے کی بجائے ایسے عناصر کے خلاف تعزیری اقدامات ہونے چاہئیں۔ عورت اور مرد کی علاحدگی کے عادی معاشروں کو مخلوط معاشروں کے اخلاقی معیارات پر پورا اترنے کے لیے وقت چاہیے۔¹⁷⁴

¹⁷³ ممتاز علی، حقوق نسواں، 64-119۔

¹⁷⁴ ممتاز علی، حقوق نسواں، 44-94۔

سید امیر علی

سر سید کے ایک اور نام ورمعاصر ہم خیال سید امیر علی (1849ء-1928ء)¹⁷⁵ ہیں۔ یہ مولانا حالی کے مطابق مغربی اہل الرائے سے اسلام کی عذر خواہیوں اور توضیحات میں اور اسلامی معاشرتی اور مذہبی خیالات کی از سر نو تعمیر اور جدید خیالات کی ترویج میں سر سید احمد خاں کے پیرو تھے۔¹⁷⁶ ان کی مشہور تصنیف "روح اسلام" (The Spirit of Islam) نے صرف مغرب

¹⁷⁵ سید امیر علی کے والد کے اجداد میں سے ایک شخص نادر شاہ (شاہ ایران، 1888ء-1747ء) کے دہلی پر حملے کے دوران ہندوستان آئے اور اودھ میں آباد ہو گئے تھے۔ آپ کے والد کنک (اڑیسہ) میں قیام پذیر رہے۔ یہیں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ کے والد اپنے خاندان کو پہلے کلکتے اور پھر جنسورے لے گئے۔ آپ کے والد نے انگریز حکومت کی جانب سے خصوصی تعلیمی سہولیات حاصل کر لی تھیں۔ سید امیر علی نے کلکتہ یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کی اور غیر معمولی قابلیت و اہلیت بہم پہنچائی۔ مطالعے کا اتنا شوق تھا کہ بیس سال کی عمر میں شیکسپیر، ملٹن (John Milton، 1608ء-1674ء) اور کیٹس (John Keats، 1795ء-1821ء) سمیت بہت سے انگریز شعر اور ناول نگاروں کی اکثر تحریریں پڑھ ڈالی تھیں۔ 1869ء-1873ء کے دوران لندن میں قیام رہا اور وہاں کے لبرلز کے اثرات قبول کیے۔ کلکتہ ہائی کورٹ کے جج اور کلکتہ یونیورسٹی کے استاد کی حیثیت سے خدمات سر انجام دیں۔ 1877ء میں کلکتے میں "Central National Muhamedan Association" کے نام سے ایک سیاسی تنظیم قائم کی اور پچیس سال تک اس کے پیٹ فارم سے مسلمانوں کے سیاسی حقوق کے لیے جدوجہد کی۔ 1904ء میں ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے بعد لندن میں سکونت اختیار کر لی۔ 1908ء میں لندن مسلم لیگ کی بنیاد رکھی، جو آل انڈیا مسلم لیگ سے الگ اور خود مختار جماعت تھی۔ 1909ء میں جوڈیشل کمیٹی آف پریوی کونسل کے پہلے ہندوستانی ممبر بنے۔ 1910ء میں لندن میں پہلی مسجد کی بنیاد رکھی۔ انگلستان ہی میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ متعدد کتابیں تحریر کیں، جن میں "The Spirit of Islam" اور "A Short History of Saracens" نے بہت شہرت حاصل کی۔ "سپرٹ آف اسلام" کو کئی مغربی مصنفین کی جانب سے مغرب کے لیے اسلام کا بہترین تعارف اور اس کے اعتراضات کا موثر ترین دفاع قرار دیا گیا۔

ہی میں قبولیتِ عامہ حاصل نہیں کی بلکہ برصغیر اور مصر کے مغربی تعلیم یافتہ مسلمانوں پر بھی گہرے اثرات ڈالے۔¹⁷⁷ امیر علی کے ہاں اسلامی عقائد و تصورات کی اسی نوع کی تجدید پسندانہ تعبیرات ملتی ہیں، جو سرسید اور مکتبِ علی گڑھ کی بیچان ہیں۔ عزیز احمد (1914ء-1978ء)¹⁷⁸ کے مطابق وہ متقدمین سیرت نگاروں کی کتابوں سے وہی مواد اخذ کرتے ہیں، جو پیغمبر اسلام ﷺ کا ایسا موقع پیش کرے جو جدید دور کے عظمتِ انسانی کے مغربی تصورات سے ہم آہنگ ہو۔ وہ مکتبہ علی گڑھ کی طرح قرآن کے وقتی اور دائمی احکام میں امتیاز کے قائل ہیں، یعنی ایک تاویلی حل جسے تجدید پسند بار بار اختیار کرتے ہیں۔ جس حکم کو وہ وقتی سمجھتے ہیں اسے تاریخی

¹⁷⁷ احمد امین، زعماء الاصلاح فی العصر الحدیث (قاہرہ: 1948ء)، 139، 145۔

¹⁷⁸ اردو کے معروف ادیب، شاعر اور ناول نگار۔ ریاست حیدرآباد سے تعلق رکھتے تھے۔ عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد اور لندن یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کی۔ کچھ عرصہ شہزادی در شہوار (سلطنتِ عثمانیہ کے آخری خلیفہ عبدالحمید ثانی کی صاحبزادی، شہزادی خدیجہ خیرہ عانتہ، 1914ء-2006ء) کے پرائیویٹ سیکرٹری رہے۔ 1949ء میں پاکستان منتقل ہو گئے، اور یہاں شعبہ فلم و مطبوعات کے ڈائریکٹر کی حیثیت سے کام کیا۔ 1957ء میں لندن یونیورسٹی کے سکول آف اورینٹل اینڈ افریکن سٹڈیز سے وابستہ ہو گئے۔ 1962ء میں یونیورسٹی آف ٹورنٹو، کینیڈا میں اسلامیات کے استاد مقرر ہوئے۔ کینیڈا ہی میں وفات پائی۔ عزیز احمد کو اردو کے علاوہ فارسی، انگریزی، فرانسیسی، جرمن وغیرہ متعدد زبانوں پر دسترس حاصل تھی۔ فیوڈل سسٹم کے قباحتوں اور معاشرتی انصاف کی ضرورت کو نمایاں کرنے کے تناظر میں نہایت اہم ناول تحریر کرنے کے ساتھ ساتھ تاریخِ اسلام اور برصغیر کی جدید مسلم فکر پر واقع تحقیقات پیش کیں۔ اول الذکر تناظر میں آپ کے ناول "ہوس"، "آگ"، "گریز"، "ایسی بلندی ایسی پستی" اور "شبنم" اور موخر الذکر حوالے سے آپ کی کتابیں "Islamic Modernism in India and Pakistan"، "An Intellectual History of Islam in India"، "Studies in Islamic Culture in Indian Environment"، "A History of Islam Sicily" غیر معمولی اہمیت کی حامل تحریریں ہیں۔

رنگ دے کر قبول کر لیتے ہیں اور وہ خفیف سے خفیف جز جس میں وہ اسلامی عقیدے کی روح کا فرما خیال کرتے ہیں، اس کو انتخاب اور تشریح کے ذریعے دائمی قرار دے دیتے ہیں۔¹⁷⁹ اپنے تجدد پسندانہ رویے کے تناظر میں امیر علی اہل سنت کے مقابلے میں معتزلہ کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس ضمن میں وہ اشعری (ابوالحسن الاشعری، 873ء-936ء یا 260ھ-324ھ)¹⁸⁰ اور غزالی (1058ء/448 یا 450ھ-1111ء/508 یا 508ھ)¹⁸¹ سے بھی نالاں ہیں کہ انھوں

¹⁷⁹ عزیز احمد، برصغیر میں اسلامی جدیدیت، 136، 143۔

¹⁸⁰ مسلم سنی کلامی مکتبِ فکر "اشاعرہ" یا "اشعری" کے بانی، مشہور مسلم متکلم اور فلسفی۔ فقہ میں شافعی المسلک تھے۔ آپ فلسفہ و کلام میں مشہور معتزلی فلسفی اور متکلم ابو علی محمد الجبائی (م 915ء) کے شاگرد تھے۔ روایات میں آیا ہے کہ آپ شروع میں خود بھی معتزلی عقائد کے حامل تھے، بعد ازاں خواب میں حضور ﷺ کی زیارت اور آپ ﷺ کی طرف سے اپنی سنت و احادیث کی حمایت کی تلقین کے نتیجے میں، معتزلہ کو چھوڑا، اور معتزلی عقائد کی تردید شروع کر دی۔ معتزلہ کے بالمقابل آپ کے کلامی مکتبِ فکر کو بہت شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی۔ آپ کی تصانیف تین سو کے قریب بتائی جاتی ہیں، لیکن ان میں سے صرف چند دستیاب ہیں، جن میں "مقالات الاسلامیین و اختلاف المصلین"، "کتاب اللمع فی الرد علی اهل الزيغ والبدع"، "کتاب الابانۃ عن اصول الدیانۃ" وغیرہ شامل ہیں۔

¹⁸¹ مشہور مسلم مفکر، متکلم، فلسفی، فقیہ، اور صوفی؛ جتہ اسلام زین الدین امام ابو حامد محمد بن محمد الغزالی الشافعی۔ تاریخ اسلام کی نہایت نمایاں اور متاثر کن شخصیت ہیں۔ مدرسہ نظامیہ بغداد میں مدرس رہے۔ فلسفے کا مطالعہ کیا اور اسلامی عقائد وغیرہ سے متعلق شکوک و شبہات کا شکار ہو گئے۔ کئی سال تک دشتِ الحاد و انحراف میں پھرا کیے۔ پھر تصوف و سلوک کی طرف مائل ہوئے، اور ایک عرصے تک روحانی تجربات و مشاہدات میں منہمک رہے۔ بالآخر تشکیک و الحاد کا خاتمہ ہوا اور اسلامی عقائد و مابعد الطبیعیاتی امور پر یقین نہایت پختہ ہو گیا۔ تشکیک و الحاد سے یقین محکم کے مراحل تک کی یہ داستان آپ نے اپنی مشہور کتاب "المنقذ من الضلال" میں بیان کی ہے۔ فلسفے اور فلاسفہ پر نقد کے ضمن میں بھی آپ کا کام بہت اہمیت کا حامل ہے۔ آپ کا خیال تھا کہ عام فلسفی چیزوں کو جس انداز سے پیش کرتے ہیں، اس سے عام مسلمانوں کے عقائد میں خرابی پیدا ہو سکتی ہے۔ چنانچہ آپ نے فلسفیوں کے خلاف اسلام افکار و نظریات کا فلسفیانہ اور عقلی بنیادوں پر نہایت زور دار محاکمہ کیا۔ فلسفہ اور

نے معتزلہ کی مخالفت اور تردید کر کے اسلامی معاشرے کو معتزلی فکر کے غیر معمولی علمی و سائنسی نتائج سے محروم کر دیا۔ ان راسخ العقیدہ علمائے ایسا جمود طاری کیا کہ مسلم سوسائٹی اس کے نتائج سے آج تک بھگت رہی ہے۔ وہ ان بزرگوں کو سائنس اور فلسفے کی راہیں مسدود کرنے کے ذمے دار¹⁸² قرار دیتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے:

کلام کی تاریخ کا یہ غیر معمولی کارنامہ آپ نے "تہافتہ الفلاسفہ" کے عنوان سے انجام دیا۔ مذکورہ کتابوں کے علاوہ امام غزالی نے "احیاء علوم الدین"، "الاقتصاد فی الاعتقاد"، "فیصل التفرقة بین الاسلام والزندقة"، "منہاج العابدین"، "المستصفی فی علم اصول الفقہ"، "جواہر القرآن و دررہ"، "کیمیائے سعادت" وغیرہ متعدد تصانیف پیش کیں۔ آپ کی کتب آپ کے تجربہ علمی اور مختلف علوم و فنون میں غیر معمولی درک و دسترس نے کی ناطق شہادتیں ہیں۔ آپ کی فکری بلندی اور علمی عظمت کو مشرق و مغرب میں وسیع پیمانے پر خارج تھمیں پیش کیا گیا ہے؛ دنیا کے بڑے بڑے اداروں، جامعات اور سکالرز کی طرف سے آپ کی فکر پر تحقیقات کی گئی ہیں۔

¹⁸² اگرچہ کئی فلسفہ اور سائنس مخالف راسخ العقیدہ علما کا بھی یہی خیال ہے کہ ان لوگوں نے فلسفے اور عقل کی مخالفت کی، لیکن ان بزرگوں کو سائنس و فلسفے اور جدید دریافتوں کی کوششوں کا مخالف سمجھنا راقم کے نزدیک ان کے ساتھ زیادتی ہے۔ ایسا سمجھنے والے دراصل اس زمانے کے جدید فلسفے اور علم کلام کے بعض غلط نتائج کی تردید کے حوالے سے ان کی کوششوں سے یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ وہ اس کی اہمیت ہی کے منکر ہیں، حالانکہ کسی علم کے غلط نتائج کا مقصد اس کی اہمیت سے انکار کسی طور قرار نہیں پاسکتا۔ ان بزرگوں نے تو خود ان علوم پر زور دیا، بلکہ معتزلہ کی تردید عقلی بنیادوں اور ان کے اپنے طرز بحث و استدلال کی روشنی ہی میں کی؛ اپنا اور اہل سنت کا موقف انھی بنیادوں پر ثابت کیا۔ اس میں شبہ نہیں کہ اسلام میں عقل کے استعمال پر جتنا زور دیا گیا ہے کسی اور مذہب میں نہیں دیا گیا۔ اسلام کوئی ایک بھی غیر عقلی یا عقل مخالف بات نہیں منواتا، ہاں یہ الگ بات ہے کہ کوئی بات کسی وقت کسی کی عقل میں نہ آ رہی ہو، تو وہ اسے غیر عقلی کہ دے۔ اس کے نزدیک معجزات وغیرہ بظاہر غیر عقلی باتیں بھی عین عقلی ہیں۔ راقم الحروف نے 'الشریعت' میں شائع شدہ اپنے ایک تفصیلی مضمون میں بحث کر کے ثابت کیا تھا کہ اس نوع کے جن بزرگوں کو عقل و سائنس مخالف کہا جاتا ہے، وہ ہرگز اس کے مخالف نہیں، بلکہ ان کی تحریریں تو ان کو مہیتر لگاتی ہیں؛ بھلا جو مذہب خود عقلی و سائنسی ہو، اس پر پختہ ایمان رکھنے والے اور اس کے دفاع

By their denunciations of science and philosophy, by their exhortations that besides theology and law no other knowledge was worth acquiring, they did more to stop the progress of the Moslem world than most other Moslem scholiasts. And up to this day their example is held forth as a reason for ignorance and stagnation.¹⁸³

(اشعری اور غزالی نے) سائنس اور فلسفے کو ہدفِ تنقید و مذمت بنا کر اور اس بات پر زور دے کر کہ دینیات اور فقہ کے سوا کوئی علم مفید نہیں، دنیائے اسلام کی ترقی کو روکنے میں وہ کردار ادا کیا، جو دیگر مسلم شراحِ اسلام سے بہت بڑھ کر ہے۔ ان کی مثال آج تک جہالت اور جمود کا باعث بنی ہوئی ہے۔

اسلام کو جدید زمانے کے تقاضوں کے سے ہم آہنگ کرنے سے متعلق اپنے نظریے کے تناظر میں سید امیر علی نے یہ باور کرانے کی کوشش کی اب چوں کہ حالات بہت بدل چکے ہیں، اس لیے ابتدائی مسلم سوسائٹی کے مسائل کے حل کے لیے دیا گیا پروگرام قابلِ تقلید نہیں۔ پیغمبرِ اسلام ﷺ کے مخاطبینِ اولین کے دلوں میں اپنے ہادی کا جو اکرام و احترام تھا، اس کا قدرتی تقاضا تھا کہ وہ اپنے آپ کو پورے طور پر اس رنگ میں رنگ لیتے، اس کے آنے دن کے طور طریقوں کا کامل اتباع کرتے، اس کی حوادث سے مملو زندگی کے واقعات کو ایک مستقل حیثیت دے دیتے اور

کے لیے زندگی وقف کر دینے والے عقل کی مخالفت کیسے کر سکتے ہیں! سو یہ بزرگ نہ عقل مخالف ہیں اور نہ سائنس اور فلسفہ مخالف۔ ان کی مخالفت فی الواقع اس ذہنیت سے ہے جو بس اپنی عقل ہی کو عقل مانتی ہے۔ ملاحظہ کیجیے: ڈاکٹر محمد شہباز منج، "فکر مغرب: بعض معاصر مسلم ناقدین کے افکار کا تجزیہ" الشریعہ، 25، شمارہ۔ 2 (2014ء): 25-34، شمارہ۔ 3 (2014ء): 37-44۔

¹⁸³ Sayyid Amr Ali, *The Spirit of Islam in the life and teachings of Mohammed* (Calcutta: S.K Lahiri, 1902), 429.

ایسے احکام اور قواعد و ضوابط کو جو ایک نوزائیدہ معاشرے کے ہنگامی مسائل سے متعلق بنائے گئے تھے، اپنے دلوں پر کا نقش فی الحجر کر لیتے، لیکن یہ خیال کرنا پیغمبر اسلام ﷺ کے ساتھ ناانسانی ہے کہ اس عظیم ترین مصلح، عقل کی حاکمیت کے سب سے بڑے حامی، یہ اعلان کرنے والے نے کہ اس کائنات پر ایک ضابطہ قوانین لاگو ہے اور دائمی ارتقا آئین فطرت کا بنیادی تقاضا ہے، کبھی یہ سوچا ہو گا کہ اور تو اور ایسی ہدایات بھی جو ایک نیم مہذب قوم کی عارضی ضرورتیں پوری کرنے کی غرض سے دی گئی تھیں، رہتی دنیا تک لیے ناقابل تفسیر سمجھی جائیں گی۔ پیغمبر اسلام ﷺ سے بڑھ کر کسی شخص کو اس بات کا احساس نہ تھا کہ اس ترقی پذیر دنیا میں، جس کے اجتماعی و اخلاقی مظاہر ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں، نئی ضرورتیں پیدا ہوتی رہیں گی اور یہ ممکن ہے کہ اس پر جو آسانی ہدایات نازل ہوئیں، وہ تمام ممکن حالات پر منطبق نہ ہو سکیں۔ یہ عظیم شخص اپنے وقت کے مسائل سے پوری طرح واقف تھا؛ یہ جانتا تھا کہ جن لوگوں سے اس کا سابقہ تھادہ کس طرح اجتماعی و اخلاقی مایوسی کی دلدل میں پھنسے ہوئے تھے۔ چنانچہ اپنے خداداد تعقیق نظر اور وسعت فکر کی بدولت اس نے اس بات کا ادراک کر لیا، بلکہ کہنا چاہیے پیش گوئی کی کہ ایک ایسا وقت بھی آئے گا جب اتفاقی و عارضی ہدایات کو کلی ہدایات سے متمایز کرنا ضروری ہو گا۔¹⁸⁴

سید امیر علی کا کہنا ہے کہ مجتہدین، علمائے فقہ اور رواۃ میں سے اکثر و بیشتر ایسے تھے، جنہوں نے اپنے مفادات یا بادشاہوں کو خوش کرنے کی خاطر پیغمبر اسلام ﷺ کے ارشادات کو ایسے معانی پہنائے، جو اصل مفاہیم کی ضد تھے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ اکثر و بیشتر قواعد و ضوابط، جو آج مسلمانوں کے دلوں پر حاکم ہیں، نصوص قرآنی پر مبنی نہیں۔ مسلمانوں کی ترقی فرسودہ روایات سے نجات حاصل کرنے سے ممکن ہو گی، اسی طرح جیسے یورپ کی ترقی کلیسا کی بیڑیاں اتار پھینکنے سے ممکن ہوئی تھی۔ مذہبی زندگی کی تجدید کے لیے ضروری ہے کہ لوگوں کے ذہن اس غلامی سے آزاد ہو جائیں، جس کی زنجیروں میں وہ صدیوں کی لفظی تعبیروں اور تقلید کے نظریے کی بنا پر جھکڑے ہوئے ہیں۔ وہ ظاہریت جو عبادت کرنے والے کے دل سے خطاب نہیں کرتی، ترک کرنی پڑے گی۔ خارجی آداب کو باطنی جذبات کے تابع کرنا ہو گا اور اخلاق کے سبق دلوں پر نقش کرنے ہوں

¹⁸⁴ سید امیر علی، روح اسلام، ترجمہ۔ محمد ہادی حسین (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، 1992ء)، 304-305۔

گے۔ یہ سب کچھ اس وقت ہو گا، جب حضور ﷺ کے سکھائے ہوئے فرائض کے بارے میں نئے سرے سے ذوق و شوق پیدا ہو گا۔ دنیاے اسلام میں اصلاح اس وقت شروع ہوگی، جب اس امر کا اعتراف کیا جائے گا کہ کلام الہی چاہے کسی زبان میں ہو کلام الہی ہی رہتا ہے، اور خدا کا ذکر چاہے کسی زبان میں ہو خدا کو قبول ہوتا ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے خود اپنے ایک تابع کو اپنی زبان میں نماز کی اجازت دے دی تھی، یہی نہیں بلکہ اس بات کی بھی آپ ﷺ نے اجازت دی تھی کہ قرآن پاک کی تلاوت اپنی زبان میں کر لیا کریں۔¹⁸⁵

آیت مبارکہ اِذْ تَسْتَعِيضُونَ رَبِّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اِنِّي مُهِدْكُمْ بِالْفِ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْسِدِيْنَ¹⁸⁶ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سید امیر علی نے فرشتوں اور شیطان کے خارجی وجود کو باطل ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ اس آیت میں بیان کردہ واقعے کو اسلوب بیان کی ساحری اور شاعرانہ بلاغت سے تعبیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فرشتوں کے خدا کی طرف سے جنگ کرنے کے تصور میں جو شاعرانہ عنصر ہے اس کے نقش و نگار کو قرآن میں موعے قلم کی جن سادہ جنبشوں سے ابھارا گیا ہے، وہ خوب صورتی اور بلاغت میں زبور کی بلیغ ترین عبارتوں کا مقابلہ کرتی ہے، اور دونوں میں ایک ہی طرح کی شعریت ہے۔¹⁸⁷

سید امیر علی نے اس ضمن میں مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ملائکہ ایک داخلی تصور ہے؛ جن چیزوں کو آج ہم قوانین فطرت کہتے ہیں پرانے لوگ انھی کو فرشتے یعنی آسمانی کارپرداز خیال کرتے تھے۔ شیطان سے متعلق حضور ﷺ کے اقوال کا تجزیہ کریں تو بھی ایک موضوعی تصور سامنے آتا ہے، جسے آپ ﷺ نے اپنے پیروکاروں کے فہم کے مطابق الفاظ کا جامہ

¹⁸⁵ امیر علی، روح اسلام، 307-309۔

¹⁸⁶ الانفال 9:8۔

¹⁸⁷ سید امیر علی، روح اسلام، 152۔

پہنایا۔ جب کسی نے آپ سے سوال کیا کہ شیطان کہاں ہے؟ تو آپ ﷺ نے اپنے دل کی طرف اشارہ کیا کہ یہاں!¹⁸⁸

سید امیر علی حشر جسمانی اور جنت و دوزخ کے حسی نعماء و آلام کے تصور کی تردید کرتے ہیں۔ انھوں نے آیات قرآنی **يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمَطْمَئِنَّةُ أَزِجِي إِلَىٰ رَبِّكَ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۖ فَأَذْخِجِ فِي عِبَادِي ۖ وَأَذْخِجِ جَنَّتِي**۔¹⁸⁹ کے حوالے سے اسلام کے تصور حیات بعد المات پر بحث میں اس کے بارے میں لوگوں کے مختلف تصورات پر تفصیلی گفت گو کرتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اخروی جزو و سزا کا حسی تصور اصلاً اسلامی نہیں، بلکہ دیگر اقوام سے مسلمانوں کے ہاں در آیا۔¹⁹⁰ انھوں نے مغربی مصنفین کی کتابوں سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب کبھی عیسائی دنیا میں کوئی ہجان پیدا ہوا ہے یا کوئی بڑی آفت پیش آئی ہے، ناصرہ کے عظیم پیغمبر کے معجزانہ ظہور ثانی کی امیدوں نے اس میں ایک ہنگامہ برپا کر دیا ہے۔ لیکن خدا کی ولایت کا تصور مرور زمانہ اور فکر انسانی کی ترقی کے زیر اثر یا تو ایک روحانی سانچے میں ڈھل گیا ہے یا بالکل معدوم ہو گیا ہے۔ اگر کہیں وہ کسی حد تک باقی بھی ہے، تو اس نے اپنے عقیدت مندوں کے ماحول کا رنگ اختیار کر لیا ہے۔ یہودی، مجوسی زرتشتی اور عیسائی سب کے سب حشر جسمانی کے معتقد تھے۔ ابتدائی موسویت کے سادہ و ناثر اشیدہ خیالات کی جگہ کلدانی زرتشتیت سے اخذ کیے ہوئے زیادہ معین خیالات نے لے لی تھی۔ ہم جانتے ہیں کہ ایرانیوں کے یہاں قدیم کوہستانی طرز پرستش اور ابتدائی معلمین کی سیدھی سادھی تعلیم کیوں کر بابل کے کرشموں کی بدولت جزا و سزا کے ایک پیچیدہ نظام میں تبدیل ہو گئی، اور کلدانی فلسفہ کیوں کر مجوسی زرتشتیت کے بطون میں

¹⁸⁸ امیر علی، روح اسلام، 153-154۔

¹⁸⁹ الفجر 89: 27-30۔

¹⁹⁰ حیرت ہے سید امیر علی ایسا زہین اور فاضل شخص حشر جسمانی اور حسی جزا و سزا کے خلاف ایسی سطحی دلیل پیش کر رہا ہے! اسلام کا کہیں دعویٰ ہی نہیں کہ اخروی زندگی سے متعلق اس کے عقائد و نظریات بالکل نئے اور انوکھے ہیں اور قدیم معاشروں اور مذاہب میں کسی بھی طرح موجود یا معروف نہیں تھے۔ کسی تصور کا محض پہلے معاشروں اور

مذاہب میں پایا جانا اس کے غلط ہونے کی دلیل کیسے ہو سکتا ہے!

سرایت کر گیا! ابتدائی عیسائیت نے جو مسیح کی مادی بادشاہی کے فوری قیام پر مبنی تھی، کلدانی، مجوسی، زرتشتی اور اسکندریائی منابع سے، جنہوں نے پرانے خیالات کو یکسر بدل ڈالا تھا، خیالات اخذ کیے۔ یہودی، عیسائی، زرتشتی، سب کے دلوں میں یہی توقع تھی کہ آئندہ زندگی میں انھیں مادی جزائیں سزائیں دی جائیں گی۔¹⁹¹ عیسائیوں کے یہاں کلیسا کا پھیلا یا ہوایہ خیال کسی زمانے میں عام تھا کہ پیغمبر اسلام ﷺ کے نزدیک عورتیں روح سے معراہوتی ہیں۔ یہ خیال اب رفع دفع ہو چکا ہے، مگر یہ خیال ابھی تک قائم ہے کہ رسول عربی ﷺ نے اپنے ماننے والوں سے حسی لذات کی جنت اور عیش و عشرت کے مختلف مدارج کا وعدہ کیا۔ حالانکہ یہ خیال بھی پہلے خیال کی طرح جہالت اور تعصب کا نتیجہ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ درمیانی دور کی سورتوں میں، جب کہ معلم اسلام ﷺ نے ابھی شعور دینی کا درجہ کمال¹⁹² حاصل نہیں کیا تھا، اس بات کی ضرورت تھی کہ عقبی اور جزا سزا کے تصورات کو ایسے الفاظ کا جامہ پہنایا جائے، جو سیدھے سادھے بادیہ نشینوں کی سمجھ میں آسکیں۔ جنت و جہنم کے واقعیت نمائشے، جو زرتشتیوں، صابیوں اور تلمودی یہودیوں کی پادرو اقیاس آرائیوں پر مبنی تھے، پڑھنے والے کی توجہ ضمنی حاشیہ آرائیوں کے طور پر اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ لیکن ان کے بعد قرآن کا جوہر خالص آتا ہے، یعنی کمالِ عجز و محبت سے خدا کی عبادت۔ حوریں زرتشتی نژاد ہیں۔ اسی طرح جنت بھی زرتشتی الاصل ہے، البتہ جہنم عذاب الیم کے مقام کی حیثیت سے ایک تلمودی تخلیق ہے۔ ان کی واقعیت نما منظر کشی

¹⁹¹ سید امیر علی، روح اسلام، 314-326۔

¹⁹² پیغمبر علیہ السلام کے حوالے سے شعور دینی کے ارتقا اور اس کے پہلے خام اور پھر پختہ ہونے کا یہ نظریہ انتہائی عجیب ہے۔ یہ بات تو بلاشبہ درست ہے کہ امت کے شعوری ارتقا کو پیش نظر رکھتے ہوئے معاشرتی و سیاسی وغیرہ امور میں تدریج و تسہیل کا اصول اپنایا گیا۔ لیکن اس رائے کو ہم جہالت کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتے کہ نبی جس کا دل وحی الہی کا مہبط ہوتا ہے اور زبان حق کی ترجمان، اس پر نازل ہونے والی وحی کو ایک داخلی کیفیت سمجھتے ہوئے یہ خیال کیا جائے کہ اس کا شعور دینی کبھی خام ہوتا ہے، کبھی نیم پختہ اور کبھی پختہ، اور اصول و عقائد میں بھی وہ پہلے ایک اصول یا عقیدے کے بارے میں بتاتا ہے اور بعد میں شعور دینی کی پختگی پر اس کو ایک دوسری شکل میں پیش کر دیتا ہے۔

سے یہ سمجھنا کہ حضور ﷺ اور آپ کے پیروکار میں سے پختہ کار کیا کسی ظاہر سے ظاہر پسندنے بھی ان کو واقعی بنی برحیث سمجھا، محض ایک افترا ہے۔ وہ شراب جو بدست نہیں کرتی اور وہ حوریں جو قریب نہیں آتیں، لذاتِ حسی کی علامتیں کیسے ہو سکتی ہیں! ¹⁹³ حیاتِ بعد المات کے اسلامی تصور پر بحث کے آخر میں سید امیر علی اس ضمن میں اپنا ذاتی عقیدہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قرآن کے غائر مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ شعورِ مذہبی کے جن ارتقائی مراحل سے گزرے حضرت محمد ﷺ کو بھی وہی مدارج پیش آئے۔ حضرت عیسیٰ کے مذہبی ارتقا کے دوران ان کے اندازِ فکر میں جو عظیم تغیر رونما ہوا، وہ نہ صرف آسمانی بادشاہت کے اس تصور سے ظاہر ہے، جو انھوں نے اپنی ارضی زندگی کے آخر میں پیش کیا، بلکہ غیر اسرائیلیوں کے بارے میں ان کے لہجے میں جو تبدیلی ہوئی اس سے بھی اس تغیر کا پتہ چلتا ہے۔ ابتداءً ان کی تبلیغ صرف اسرائیلیوں تک محدود تھی، لیکن جب ان کے مذہبی شعور نے نشوونما پائی تو ان کی ہمدردیوں میں وسعت پیدا ہو گئی۔ یہی حضرت محمد ﷺ کے مذہبی ارتقا کا حال ہے۔ قرآن کی جن سورتوں میں جنت کے مرصع نقشے کھینچے گئے ہیں، قطع نظر اس کے کہ وہ نقشے مجازی تھے یا معنوی، وہ سب سورتیں مکی تھیں یا جزوی طور پر مکے میں نازل ہوئیں۔ ¹⁹⁴ اس موضوع پر جو روایتیں اس زمانے

¹⁹³ امیر علی، روحِ اسلام، 326۔

¹⁹⁴ قرآن تو مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق لفظ لفظ اللہ کا کلام ہے۔ حضور ﷺ کلام خود تخلیق نہیں کرتے تھے۔ پھر یہ ارتقا حضور ﷺ کا مذہبی ارتقا کیسے ہوا! یہ تو خود صاحب کلام کا مذہبی ارتقا قرار پاتا ہے، جو ظاہر ہے کہ کسی بھی صورت درست نہیں ہو سکتا۔ آپ ﷺ کے مذہبی ارتقا کا نظریہ فی الواقع قرآن کو لفظ لفظ کلام الہی رہنے ہی نہیں دیتا، صرف اس تصور کے لیے گنجائش چھوڑتا ہے کہ قرآن پیغمبر کو اللہ کی طرف سے ودیعت کردہ فطری شعور کا نتیجہ ہے، اس لیے کہ ارتقا فطری شعور ہی میں ہو سکتا ہے، خارج سے لفظ لفظ نازل ہونے والے کلام الہی میں نہیں، الا یہ کہ کسی مضبوط دلیل سے یہ ثابت کر دیا جائے کہ خود اللہ تعالیٰ نے باعد الطبیعیاتی تصورات کو کبھی حسی انداز سے پیش کیا اور کبھی روحانی انداز سے، اور اس پر کوئی مضبوط دلیل پیش نہیں کی جاسکتی، کیوں کہ قرآن میں یہ ارتقا کہیں واقع دکھائی نہیں دیتا۔ مکی سورتوں میں جنت وغیرہ کے جو نقشے ہیں، ان کے بالکل مماثل مدنی سورتوں میں بھی موجود ہیں۔

میں عام تھیں حضور ﷺ اپنے شعور مذہبی کے اوائل میں ان میں چند ایک کو مانتے تھے، لیکن جب آپ ﷺ کی روح میں کامل بیداری آگئی اور خالق کائنات کے ساتھ آپ ﷺ کا رابطہ زیادہ گہرا ہو گیا، تو ان کے وہ خیالات جو پہلے مادیت کا پہلو لیے ہوئے تھے، سراسر روحانی ہو گئے۔ آپ ﷺ کی ذہنی نشوونما نہ صرف مرور زمانہ اور آپ ﷺ کے شعور مذہبی کے ارتقا کے دوش بدوش ہوئی، بلکہ آپ ﷺ کے قابعین نے روحانی تصورات کو سمجھنے میں جو ترقی کی، اس کے قدم بہ قدم بھی ہوئی، چنانچہ بعد کی سورتوں میں روحانی پہلو مادی پر اور روح جسم پر غالب نظر آتی ہے۔¹⁹⁵

تعداد ازواج کے حوالے سے سید امیر علی نے لکھا کہ قدیم زمانے میں آئے دن کی قبائلی جنگوں کے باعث مردوں کی آبادی میں جو کمی واقع ہو جایا کرتی تھی، جس سے عورتوں کے عددی تناسب کا پلہ بھاری ہو جایا کرتا تھا، کچھ اس کے سبب سے اور کچھ اس وجہ سے کہ قبائلی سرداروں کو، جو مرد ہوتے تھے، مطلق اختیار حاصل تھا، یہ دستور وجود پذیر ہوا، جسے ہمارے ترقی یافتہ زمانے میں بجا طور پر ایک ناقابل برداشت خرابی سمجھا جاتا ہے۔ قرآن کی جو آیت¹⁹⁶ چار بیویوں کی اجازت دیتی ہے اس کے فوراً بعد ایک ایسا جملہ ہے، جو اس آیت کے دائرہ اطلاق کو مناسب طور پر محدود کر دیتا ہے۔ دنیائے اسلام کے اکابر مفکرین نے بالخصوص اس امر کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہ لفظ "عدل" کے معنی محاورہ قرآنی میں کیا ہیں؟ مذکورہ آیت میں موجود جملہ شرطیہ کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا۔ "عدل" سے صرف مکان، لباس اور دوسری خانگی ضروریات میں مساوات مراد نہیں بلکہ محبت، شفقت اور عزت کے معاملے میں بھی مکمل مساوات مراد ہے، اور چون کہ جذبات کے معاملے میں مکمل عدل و انصاف ممکن نہیں، لہذا قرآن کا یہ حکم فی نفسہ ایک ممانعت ہے۔ یہ تفسیر

¹⁹⁵ امیر علی، روح اسلام، 330-331۔

¹⁹⁶ فَإِذَا كُنَّوْا أَهْلًا لَّكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَذُتَّ وَرُبِعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً (النساء: 4)

زمانہ حال کی نہیں بلکہ تیسری صدی ہجری میں کی گئی؛ خلیفہ الماسون (786ء-833ء)¹⁹⁷ کے عہد میں اولین حکمائے معتزلہ نے یہ رائے ظاہر کی کہ تکمیل یافتہ شریعت قرآنی وحدت ازواج کا تقاضا کرتی ہے۔ ان کے نزدیک ایک عورت کے ساتھ عقد برقرار ہونے کی صورت میں دوسری عورت سے نکاح شرعاً ناجائز تھا۔ لیکن خلیفہ متوکل (جعفر بن محمد المعتصم باللہ المتوکل علی اللہ، 822ء-861ء)¹⁹⁸ کے مجنونانہ تعصب نے جو مظالم کرائے انھوں نے اس تعلیم کی اشاعت کو روک دیا۔ تاہم ترقی یافتہ مسلم جماعتوں میں رفتہ رفتہ یہ تصور پختہ ہوتا جا رہا ہے کہ یہ چیز تعلیمات محمدی ﷺ کے بھی اسی قدر منافی ہے، جس قدر جدید تمدن و ترقی کے۔ وہ دن دور نہیں جب پیغمبر اسلام ﷺ کے اپنے ارشادات سے رجوع اس مسئلے کا فیصلہ کر دے گا کہ مسلمان ارشادات نبوی پر عمل کریں یا فقہا کی تفسیروں پر، جنھوں نے اپنے من مانے خیالات منوانے کی خاطر یا جن خلفاء و سلاطین کے وہ بندگان فرمان تھے، ان کی خود سرانہ آرا کی تلبید کے لیے شارع کے ارشادات کا مطلب عمداً ماؤف کیا۔ یورپ اس عمل سے گزر چکا ہے، اسے چاہیے کہ دین محمدی ﷺ کو نشانہ ملامت بنانے کی بجائے جدید اسلام کی ان کوششوں کا تحمل و ہمدردی سے مشاہدہ کرے، جو وہ قدم پرستی کے بندھنوں سے چھٹکارا پانے کے لیے کر رہا ہے۔ جب پرانے خیالات کی غلامی سے آزادی حاصل ہوگی، تو ہر مسلم ملک کے ارباب فقہ کے لیے یہ ممکن ہو جائے گا ایک مستند فتوے کے ذریعے اپنی اپنی مملکت میں تعدد ازواج کو ممنوع قرار دے دے۔¹⁹⁹

¹⁹⁷ ساتواں عباسی خلیفہ۔ عرصہ اقتدار 813ء-833ء ہے۔ اس کا زمانہ شان و شوکت، عظمت و طاقت اور علم و ادب کے اعتبار سے مسلمانوں کا سنہری دور کہلاتا ہے۔ خلق قرآن کے معتزلی تصور کے حق میں ماسون نے شدت پسندانہ رویہ اپنایا اور علما کو اس عقیدے پر مجبور کرنے کی کوشش کی۔

¹⁹⁸ بنو عباس کا دسواں خلیفہ۔ زمانہ اقتدار 847ء-861ء ہے۔ المتوکل نے نظریہ خلق قرآن کے حق میں اپنے ما قبل عباسی خلفاء کی طرف سے علما پر ڈھائے جانے والے مظالم کے خاتمے کی کوشش کی۔

¹⁹⁹ امیر علی، روح اسلام، 358، 368، 370، 371۔

محمد علی لاہوری

ذرا آگے چل کر سر سید کے مکتب خیال سے متعلق ایک نام محمد علی لاہوری (1874ء-1951ء)²⁰⁰ کا آتا ہے۔ محمد علی لاہوری نے مولانا ابوالحسن علی ندوی کے بقول سر سید کے لٹریچر اور ان کے تفسیر قرآن کے اسلوب کو پورے طور پر جذب کر لیا تھا۔ مولوی نور الدین (1841ء-1914ء)²⁰¹ کے درس تفسیر اور صحبت نے اس رجحان اور ذوق کو مزید تقویت پہنچائی۔ وہ اس طبقے

²⁰⁰ محمد علی لاہوری قادیانی جماعت کی لاہوری شاخ کے امیر تھے۔ مرزا غلام احمد قادیانی (1835ء-1908ء) کے بعد حکیم نور الدین (1841ء-1914ء) کو مرزا قادیانی کے خلیفہ کی حیثیت حاصل رہی، اور جماعت احمدیہ یا قادیانیت میں تفرقہ رونما نہ ہوا، اگرچہ اسی زمانے میں جماعت سے تعلق رکھنے والے دو افراد، محمد علی لاہوری اور خواجہ کمال الدین (1870ء-1932ء)، جماعت احمدیہ کے ان خیالات سے متعلق تحفظات رکھتے تھے، جو اسے عام مسلمانوں سے دور لے جا رہے تھے۔ حکیم نور الدین کا انتقال ہوا تو محمد علی اور خواجہ کمال الدین نے دیگر ساتھیوں کے ساتھ خود کو احمدیہ مسلم جماعت سے، جس کے امیر مرزا کے بیٹے بشیر الدین (1898ء-1965ء) منتخب ہوئے تھے، الگ کر لیا اور احمدیہ انجمن شاعت اسلام یا لاہوری احمدیہ جماعت کی بنیاد رکھی۔ لاہوری احمدیوں کے پہلے امیر یہی محمد علی ہیں، جنھیں مولانا محمد علی اور مولوی محمد علی لاہوری بھی کہا جاتا ہے۔ لاہوری احمدیوں کا دیگر احمدیوں سے بنیادی اختلاف یہ ہے کہ وہ عام احمدیوں کی طرح مرزا غلام احمد کو نبی نہیں مانتے، بلکہ مجدد مسیح مانتے ہی، عام احمدی مرزا قادیانی کو نبی نہ ماننے کی بنا پر عام مسلمانوں کی تکفیر کرتے، جب کہ لاہوری تکفیر تو نہیں کرتے، البتہ مسیح موعود کو نہ ماننے کی بنا پر گنہگار تصور کرتے ہیں، تاہم احمدی جماعت کے لٹریچر کی بنیاد پر یہ بھی کہا گیا ہے کہ علاحدگی سے قبل لاہوری جماعت کے افراد بھی مرزا کے نبی ہونے کا اقرار کرتے رہے تھے۔ تعلیمی کیریئر میں امتیازی حیثیت کے حامل محمد علی لاہوری ایم اے انگلش اور ایل ایل بی تھے۔ وہ 1897ء میں مرزا غلام احمد قادیانی سے متاثر ہوئے ہو کر جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے۔ مرزا غلام احمد نے محمد علی کو 1902ء میں شروع ہونے والے انگریزی مجلے "Review of Religion" کا ایڈیٹر مقرر کیا۔ محمد علی لاہوری نے اردو اور انگریزی میں متعدد کتابیں لکھیں، جن میں ان کی اردو اور انگریزی تفسیریں بھی شامل ہیں۔

²⁰¹ مرزا غلام احمد قادیانی کے پہلے خلیفہ۔ 1908ء میں مرزا صاحب کی وفات کے بعد قادیان کے تمام احمدیوں نے انھیں متفقہ طور ان کا جانشین منتخب کیا۔ مولوی نور الدین نے عربی، فارسی اور عبرانی کے ساتھ ساتھ طب کی محکمہ دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اور گروہ کے بہترین نمائندے ہیں جن کو جدید تعلیم یافتہ طبقے میں اشاعتِ قرآن کا شوق ہے، لیکن اس کی ذہنی ساخت اور گذشتہ تعلیم و تربیت غیبی حقائق اور ماورائے عقل واقعات کو قبول کرنے سے ابا کرتی ہے۔ اس نے جدید نظریات و تصورات کو مسلمات و بدہیات کے طور پر تسلیم کر لیا ہے اور کسی بھی چیز کے، خواہ وہ مذہبی تعلیم ہی کیوں نہ ہو، رد و قبول کے لیے معیار و میزبان سمجھ لیا ہے۔ لیکن چون کہ وہ نسلی یا ذہنی لگاؤ کے سبب اسلام و قرآن سے بھی دست بردار نہیں ہونا چاہتا ہے۔ اس لیے غیبی اور ما فوق الفطرت واقعات کی تعبیر اس انداز سے کرتا ہے کہ جدید نظریات سے متصادم نہ ہو اور اس کے تسلیم کرنے میں ذہن پر زیادہ بار نہ پڑے۔²⁰²

تعلیم بھی حاصل کی۔ 1876ء میں ریاست جموں و کشمیر کے مہاراجہ رنجیر سنگھ (1830ء-1885ء) نے انھیں اپنے شاہی طبیب کا عہدہ پیش کیا، جس پر وہ مہاراجہ پر تاپ سنگھ (1848ء-1925ء) کے زمانے میں 1892ء تک فائز رہے۔ کشمیر میں قیام کے دوران ہی ان کا سرسید احمد خاں سے بھی رابطہ ہوا اور مرزا قادیانی سے بھی۔ سرسید نے تورات کی اسلامی نقطہ نظر سے تفسیر لکھنے کے لیے حکیم نور الدین کا انتخاب کیا تھا۔ کشمیر میں قیام کے دوران مولوی نور الدین کی عیسائیوں اور ہندوؤں وغیرہ سے بحثیں رہتیں۔ ایک دن انھوں نے مرزا قادیانی کی "براہین احمدیہ" دیکھی تو بہت متاثر ہوئے، اور اس کے مصنف سے ملنے کا فیصلہ کیا۔ قادیان پہنچے، مرزا صاحب سے ملاقات ہوئی، تو مولوی نور الدین نے بیعت کی خواہش ظاہر کی۔ مرزا صاحب نے جواب دیا کہ ابھی انھیں بیعت کا حکم نہیں ملا۔ 1889ء میں مرزا نے جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی اور بیعت شروع کی، تو سب سے پہلے مولوی نور الدین بیعت ہوئے۔ مولوی نور الدین کشمیر سے قادیان منتقل ہو گئے، اور تمام عمر یہیں رہے۔ مولوی نور الدین نے جماعت احمدیہ میں اتحاد برقرار رکھنے میں اہم کردار ادا کیا، ان کے انتقال کے ساتھ ہی احمدی دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ احمدی مشن کے حوالے سے حکیم صاحب نے انتھک محنت کی۔ ان کے خطبات اور تصانیف کو احمدیوں میں بہت مقبولیت حاصل رہی ہے۔ "حقائق الفرقان" کے نام سے تفسیر قرآن کے ساتھ ساتھ ان کی دیگر تصانیف بھی ملتی ہیں، جن میں "فصل الخطاب مقدمہ اہل کتاب"، "رد الوہیت مسیح"، "تصدیق براہین احمدیہ"، "رد تنازع"، "خطبات نور" وغیرہ شامل ہیں۔

²⁰² مولانا ابوالحسن علی ندوی، قادیانیت: مطالعہ و جائزہ (کراچی: مجلس نشریات اسلام، 1981ء)، 180-

محمد علی لاہوری کی تفسیر میں مختلف مسائل سے متعلق جگہ جگہ ایسی تعبیرات ملتی ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ جدید مغربی نظریات اور سرسید کے تصور تعبیر دین کی روشنی میں تفسیر پیش کر رہے ہیں۔ وہ معجزات و خوارق کا انکار کرتے ہوئے ان کی دوزکار تاویلات کرتے ہیں۔ مثلاً البقرہ آیت پچاس²⁰³ کی تفسیر میں بنی اسرائیل کے عبورِ دریا سے متعلق سرسید کا جوار بھانٹے والا انداز استدلال اپناتے ہوئے اسے ایک عام واقعہ ثابت کرنے کی کوشش میں موقف اختیار کیا ہے کہ دریا میں بنی اسرائیل کے لیے رستے بن جانے کا کہیں ذکر نہیں، نہ کہیں یہ بتایا گیا ہے کہ دریا کیسے پھٹ گیا! ہاں بائبل میں اتنا آیا ہے کہ: "خداوند نے بہ سبب پوربی آندھی کے تمام رات میں دریا کو چلایا اور دریا کو سکھا دیا۔" حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو نکال کر دشت سینا میں لائے۔ دریا درمیان میں کہاں حائل ہوا؟ بائبل اور مفسرین بائبل نے اسے موجودہ نہر سویز کے کچھ اوپر بحیرہ قزم کا شمالی حصہ قرار دیا ہے۔ ممکن ہے وہاں سمندر کا کوئی تنگ حصہ ہو جہاں سے، جیسا کہ بائبل کہتی ہے، پانی کے آندھی یا جوار بھانٹے سے ہٹ جانے کے سبب خشک رستہ نکل آیا ہو۔ دریاؤں میں یہ بسا اوقات ہو جاتا ہے کہ ایک وقت دریا پایاب ہوتا ہے اور آنا فنا ایک ایسی خطرناک رو آتی ہے کہ سیلاب آجاتا ہے۔²⁰⁴ اسی واقعے سے متعلق آیت فَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فُوْقٍ كَالظُّوْدِ الْعَظِيمِ²⁰⁵ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ سمندر میں چل پڑ۔ فلق کا لفظ صبح کے نمودار ہونے پر بھی بولا جاتا ہے، سمندر کا پھٹنا نہیں ہے کہ پانی ہٹ کر الگ ہو گیا۔ فرق الگ ہوئے ہوئے ٹکڑے کو کہتے ہیں اور فرقہ اس جماعت کو کہا جاتا ہے جو دوسرے لوگوں سے الگ ہو جائے۔ طود بڑے پہاڑ کو بھی کہتے ہیں اور پستے یا تودے کو بھی۔ کل فرق سے مراد پانی کے قطعات بھی ہو سکتے ہیں اور دونوں فریق یا جماعتیں بھی۔ دوسری

²⁰³ وَإِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَأَنْجَيْنَاكُمْ وَأَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ۔

²⁰⁴ محمد علی لاہوری، بیان القرآن (لاہور: احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، 1377ھ) 1/62/2: 1244/3

صورت میں مراد یہ ہو گا کہ فرعون کے بچنے بچنے بنی اسرائیل سمندر عبور کر گئے اور سمندر کے دونوں کناروں پر یہ دونوں جماعتیں بڑے تودے کی طرح نظر آنے لگیں۔ محمد علی لاہوری نے اس حوالے سے اپنے موقف کی تائید میں نیولین بونا پارٹ سے متعلق یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ وہ بحیرہ قلزم کے اسی مقام سے غروب آفتاب کے وقت، جب کہ سمندر پیچھے ہٹا ہوا تھا، ساتھیوں سمیت داخل ہوا۔ ادھر تاریکی شروع ہوئی اور پانی بڑھنا شروع ہو گیا، یہاں تک کہ راستہ ملنا مشکل ہو گیا۔ آخر اس نے کچھ آدمی روانہ کیے اور جدھر جدھر سے پانی گہرا ہوتا گیا، اس طرف سے رخ ہٹا کر اس جانب کا رخ کیا جدھر پانی کم ہوتا چلا گیا۔ اگر یہ تجویز نہ سوچتی تو لشکر سمیت غرق ہو جاتا۔²⁰⁶ وَلَقَدْ اَوْحَيْنَا اِلٰى مُوسٰى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِىْ فَاَضْرِبْ لَهُمْ طَرِيقًا فِى الْبَحْرِ يَبَسًا لَا تَخَفْ دَرَكًا وَّلَا تَحْشٰى²⁰⁷ کی تفسیر میں لکھا:

معلوم ہوا کہ اور لوگ بھی وہاں سے چلتے تھے، کیوں کہ طریق اسی کو کہا جاتا ہے جس پر لوگ چلیں اور یہی وجہ ہے کہ فرعون بھی اسی رستے پر چل پڑا۔ اگر وہ سمندر کی دیواریں بن کر غیر معمولی خشک جگہیں ہوتیں تو ان پر طریق کا لفظ بولا جاتا نہ فرعون کبھی ان پر چلنے کی ہمت کرتا۔²⁰⁸

وَ اِذِ اسْتَسْقٰى مُوسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ ۗ فَاَنْفَجَرْتُمْ مِّنْهُ اَنْهٰرًا عَشْرًا ۗ عَيْنًا ۗ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَا مِم مَّشْرَبَهُمْ²⁰⁹ کے ضمن میں محمد علی لاہوری نے خیال ظاہر کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو بارہ چشمے معجزانہ طور پر نہیں بلکہ کسی خاص پہاڑ سے ملے تھے، جس پر جانے کی اللہ نے انھیں ہدایت فرمائی تھی۔ بائبل کے مطابق ایلم کے مقام پر بارہ چشمے تھے، اور یہ آج تک عیون موسیٰ کے نام سے مشہور ہے۔ اگرچہ پتھر کے شق ہونے سے چشمے کا نکل آنا بھی ایک معمولی واقعہ ہے، لیکن بارہ قبیلوں کے ان چشموں پر آباد ہونے کے لیے یہی معنی زیادہ موزوں ہیں

²⁰⁶ لاہوری، بیان القرآن، 3/1391-1392

²⁰⁷ طہ: 77-

²⁰⁸ لاہوری، بیان القرآن، 2/1244-

²⁰⁹ البقرہ: 60-

کو زندہ رکھا اسی طرح اگر تم اعلاے کلمتہ اللہ کا کام کرو گے تو تم ایسی مردہ قوم کو زندگی عطا کر دے گا۔²¹³

محمد علی لاہوری کے مطابق مسیح کے زندہ ہونے اور وفات نہ پانے کا تصور غلط ہے، جس کی اسلام میں کوئی بنیاد نہیں۔ اِذْ قَالَ اللَّهُ لِيَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ قُمْ فَاذْكُرْ قَوْمَكَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلِ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ثُمَّ اِنَّا مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فَمِمَّا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ²¹⁴ کے تحت لکھا ہے کہ تو فاء اللہ کے قبض نفس یا روح کے سو کوئی معنی کسی بھی لغت میں نہیں آئے۔ اِنَّهُ يَتَوَقَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّذِي لَمْ يَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَطَعْنَا عَنْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُحْزَامِي اِلَى اَجَلٍ مُّسَمًّى اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُوْنَ سے واضح ہے کہ توفی کی موت اور نیند کے سو کوئی تیسری صورت نہیں۔ لہذا متوفیک کے معنی روح قبض کرنے والے اور موت دینے والے کے سو کچھ نہیں۔ یہ معنی چوں کہ اس عقیدے کے خلاف تھے، جو عیسائیوں میں مروج ہونے کی بنا پر برہنائے غلطی مسلمانوں میں مروج ہو گیا تھا، کہ حضرت مسیح زندہ ہیں، نیز اس عقیدے کو نزول ابن مریم کی پیش گوئی کی حقیقت نہ سمجھنے کی وجہ سے تقویت بھی مل گئی تھی، اس لیے مختلف طریقوں سے ان معنی سے بچنے کی کوشش کی گئی۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ وفات مسیح کا عقیدہ کوئی نیا عقیدہ ہے، جسے اسلام میں داخل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے، حالانکہ قرآن و حدیث میں حیات مسیح کا مطلق ذکر نہیں، بلکہ دونوں جگہ آپ کی وفات کا ذکر ہے۔ آئمہ اربعہ میں سے امام مالک (711ء-795ء یا 93ھ-179ھ)²¹⁵ بالصریح وفات مسیح کے قائل ہیں۔ باقی تینوں

²¹³ لاہوری، بیان القرآن، 1/78-79۔

²¹⁴ آمل عمران 55:3۔

²¹⁵ مالکی فتنہ کے بانی، امام مالک بن انس بن مالک بن ناضر الامصی۔ نذر حدیث میں آپ کی عظمت مسلمہ ہے؛ بڑے بڑے نام ور لوگ آپ کے حلقہ درس میں شامل ہونا سعادت سمجھتے تھے۔ دوما کی تالیف اور اس کی فقہی انداز سے ترتیب آپ کا ایسا کارنامہ ہے، جس کی نظیر دنیاے فقہ میں کہیں نہیں ملتی؛ موطائے مالک کی فقہی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ شاہ ولی اللہ (1703ء-1762ء) نے اسے مالکی، حنفی، شافعی اور حنبلی

اماموں نے اس معاملے میں خاموشی اختیار کی ہے۔ مسلمان اس حقیقت پر غور نہیں کرتے کہ حیاتِ مسیح کے عقیدے سے عیسائی کیا فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اس عقیدے کی رو سے تو مسیح الان کما کان کے مصداق قرار پاتے ہیں، جن کے جسمِ خاکی میں کوئی تغیر نہیں آتا، حالانکہ یہ مخلوق کی نہیں خالق کی صفت ہے۔²¹⁶ آیت مذکورہ بالا کے حوالے سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہ حضرت مسیح نے اپنی طبعی موت سے وفات پائی، لکھا ہے:

دراصل اس آیت میں حضرت مسیح کو کل چار وعدے دیے گئے ہیں، جو بموجب کفار ہیں، جن کا ذکر پچھلی آیت میں الفاظِ مکروہ میں صاف طور پر فرمایا ہے۔ ان چار وعدوں میں سے پہلا وعدہ ہے کہ تمہیں طبعی موت سے وفات دوں گا۔ دوسرا وعدہ ہے کہ تمہارا اپنی طرف رفع کروں گا، یعنی تمہیں اپنا قرب عطا فرما دوں گا، تیسرا وعدہ ہے کہ ان الزامات سے جو تم پر لگائے جائیں گے تم کو پاک و صاف کروں گا۔ اور چوتھا وعدہ ہے فوقیت، یعنی حضرت مسیح کے نام لیا آپ کے منکروں پر بذریعہ دلائل یا قہری طور پر غالب رہیں گے۔²¹⁷

قرآن کی طرف سے مسیح کو مقتول یا مصلوب ہونے کی نفی²¹⁸ کی توجیہ میں لکھا ہے کہ کسی شخص کے متعلق یہ کہنے سے کہ وہ مقتول یا مصلوب نہیں ہوا، اس کی موت کی مطلق نفی کیسے مراد لی جاسکتی ہے! اس سلسلے میں ایک بے سرو پا قصہ گھڑا گیا کہ مسیح کی بجائے ان کی طرح کا ایک اور شخص صلیب پر چڑھا دیا گیا، حالانکہ قرآن میں کسی دوسرے کے مقتول یا مصلوب ہونے کا اشارہ

چاروں فقہوں کی جڑ اور بنیاد کہا ہے۔ شاہ ولی اللہ کی رائے تھی، اور یہ بڑی صاحبِ رائے ہے، کہ اگر موٹا مالک کو درسِ حدیث کی بنیاد بنایا جائے تو مسالک کے باہمی اختلافات کو کم کیا جاسکتا ہے۔

²¹⁶ لاہوری، بیان القرآن، 1/331-332۔

²¹⁷ لاہوری، بیان القرآن، 1/334۔

²¹⁸ وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظُّلْمِ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا (النساء: 157-158)۔

تک نہیں پایا جاتا۔ انجیل کے متعدد تاریخی حوالوں سے محمد علی لاہوری نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے مسیح صلیب پر چڑھائے گئے، مگر مصلوب نہیں ہوئے بلکہ زندہ اترے، البتہ صلیب پر چڑھنے کی وجہ سے مصلوب یا مقتول کے مشابہ ہو گئے۔²¹⁹

محمد علی لاہوری نے طول طویل بحث کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش بھی کی ہے کہ حضرت مسیح کشمیر آئے اور بعد از وفات یہاں دفن ہوئے۔ ان کے مطابق حضرت عیسیٰ شام کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی پھرتے رہے، چنانچہ وہ کشمیر اور افغانستان بھی آئے۔ کشمیر میں حضرت عیسیٰ کا آنا تاریخ سے بھی ثابت ہے۔ سری نگر محلہ یارخان میں ایک قبر ہے جو یوز آسف کی قبر کے نام سے موسوم ہے، اور جسے نبی صاحب کی قبر بھی کہا جاتا ہے۔ یہ نہ صرف زبانی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے، بلکہ تاریخ اعظمی کشمیر جسے لکھے ہوئے ڈیڑھ سو سال گزر چکا ہے، میں اس کا ذکر یوں آیا ہے کہ یہ قبر عام طور پر ایک نبی کی قبر مشہور ہے، جو کشمیر میں کسی دوسرے ملک سے آیا اور اس کا نام یوز آسف تھا۔ اب یہ امر غور طلب ہے کہ آل حضرت ﷺ کے بعد تو کوئی نبی ہوا نہیں، اور نہ کسی ولی کی قبر نبی کی قبر کہلا سکتی تھی، اور نبی کا لفظ عربی اور عبرانی زبانوں کا ہے، پس لازماً یہ کوئی عبرانی نبی ہیں۔ عرصہ جو روایات میں بیان ہوا ہے، وہی ہے جو حضرت عیسیٰ کے زمانے سے ملتا ہے۔ اور پھر سب سے بڑھ کر یہ یوزیا یوس (کیوں کہ زس سے بدل جاتا ہے) اور یسوع باہم ملتے ہیں۔ یہ دلائل ایک زبردست قرینہ ہیں کہ یہ قبر کسی اور نبی کی نہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہے۔²²⁰

آل عمران آیت ایک سو چار²²¹ کی تفسیر میں مرزا قادیانی کو صدی کا مجدد قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ اس زمانے میں دعوت اسلام کے کام سے اکثر مسلمان غافل ہو رہے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے اس صدی کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو اپنی جناب سے الہام کیا کہ وہ اس غرض کے لیے ایک جماعت تیار کریں۔ چنانچہ آپ نے اعلان کیا کہ میرے آنے کی غرض اشاعت

²¹⁹ لاہوری، بیان القرآن، 1/575-576۔

²²⁰ لاہوری، بیان القرآن، 1/310/2:1323۔

²²¹ وَلَتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ.

اسلام اور اعلیٰ کلمۃ اللہ ہے۔ آپ جماعت میں داخل ہونے والوں سے اسی کا عہد لیتے ہیں۔ جس قدر یہ جماعت ترقی کرے گی، اسی قدر دعوتِ اسلام کا کام ترقی کرے گا۔²²²

محمد علی لاہوری کے تفسیری افکار میں سے چند مزید اس نوعیت کے ہیں: حضرت مسیح معجزانہ طور پر نہیں بلکہ مریم اور یوسف کے صنفی تعلق سے عام بچوں کی طرح پیدا ہوئے ہوئے تھے۔²²³ آپ کے تخلیقِ طیر سے استعارۃً ایسے لوگ مراد ہیں جو زمین اور زمینی چیزوں سے اوپر اٹھ کر خدا کی طرف پرواز کر سکیں۔ اہیائے موتی سے روحانی مردوں کا احیا مراد ہے، کیوں کہ جسمانی طور پر مر جانے والوں کا اس دنیا میں دوبارہ آنا قرآن کی اصولی تعلیم کے خلاف ہے۔²²⁴ آں حضور ﷺ کو معراجِ جسدِ غضری کے ساتھ نہیں بلکہ ایک ایسے نورانی جسم کے ساتھ ہوا، جو اللہ تعالیٰ حالتِ کشف میں اپنے برگزیدہ بندوں کو عالمِ روحانی کی سیر کے لیے عطا کرتا ہے؛ جسدِ غضری کے ساتھ اس زمین کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ جانا تقاضاے بشریت کے خلاف ہے۔ قرآن نے معراج کے حوالے سے دل سے دیکھنے کی بات کی ہے، اگر جسم جاتا تو آنکھوں سے دیکھنے کی بات ہوتی۔²²⁵

حضرت سلیمان علیہ السلام²²⁶ کے حوالے سے علمنا منطق الطیر سے پرندوں کی بولیاں جانتا نہیں بلکہ پرندوں کی نامہ بری مراد ہے۔ نملہ کوئی بیوٹی نہیں بلکہ وادی نملہ کی باسی قوم تھی۔ ہد ہد پرندہ نہیں بلکہ حضرت سلیمان کے محکمہ خبر رسانی کا آدمی تھا۔ عفریت من الجن قوی الجبۃ انسان تھا۔ حضرت سلیمان کی ماتحتی میں کام کرنے والے جن ان غیر قوموں کے لوگ

²²² لاہوری، بیان القرآن، 1/368۔

²²³ لاہوری، بیان القرآن، 1/1314-1315۔

²²⁴ لاہوری، بیان القرآن، 1/326-320۔

²²⁵ لاہوری، بیان القرآن، 2/1108:3/1776۔

²²⁶ بنی اسرائیل کے عظیم و معروف پیغمبر اور بادشاہ۔ زمانہ حیات دسویں صدی قبل مسیح ہے۔ قرآن کی رو سے آپ کی حکومت انسانوں ہی نہیں، جنات و حیوانات پر بھی تھی۔ جہاں آپ چاہتے، ہو آپ کا تخت اٹھا کر لے جاتی۔ پرندوں اور حشرات الارض کی بولیاں تک جانتے تھے۔ آپ کا زمانہ بنی اسرائیل کے عروج و اقبال کا دور ہے۔

تھے، جنہوں نے بنی اسرائیل کی ماتحتی کا جو اٹھایا ہوا تھا۔²²⁷ اہل عرب جن کا لفظ خاص انسانوں کے لیے بھی استعمال کرتے تھے۔ بڑے لوگوں کو اس بنا پر جن کہا جاسکتا ہے کہ وہ عام لوگوں کی نظروں سے عموماً چھپے رہتے ہیں۔²²⁸ حضور ﷺ کا ککے سے باہر جا کر تنہائی میں جنوں سے ملاقات کرنا اس بات کی تائید کرتا ہے کہ یہ جن دراصل باہر سے آئے ہوئے لوگ تھے، نہ کہ غیر مرئی ہستیاں۔ اگر وہ غیر مرئی ہستیاں ہوتیں تو ککے میں ملنے سے کوئی امر مانع نہ تھا، علاحدگی اور تنہائی کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ کفار انھیں تکلیف نہ دیں۔²²⁹ اصحابِ کہف والرقیم کے قصے میں دراصل عیسائیت کی تاریخ بتائی گئی ہے۔ عیسائیت کی ابتدائی حالت غار سے اور آخری حالت رقیم سے متعلق ہے، یعنی پہلے رہبانیت اور پھر تجارتی اغراض۔²³⁰ اصحابِ کہف کے جانشین جو دنیا میں غرق ہو کر اصحابِ الرقیم بنے، اپنی دنیوی جدوجہد کے لحاظ سے وہ ایسا ہیں کہ نہ صرف جاگتے ہیں بلکہ کمال درجے کی مستعدی اور ذہانت دکھا رہے ہیں، لیکن حقیقت سے بے خبر ہونے کے لحاظ سے وہ سوئے ہوئے ہیں، اور دنیا میں دائیں بائیں ہر جانب پھر بھی رہے ہیں اور کوئی جگہ نہیں جسے انھوں نے چھوڑا ہو۔²³¹ اصحابِ کہف کی تعداد والی آیت کا حل مشکلات میں سے ہے، شاید آئندہ کبھی اس کی حقیقت کھل جائے۔ ایک ممکن توجیہ یہ ہے کہ عیسائی طاقتیں دنیا میں آٹھ رہی ہیں: امریکا، برطانیہ، فرانس، ہسپانیہ، آسٹریا، جرمنی، اٹلی، روس، اور کبھی چار ہی کو سب طاقت کا مالک سمجھا جاتا ہے، یعنی امریکا، برطانیہ، فرانس اور روس، اور کبھی جرمنی اور اٹلی ساتھ مل کر چھ بن جاتی ہیں، اور بلاشبہ ان میں ایک باقی سب کی حفاظت کا کام بھی دیتی ہے۔²³² قرآن کا بیان کہ اس میں اختلاف نہیں ان لوگوں پر اتمامِ حجت ہے، جو اس میں نسخ کے قائل ہوئے

²²⁷ لاہوری، بیان القرآن، 3/1408-1536/2:1278۔

²²⁸ لاہوری، بیان القرآن، 1/712۔

²²⁹ لاہوری، بیان القرآن، 3/1711-1712۔

²³⁰ لاہوری، بیان القرآن، 2/1158۔

²³¹ لاہوری، بیان القرآن، 2/1163۔

²³² لاہوری، بیان القرآن، 2/1167۔

ہیں۔ نسخ کو ماننے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کی بعض آیات کو بعض سے تطبیق نہیں دی جا سکتی۔ قرآن میں نسخ کے لفظ سے نسخ شراعی سابقہ مراد ہے، کچھ روایات میں نسخ قرآنی کا ذکر ہے، مگر ان میں کوئی بھی حضور ﷺ تک نہیں پہنچتی۔²³³ جنت اس دنیا کی زندگی کی جنت ہے۔ جسمانی لحاظ سے یہ جنت آدمی کو یوں حاصل ہوتی ہے کہ زمین میں اللہ نے وہ سب سامان پیدا کر رکھے ہیں، جن سے انسان کی بھوک اور پیاس دور ہوتی اور لباس و مکان ملتا ہے۔ ایک طرف دنیا میں سامان موجود ہیں اور دوسری طرف انسان کو وہ طاقت عطا کی گئی ہے، جس سے وہ ان کو اپنے کام میں لاتا اور مسجود ملائک بنتا ہے۔ جوں جوں اس کا علم بڑھتا ہے، طاقت بڑھتی جاتی ہے، اور یوں تدریجاً اس کی راحت کے سامان بڑھتے جاتے ہیں۔ انسان کے لیے آرام و راحت یا حالت سکون صرف خورد و نوش اور لباس و رہائش سے پیدا نہیں ہوتی بلکہ اس کے لیے ایک روحانی سکون کی بھی ضرورت ہے، اور وہی اس کی حقیقی جنت ہے۔ روحانی سکون اس وقت تک رہتا ہے، جب تک آدمی بدی کا ارتکاب نہیں کرتا، بدی کے ارتکاب کے ساتھ ہی یہ سکون ختم ہو جاتا ہے۔ جنت روحانی یہ ہے کہ آدمی معصومیت کے مقام پر فائز ہو۔ اللہ نے ہر انسان کو فطرتاً ہی گناہ پیدا کر کے یہ مقام دے دیا ہے۔ اس لیے حکم ہوتا ہے کہ فطرتاً ہی تمہیں جنت دے دی ہے، اب تم خود اس کو ضائع نہ کر دینا۔²³⁴

غلام احمد پرویز

غلام احمد پرویز (1903ء-1985ء)²³⁵ مغربی فکر سے تاثر اور سرسید کے زاویہ فکر کو اختیار کر کے مخصوص تناظر میں اسے مزید وسعت دینے میں بہت نمایاں ہیں۔ عزیز احمد نے انھیں

²³³ لاہوری، بیان القرآن، 1/101، 542-102۔

²³⁴ لاہوری، بیان القرآن، 1/49۔

²³⁵ بھارتی پنجاب کے قصبے بنالہ میں پیدا ہوئے۔ بھارت میں سیکرٹیریٹ میں ملازمت اختیار کی۔ تقسیم ہند کے بعد پاکستان آ گئے۔ علامہ اقبال سے بہت متاثر تھے۔ مسلم لیگ کی حیات کی غرض سے علامہ اقبال کے ایما پر سید نذیر نیازی نے "طلوع اسلام" کے نام سے رسالہ جاری کیا، تو غلام احمد پرویز نے اس کے لیے بہت سے مضامین لکھے۔ بعد ازاں اس رسالے کی ذمہ داری غلام احمد پرویز کے پاس آ گئی۔ اس میں انھوں نے اپنے تئیں فکرِ اقبال

سر سید سے لے کر لکھنؤ موجود تک کے تمام جدید پسندوں میں مغربی نقطہ نظر کے سب سے زیادہ قریب قرار دیا ہے۔²³⁶ حدیث کی حجیت و ثقاہت کے حوالے سے انھوں جس طرح استشرقی فکر سے ہم آہنگی اختیار کی اس کا مختصر ذکر اوپر گزر چکا ہے، لیکن یہ صرف ایک پہلو تھا۔ انھوں نے نہایت وسیع پیمانے پر مغربی نتائج فکر سے تطابق کی کوشش کی ہے۔²³⁷ اس سلسلے میں ان کے یہ الفاظ قابل ملاحظہ ہیں:

میں نے انسانی فکر کی اڑھائی ہزار سالہ کدو کاوش کا مطالعہ قرآن کی روشنی میں کیا (یا قرآن کا مطالعہ اس فکر کی روشنی میں کیا) تو قرآن کا ایک ایک دعویٰ زندہ حقیقت بن کر میرے سامنے آ گیا۔²³⁸

کے تناظر میں اسلام اور مسلمانوں کے لیے فکری اور تحقیقی و تصنیفی کام کرنا شروع کیا۔ 1955ء میں ملازمت سے ریٹائرمنٹ لے کر طلوع اسلام ہی کے نام سے ادراہ بنایا اور تصنیف و تالیف میں مصروف ہو گئے۔ طلوع اسلام میں مضامین کے ساتھ ساتھ بہت سی کتابیں لکھیں، جن میں "مفہوم القرآن"، "مطالب الفرقان"، "انسان نے کیا سوچا"، "من ویزدان"، "ابلیس و آدم"، "مقام حدیث"، "معراج انسانیت"، "ختم نبوت اور تحریک احمدیت"، "کتاب التقدير"، "ظاہرہ کے نام خطوط" وغیرہ شامل ہیں۔ اپنے نظریات و افکار کے لیے قرآن اور فکرِ اقبال کو رہنما بناتے تھے۔ روایتی فکر سے سخت اختلاف کیا۔ اپنے افکار و نظریات کی بنیاد صرف قرآن کو قرار دیتے تھے۔ فکرِ اقبال سے رہنمائی کے دعوے دار تھے۔ احادیث کو بالعموم فرض و جعلی اور ناقابل اعتبار و حجت باور کرانے کی کوشش کی۔ معجزات و خوارق، فرشتوں، وجود آدم، تقدیر، آخرت اور جنت و جہنم وغیرہ کی روایتی تعبیرات کو مسترد کرتے ہوئے، ان کی ایسی تعبیرات کرنے کی کوشش کی جو عام مغربی تصور عقل و مشاہدہ سے ہم آہنگ ہوں۔

²³⁶ عزیز احمد، برصغیر میں اسلامی جدیدیت، ترجمہ۔ ڈاکٹر جمیل جالبی (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، 1989ء)، 322-323۔

²³⁷ سر سید پر مغربی فکر کے اثرات اور اس کے نتیجے میں ان کی جانب سے سامنے آنے والے تفسیری افکار کا رٹم نے الگ سے تفصیلی مطالعہ کیا ہے، جو ان شاء اللہ جلد ہی کتابی شکل میں نذر قارئین کیا جائے گا۔

²³⁸ غلام احمد پریز، انسان نے کیا سوچا (لاہور: طلوع اسلام ٹرسٹ، 1991ء)، 15۔

مذکورہ تناظر میں پرویز نے متعدد موضوعات پر کلام کیا ہے۔ جدید مغرب میں چوں کہ کائنات کے عام مشاہد قوانین میں کسی بھی طرح کی ماورائی مداخلت (جس سے خدا کا قادرِ مطلق ہونا ثابت ہوتا ہے) کو جہالت و وہم پرستی قرار گیا تھا۔²³⁹ چنانچہ پرویز صاحب بھی ایسے تصور کو غلط سمجھتے ہیں جس میں خدا کو اختیارِ مطلق حاصل ہو، اور وہ کسی قاعدے اور ضابطے کا پابند نہ ہو۔²⁴⁰ رسول اللہ ﷺ کو پرویز صاحب نے اپنی تعبیرات قرآنی میں نظامِ حکومت اور مرکزی اتھارٹی کا ہم معنی قرار دیا ہے۔²⁴¹ ملائکہ سے ان کے نزدیک مراد فطرت کی قوتیں ہیں۔ قصہ آدم میں ملائکہ کے آدم کے سامنے سجدہ ریز ہونے کا جو ذکر ہے، اس سے مراد درحقیقت فطرت کی قوتوں کا بنی نوع انسان کے لیے مسخر کیا جانا ہے۔²⁴² شیطان کوئی موجود فی الخارج ہستی یا شخصیت نہیں بلکہ انسان کے اپنے فیصلوں، ارادوں اور جذبات سے عبارت ہے۔²⁴³ جنات سے قرآن کی مراد جنگلی، صحرائی اور خانہ بدوش انسان ہیں۔²⁴⁴ جہنم قرآن کی رو سے کسی گڑھے یا ایسے مقام کا نام نہیں، جس میں آگ کے شعلے بھڑک رہے ہوں اور مجرموں کو اس میں جھونک دیا جائے، بلکہ دراصل یہ انسان ہی کے قلبِ سوزاں کی کیفیت اور اعمالِ بد کے نتیجے میں اس کے اندر پیدا ہو جانے والے اضطرابِ پیہم اور کربِ مسلسل کا نام ہے۔²⁴⁵ جنات ایسی مثالوں سے عبارت ہے، جو قرآن کے اولین مخاطب عربوں کے لیے متاثر کن تھیں۔ گھنے باغات جن میں صاف شفاف چشمے ہوں اور ان کا ٹھنڈا پانی چاروں طرف بہ رہا ہو، درخت پھلوں سے لدے، دودھ اور شہد کی ایسی افراط کہ گویا ان کی نہریں بہ رہی ہوں، اعلیٰ درجے کے قالین اور صوفے بچھے ہوئے محلات، جن

²³⁹ *Supernatural Religion*, II/480.

²⁴⁰ غلام احمد پرویز، مطالب الفرقان (لاہور: طلوع اسلام ٹرسٹ، سن 12/5)۔

²⁴¹ پرویز، مطالب الفرقان، 4/384۔

²⁴² پرویز، مطالب الفرقان، 2/67-70۔

²⁴³ پرویز، مطالب الفرقان، 2/50-52۔

²⁴⁴ پرویز، مطالب الفرقان، 2/41-42۔

²⁴⁵ پرویز، مطالب الفرقان، 1/327-328۔

میں حریر و اطلس کے پردے آویزاں، بلوریں آفتابے، چاندی سونے کے ظروف، لطیف گوشت، خوش ذائقہ مشروبات، ہم مزاج، ہم رنگ، یک آہنگ احباب کی محفلیں۔ تپتے ہوئے صحراؤں کے باسی عربوں کی زندگی ظاہر ہے اسی طرح کی مثالوں سے سجائی جاسکتی تھی۔²⁴⁶ انسان اشرف المخلوقات نہیں۔²⁴⁷ آدم سے کوئی خاص انسان یا بشر مراد نہیں۔ تھہر آدم خود نوع انسانی کی سر گذشت ہے۔²⁴⁸ معجزہ قانونِ فطرت کے خلاف ہے، اور قرآن کی رو سے کوئی واقعہ خلاف قانون فطرت رونما نہیں ہو سکتا، بنا بریں معجزات کا وجود بروئے قرآن غلط ہے۔²⁴⁹ چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا ایک انتہائی سزا ہے، جس کے عملی اطلاق کا موقع قریب قریب ناممکن ہے، اور قطعید سے در حقیقت مراد ایسا طریق اختیار کرنا ہے کہ چور چوری سے باز آجائیں۔²⁵⁰ تعدد ازواج ایسی شرائط سے مشروط ہے کہ یہ قریباً ناممکن العمل ہو کر رہ جاتا ہے۔²⁵¹ قرآن نے دراصل ایک وقت میں ایک ہی بیوی کا اصول مقرر کیا ہے؛ اگر کسی وقت بیوی سے نباہ کی صورت نہ رہے تو قرآن کی رو سے اس کی موجودگی میں دوسری بیوی کی اجازت نہیں، ہاں البتہ اس کی جگہ دوسری بیوی لائی جا سکتی ہے۔²⁵² معیشت کے مسئلے کا حل مارکسی فکر میں پنہاں ہے۔²⁵³ رزق کا معاملہ خدا نے اپنے ہاتھ میں نہیں رکھا؛ یہ مذہبی پیشوائیت کی فریب کاری ہے جو عوام کو اس غلط عقیدے کی انیوں دے کر نظام سرمایہ داری کی جڑیں مضبوط کرتی رہتی ہے۔ صاحب اقتدار گروہ و مسائل پیدا اور اپنی ملکیت میں لے لیتا ہے اور پھر دوسرے انسانوں کو روٹی کا محتاج بنا کر ان سے اپنا ہر حکم منواتا

²⁴⁶ پرویز، مطالب الفرقان، 1/ 333-334۔

²⁴⁷ پرویز، مطالب الفرقان، 2/ 41۔

²⁴⁸ پرویز، مطالب الفرقان، 2/ 62۔

²⁴⁹ پرویز، مطالب الفرقان، 4/ 93۔

²⁵⁰ پرویز، مطالب الفرقان، 4/ 503-510۔

²⁵¹ پرویز، مطالب الفرقان، 3/ 348۔

²⁵² پرویز، مطالب الفرقان، 3/ 346۔

²⁵³ پرویز، مطالب الفرقان، 1/ 115-116، 132۔

ہے۔ جب بھوکے انسان اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں، تو مذہبی پیشوائیت انھیں یہ کہہ کر سلا دیتی ہے کہ رزق کی تقسیم خدا نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہے؛ وہ جسے چاہتا ہے امیر بنا دیتا جسے چاہتا ہے غریب رکھتا ہے؛ جسے چاہتا رزق فراوان عطا کر دیتا ہے؛ جسے چاہتا ہے بھوکا رکھتا ہے، کوئی انسان اس فرق کو مٹا نہیں سکتا۔²⁵⁴

مرزا غلام احمد قادیانی

مرزا غلام احمد قادیانی (1835ء-1908ء)²⁵⁵ نے چوں کہ مہدی، مسیح اور نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس لحاظ سے وہ تجدد پسند ہی نہیں، بلکہ ایک بالکل نئے مذہب کے بانی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ البتہ انھیں اس ذیل میں اس لیے شمار کیا جاسکتا ہے کہ وہ سرسید اور ان کے مکتب خیال کے افکار و نظریات سے متاثر رہے۔ شیخ محمد اکرام (1908ء-1971ء)²⁵⁶ کے مطابق مولوی چراغ

²⁵⁴ پرویز، مطالب الفرقان، 1/ 107۔

²⁵⁵ مرزا غلام احمد قادیانی پنجاب کے شہر گورداسپور کے قصبہ قادیان کے ایک جاگیردار خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ہندوؤں اور عیسائیوں وغیرہ سے اسلام کی حمایت و حمایت کے حوالے سے مناظروں میں شہرت حاصل کی۔ 1889ء میں تحریک احمدیت کی بنیاد رکھی، جس کا مقصد اسلام کی تجدید و تبلیغ کرنا بیان کیا گیا۔ 1891ء میں مرزا نے مہدی اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ بعد ازاں ان کی طرف سے نبوت کے دعویٰ بھی سامنے آئے۔ ان دعویوں سے قبل راجہ القییدہ علما کی جانب سے ان کی حمایت اور تعریف و توصیف بھی ہوا کرتی تھی۔ لیکن اس نوعیت کے دعویوں نے ان کے خلاف ایک شدید رد عمل پیدا کر دیا، اور انھیں کافر و جال اور خارج از اسلام قرار دیا گیا۔ پھر ان کے خلاف اور آل جناب رضی اللہ عنہم کی ختم نبوت کے تحفظ کے حوالے سے ایک زبردست عوامی تحریک برپا ہوئی، جس کے نتیجے میں پاکستان کے آئین کی رو سے مرزا قادیانی اور ان کے پیروکاروں کو سرکاری سطح پر غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔

²⁵⁶ پاکستانی سورج و محقق۔ گورنمنٹ کالج لاہور اور آکسفورڈ یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کی۔ انڈین سول سروس میں شمولیت اختیار کی۔ قیام پاکستان کے بعد پاکستان کی وزارت اطلاعات میں آفیسر رہے۔ اعلیٰ انتظامی عہدوں کی بھاری ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ نہایت اہم علمی و تحقیقی کام بھی کیے۔ مسلمانان برصغیر کی مذہبی و ثقافتی تاریخ کے حوالے سے ان کی کتابوں "آب کوثر"، "رد کوثر" اور "سورج کوثر" کو بہت پذیرائی ملی۔ شبلی اور غالب کے محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

علی سے مرزا کی خط و کتابت تھی اور جہاد سے متعلق وہ مولوی صاحب کے ہم خیال تھے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق انھوں نے سرسید کے خیالات کی پیروی کی۔²⁵⁷ نئی نبوت کی گنجائش بھی اہل تہجد نے فراہم کر دی تھی۔ بنا بریں یہ بات ناقابلِ فہم نہیں کہ مرزا قادیانی نے اس سلسلے میں انھی کے خیالات سے استفادہ کیا۔ تاہم قادیانیت کے ظہور میں نوآبادیاتی نظام اور انگریزوں کا کردار غیر معمولی ہے۔ مرزا کا عقیدہ تھا کہ اسلام کے دو حصے ہیں: ایک کا تعلق خدا سے ہے اور دوسرے کا امن امان قائم کرنے والی حکومت سے۔ امن امان قائم کرنے والی حکومت چوں کہ اس وقت حکومتِ برطانیہ ہے، لہذا اس سے سرکشی اسلام سے سرکشی کے مترادف ہے۔ ان میں انگریز پرستی کا جذبہ اس قدر شدید تھا کہ وہ اس معاملے میں اپنے مخالفین کو احق و نادان بلکہ حرامی اور بدکار قرار دیتے تھے۔²⁵⁸

عرب میں عبدہ اور برصغیر میں سرسید احمد خاں اور ان کے پیروکاروں اور مکتب خیال کے افراد کو ان کی مغرب پسندانہ تعبیرِ اسلام کی بنیاد پر مغربی تہذیب و اقدار کے علم بردار اور مسلم معاشروں میں اصلاحات کے مغربی پروگرام کے موید و مددگار قرار دیا جاتا ہے۔ لارڈ کرومر (Evelyn Cromer, 1st Earl of Cromer, 1841ء-1917ء)²⁵⁹ نے اسی تناظر میں کہا تھا کہ یہ

سوانح اور پاک و ہند کی فارسی شاعری کا مجموعہ بھی شائع کیا۔ پنجاب یونیورسٹی نے ڈی لٹ کی ڈگری دی۔ ایران اور پاکستان کی حکومتوں کی طرف سے تحفے اور اعزازات بھی ملے۔

²⁵⁷ شیخ محمد اکرام، موج کوثر (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، 1992ء)، 178۔

²⁵⁸ قاضی جاوید، سرسید سے اقبال تک (لاہور: تخلیقات، 1998ء)، 93۔

²⁵⁹ مصر کا برطانوی ناظم اعلیٰ۔ یہ عالم اسلام میں برطانوی سامراجیت کے بڑے معماروں میں سے ایک تھا۔ یہ ایک ایسے جدید مصر کی تعمیر و تشکیل کا سب سے بڑا داعی تھا، جو اسلام کے برائے نام رشتے کے ساتھ مغربی اصول اقدار کا حلقہ بگوش اور علم بردار ہو۔ مصر میں اس کا عرصہ اقتدار اختیار 1883ء تا 1907ء ہے۔ لارڈ کرومر نے عبدہ اور ان کے پیروکاروں اور ان کے نظریات و افکار کی ہر ممکن حمایت و مدد کی کوشش کی۔ اس نے مصر کی لبرل قوم پرست پارٹی حزب الوند کے رہنما سعد زغلول (1859ء-1927ء) کو، جو عبدہ کے نہ صرف عزیز طالب علم تھے بلکہ عبدہ کو ہیرو و مرشد کی طرح خیال کرتے اور ان کے نظریات کی ترویج کو ترقی کا واحد راستہ قرار دیتے تھے، کو

حضرات اس بات کا استحقاق رکھتے ہیں کہ ان کی ہر ممکن مدد اور حوصلہ افزائی کی جائے، کیوں کہ وہ یورپی مصلح کے فطری اتحادی ہیں۔ لارڈ کرومر نے مصر میں مغربی ضروریات و مفادات کے نقطہ نظر سے عہدہ کی اہمیت بیان کرتے اور انھیں مذہبی اصلاحات کے حوالے سے ہندوستان کے سرسید احمد خاں کے مماثل قرار دیتے ہوئے کہا:

The political Importance of Muhammad 'Abduh's life lies in the fact that he may be said to have been the founder of a school of thought in Egypt very similar to that established in India by Sayyid Ahmad, the creator of Alīgāḥ College... They are too much tainted with a suspicion of heterodoxy to carry far along with it the staunch, conservative Moslem... Their task is therefore one of great difficulty. But they deserve all the encouragement and support which can be given to them. They are the natural allies of the European reformer.²⁶⁰

محمد عہدہ کی زندگی کی سیاسی اہمیت اس حقیقت سے عیاں ہے کہ انھیں مصر میں اسی طرح کے کتبِ خیال کے بانی کہا جاسکتا ہے، جس طرح کا کتبِ خیال علی گڑھ کے بانی سرسید احمد خاں نے ہندوستان میں قائم کیا... یہ کتبِ فکر جدت پسندی کے شکوک و شبہات سے اس درجہ لبریز ہے کہ راج العقیدہ اور قدامت پسند مسلمان اس کے ساتھ زیادہ دور تک نہیں چل سکتا... ان لوگوں

وزیر تعلیم بھی مقرر کیا تھا۔ کرومر نے جدید مصر کے حوالے سے دو جلدوں میں "Modern Egypt" کے عنوان سے کتاب بھی تحریر کی۔

²⁶⁰ The Earl of Cromer, *Modern Egypt* (New York: Macmillan, 1908), 2/ 180.

کا کام بڑا مشکل ہے۔ لیکن یہ اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کی بھرپور مدد اور حوصلہ افزائی کی جائے۔ یہ یورپی مصلح کے فطری اتحادی ہیں۔

ادپر کی بحث سے یہ حقیقت واضح ہو رہی ہے کہ مستشرقین نے اہل اسلام کو اپنے دین سے متعلق شکوک شبہات میں مبتلا کرنے، تجدید و مغربیت اختیار کرنے اور عہدِ نو کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے اسلام کو جدید مغربی نقطہ نظر سے ہم آہنگ کرنے پر مائل کرنے کی بساط بھر کوشش کی ہے۔ ان کی یہ کوشش بے نتیجہ نہیں رہی۔ ان کی فکر نے عالم اسلام میں بہت سے لوگوں کے عقل و شعور اور روح و بدن میں نفوذ حاصل کر لیا۔ مسلمانوں میں ایسے بہت سے افراد سامنے آنے لگے، جنہوں نے اپنی قوموں کو لفظ و معنی اور حقیقت و شکل ہر اعتبار سے مغربی سانچے میں ڈھلنے کی دعوت دی۔ اسلامی احکام و تعلیمات سے بے زاری پیدا ہونے لگی، یا ان کی ایسی تعبیرات پیش کی جانے لگیں جو مغربی معیارات سے زیادہ سے زیادہ مطابقت رکھتی ہوں۔ یہ لوگ اسلامی عقائد و احکام میں سے ہر اس عقیدہ و حکم کو تاویل کی سان پر چڑھانے یا بدل ڈالنے میں مصروف ہو گئے جو اپنی اصلی شکل میں جدید مغربی یا مغرب سے متاثر ذہن کے لیے قابل قبول دکھائی نہ دیا۔ یوں بقول کینٹول سمجھ یہ معذرت خواہ نہ صرف اپنے بلکہ بہت سے دیگر مسلمانوں کے ایمان و یقین میں انتشار و تزلزل کا سبب بنے۔²⁶¹ ڈاکٹر رفیع الدین (1904ء-1969ء)²⁶² کے مطابق تجدید

²⁶¹ Smith, *Islam in Modern History*, 122.

²⁶² معروف پاکستانی نقاد، اسکالر، ماہرِ اقبالیات۔ جموں میں پیدا ہوئے، پرنس آف ویلز کالج، جموں اور سری پرنسپل کالج سری نگر میں عربی اور فارسی کے استاد رہے۔ تقسیم ہند کے بعد لاہور منتقل ہو گئے۔ انسٹیٹیوٹ آف اسلامک کلچر لاہور میں ریسرچ آفیسر اور اقبال اکیڈمی کراچی، اسلامک ایجوکیشن کونگریس لاہور میں ڈائریکٹر کی حیثیت سے خدمات سر انجام دیں۔ جدید دور کی ضروریات اور تقاضوں کے تناظر میں اسلام کی تعبیر و تشریح، فلسفیانہ اور سائنسی محاذ پر اسلامی عقائد و افکار کے دفاع، علوم قرآنی اور فکرِ اقبال کی ترویج و اشاعت کے حوالے سے انتھک محنت کی۔ "قرآن اور علم جدید" اور "حکمتِ اقبال" کے علاوہ "Ideology of the Future", "First principles of Education", "Fallacy of Marxism", "The meaning and purpose of

فکر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [290] عالم اسلام میں استشراقی اثر و نفوذ

پسندوں کی خواہش اجتہاد بالعموم ان کی اسلام سے محبت کا نتیجہ ہونے کی بجائے انہاں سے بے زاری اور دیگر افکار و نظریات سے محبت کا ثمر ہے۔ اجتہاد کی اس خواہش کا مقصد اسلام کی بنیادی و حقیقی تصورات کی دریافت و وضاحت نہیں بلکہ اسے دیگر نظریات کے قریب تر لانا ہے تا کہ ان نظریات کے حامل اور دلدادگان کو مطمئن کیا جاسکے۔ یہ شریعت کے اندر سے فطری ارتقا کے نتیجے میں سامنے آنے والا اصلی اجتہاد نہیں بلکہ امکانی حد تک اپنے پسندیدہ دیگر افکار و خیالات کو اسلام کا مقام دینا ہے۔²⁶³

”Potential Contribution of Islam to World Peace“, Islamic Research، وغیرہ متعدد اہم تصانیف یادگار چھوڑیں۔

²⁶³Dr. Rafi' u-d-Din, "The task of Islamic Research", *The Pakistan times*, Lahore, August 2, 1963.

استشراق، تجدد اور راسخ العقیدگی: چند تاثرات و معروضات

آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ استشرق، تجدد اور راسخ العقیدگی سے متعلق اپنا طالب علمانہ تجزیہ اور چند تاثرات و معروضات پیش کر دی جائیں۔ ان معروضات میں ان سوالات کے طالب علمانہ جوابات عرض کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ استشرق اور مغربی فکر کو دنیاے اسلام میں کس قدر کامیابی ملی؟ تجدد کس پیمانے پر عالم اسلام میں راہ پاس کا؟ اس کی کامیابی یا ناکامی اور اس کی بنیادیں کیا ہیں؟ اپنی تاریخ سے استشرق اور تجدد کو کیا سبق ملتا ہے؟ راسخ العقیدہ اسلامیت کا استشرق اور تجدد سے متعلق عمومی رویہ کیا ہے اور کیا ہونا چاہیے؟ اپنی ان معروضات و تاثرات کو ہم چند نکات کی شکل میں عرض کرتے ہیں:

استشرق اور تجدد کی محدود کامیابی اور اس کا سبب

استشرق اور تجدد نے اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود مسلم معاشروں میں وسیع پیمانے پر کامیابی حاصل نہیں کی۔ اس کو فقط ایک محدود طبقے میں کامیابی ملی، اور وہ بھی اس وجہ سے نہیں کہ اہل تجدد نے بڑے شرح صدر کے ساتھ اسے قبول کر لیا تھا، بلکہ اس وجہ سے کہ ان میں سے بہت سے لوگ اپنے مغرب اور مغربی مطالعات سے فوری تاثر کی بنا پر یہ سمجھے تھے کہ موجودہ حالات کے تناظر میں یہ ایک زوردار لہر ہے، جس کے آگے بند باندھنے کی ضرورت ہے تاکہ اسلام اور مسلمانوں کو الحاد و دہریت کے خطرے سے بچایا جائے۔ گویا اکثر تجدد پسندوں نے استشرقی تحقیقات اور مغربی علم و سائنس کے مظاہر کا مقابلہ کرنے کے لیے یہ امر مجبوری اس کو اختیار کیا، ورنہ وہ خود بھی اس سے کوئی زیادہ مطمئن نہ تھے، اور نہ ہی اسے اپنے نہایت خاندانہ دل میں اسلام کی حقیقی تعبیر خیال کرتے تھے۔ اس بات کا حقیقت ہونا ان تاثرات اور تاویلات سے عیاں ہے، جو اہل تجدد کے ہاں ان کی مذہبی تعبیرات اور اس کے جواز کے حق میں دلائل سے سامنے آتی ہیں۔ مثلاً مفتی عبدہ، جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، اپنی اکثر و بیشتر تاویلات میں یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ روایتی تعبیر بھی اختیار کی جاسکتی ہے اور جدید علم و سائنس کے تناظر میں اس کو یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے! امثال کے طور پر آدم سے متعلق تعبیر میں انھوں نے موقف اختیار کیا تھا کہ اس سے ہر نسل کا الگ مورثِ اعلیٰ بھی مراد ہو سکتا ہے اور اگر کوئی روایتی تعبیر کے مطابق ایک ہی شخص کو سب بنی نوع انسان کا باپ سمجھتا ہے، تو وہ بھی اس کے لحاظ سے درست ہے۔ اور سرسید کے کا یہ

اقرار منقول ہے کہ انھوں نے اپنی تفسیر لکھی ہی ان لوگوں کے لیے تھی، جو جدید مغربی علم و نظریات سے متاثر تھے، اور ان کے اسلام سے بھاگ جانے کا اندیشہ تھا۔ جے ایم ایس بلجن نے شیخ طنطاوی کی تفسیری تہجد پسندی پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ کہنے کے بعد کہ یہ متن کی صحیح ترجمانی نہیں، اس حقیقت کو نمایاں کیا ہے کہ ان کے زمانے کے حالات کو دیکھیں تو ان کی اس تعبیر کا جواز نظر آتا ہے، یعنی انھوں نے بہ امرِ مجبوری اسے اختیار کیا، اس لیے قابلِ ملامت نہیں۔ بلجن کے الفاظ ہیں:

It is obvious that such a treatment of the Holy text has nothing to do with true interpretation. But, when we are blaming the commentator for it, we must, to fair, not lose sight of the fact that in his days the Egyptian were getting information about Western knowledge for the first time on a wider scale. In that situation the best chances of its introduction were to be expected, if a connection could be made with the sacred Scripture, so that people might become less suspicious of it.¹

یہ بالکل واضح ہے کہ قرآنِ پاک کی ایسی تعبیر کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں، لیکن مفسر کو اس پر ملامت کرتے ہوئے ہمیں اس حقیقت کو پیش نگاہ رکھنا نہ بھولنا چاہیے کہ ان کے زمانے میں اہلِ مصر مغربی علم سے متعلق پہلی دفعہ وسیع پیمانے پر واقفیت حاصل کر رہے تھے۔ ان حالات میں اس کے تعارف کی بہترین صورت یہی ہو سکتی تھی کہ اس علم کا تعلق قرآنِ پاک سے بنایا جائے، تاکہ لوگ کم سے کم متشکک ہوں۔

¹ Baljon, *Modern Muslim Koran interpretation*, 6.

راسخ العقیدگی کے مقابلے میں تہجد کی ناکامی اور اس کا سبب

تہجد کی محدود کامیابی کا مطلب فی الاصل اس کی ناکامی ہے۔ اس ناکامی کی بنیادی وجہ، راقم کے نزدیک، تہجد و مغربیت کا آخرت کی نسبت دنیوی و مادی ترقی پر زور اور اسے غیر معمولی اہمیت دینا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آخرت کی یاد اور دنیا کی بے ثباتی، سطحیت اور ناپائیداری پر توجہ آدمی کو سب سے بڑھ کر صوفی اور اس سے کم عام راسخ العقیدہ اور خدا رسیدہ قسم کا انسان بناتی ہے، ایک تہجد پسند ہر گز نہیں۔ ماڈرنزم خود کو رنگینی زندگی کی طرف لے جاتی، یا خود کے لیے یا اوروں کے لیے اس کو آسان تر بنانے کے طریقے تجویز کرتی ہے۔ جن تہجد پسند اہل فکر کا ہم نے ذکر کیا، ان میں نمایاں ترین یعنی سرسید احمد خاں، محمد عبدہ، رشید رضا، جب تصوف اور راسخ العقیدگی کے دور میں تھے، خود ان کے اپنے بیانات سے ظاہر ہے، ان پر نیکی و ورع کا غلبہ تھا، اور وہ دنیوی چیزوں کو چند اہمیت نہ دیتے تھے؛ نہ صرف دنیوی حرص و طمع سے خود دور و نفور تھے، بلکہ دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیتے تھے، لیکن جو نبی ان کی زندگی میں دنیوی اور مادی ترقی کی اہمیت داخل ہوئی، انھوں نے لوگوں کو اس کی اہمیت اور اس کے حصول پر توجہ دینے کی دعوت دینا شروع کر دی۔ اسلام بلاشبہ دنیا سے اپنا حصہ فراموش نہ کرنے کی تعلیم دیتا ہے² لیکن اس کا زور آخرت پر ہے³؛ وہ اس دنیا کو کھیل تماشا⁴ متاعِ قلیل⁵ اور دھوکے کا سامان⁶ قرار دیتا اور دنیا کے بجائے اخروی کامیابی کے حصول کی طرف متوجہ کرتا ہے،⁷ جس سے ظاہر ہے کہ اس کی مطلوب زندگی اور طرزِ عمل وہی ہے، جس میں موخر الذکر طریق کی جھلک ہو، اور یہ جھلک صحیح تصوف اور راسخ العقیدگی سے پیدا ہوتی ہے۔ ہاں اس میں بھی غلو قابلِ مذمت ہی ہے۔ لہذا عوام الناس میں مذہبی حوالے

² وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا (القصص: 28: 77)

³ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَآخِرَةٌ لَٰهِيَ الْخَيْرُ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ (العنکبوت: 29: 64)

⁴ وَمَا هٰذِهِ الدُّنْيَا إِلَّا لَهُوٌّ وَّلَعِبٌ (العنکبوت: 29: 64)

⁵ مَتَاعَ الدُّنْيَا قَلِيلٌ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَى (النساء: 4: 77)

⁶ وَمَا الدُّنْيَا إِلَّا لَمَتَاعٌ الْعُرُورُ (آل عمران: 3: 185)

⁷ وَفِي ذٰلِكَ فَلْيَتَنَفَّسْ اَلْمُتَنَفِّسُونَ (الطّفنّین: 83: 26)

سے مقبولیت دنیوی ترقی و خوشحالی کی دعوت دینے والے کی بجائے اس کی ہوتی ہے، جو اس کی بے حیثیتی کو واضح کرتا اور اخروی کامیابی کی کوشش پر ابھارتا ہے۔ اس میں خشک نہیں کے عوام الناس خود اکثر و بیشتر مادی ترقی و خوشحالی کی کوشش میں بڑے منہمک ہوتے ہیں، لیکن اہل مذہب میں سے وہ انھی لوگوں کو پسند کرتے ہیں، جو مادیت کی بجائے روحانیت کو اپناتے اور اس کا درس دیتے ہیں۔ آخرت کا دھیان آدمی میں خدا خونی، عجز و انکسار اور نیکی و تقویٰ کے خصائص پیدا کرتا ہے، جب کہ دنیا اور اس کی ترقی و خوشحالی میں انہماک ان اخلاقی خوبیوں کو سخت نقصان پہنچاتا ہے۔ بہ الفاظ دیگر ایک راسخ العقیدہ مسلمان ایک تجدید پسند مسلمان کی نسبت اسلامی اخلاقیات پر زیادہ عامل ہوتا ہے۔ ڈاکٹر فضل الرحمن بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں، جب وہ کہتے ہیں کہ تجدید مغربیت کی اشاعت و فروغ میں ایک بنیادی مسئلہ اس کی اخلاقیات کی کمزوری ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اس کمزوری کا ذکر کرتے اور مغربیت کے علم برداروں کو اس کے خاتمے کی کوشش پر متوجہ کرتے ہوئے اس بات کا بھی اقرار کیا ہے کہ اس مقصد کے لیے جس نوع کے کام کی ضرورت تھی تجدید اس میں ناکام رہا اور روایت پسندی مضبوط ہوئی:

The basic trouble with Westernism was its lack of morale and ethic which alone could give it strength. Only some form of effective Modernism could confer upon it the required morale and ethic and root it in the new soil... This effective Modernism is failed to develop... strengthen of fundamentalism was the weakness of Westernism itself.⁸

مغربیت کے ساتھ بنیادی مسئلہ اس کے مورال اور اخلاقیات کی کمزوری ہے اور یہی ایسی چیز تھی جو اسے قوت پہنچا سکتی تھی۔ صرف موثر ماڈرنزم ہی اس مطلوبہ مورال اور اخلاقیات کو یقینی بنا سکتی اور نئی سرزمین میں اس کی ختم

⁸ Fazlur-r-Rahmān, *Islam*, 222-223.

ریزی کر سکتی تھی... یہ موثر ماڈرنزم پہنچنے میں ناکام رہی... روایت پسندی کی مضبوطی بذاتہ مغربیت کی کمزوری تھی۔

اہل تجدید کی تحقیقات بھی جینونٹن نہیں

اگرچہ اسی دعوے کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے کہ یہ اور یجنٹل ہے، لیکن فی الواقع تجدید پسندوں کا کام بھی اور یجنٹل نہیں، اس لیے کہ ان کے نتائج فکر کم و بیش وہی ہیں، جو مستشرقین پیش کرتے آ رہے ہیں۔ نیز متاخر تجدید پسند جینونٹن ریسرچ کے بڑے بڑے دعووں کے باوجود سرسید، عبدہ، طہ حسین وغیرہ سے کچھ بہت مختلف تحقیقات پیش نہیں کر سکے۔ اس طرح وہ بھی مقلد ہی قرار پاتے ہیں۔ اگر گولڈ زیہر، سرسید، مفتی عبدہ کے نظریات کی ہم نوائی ہی جدید تجدید پسندوں کی ہائر کہ ٹیسسزم (Higher Criticism) کے نتائج ہیں، تو پھر ان کی کہ ٹیسسزم ہائر کیوں نہیں جو ابو حنیفہ (699ء/80ھ-767ء/150ھ)⁹، غزالی، ابن تیمیہ (1263ء/661ھ-1328ء/728ء)¹⁰ کے تتبع میں آگے بڑھتے ہیں! مغربی فکر و تہذیب سے موافقت اختیار کرنے والوں کا

⁹ پورانام نعمان بن ثابت بن زوطا بن مرزبان ہے؛ ابو حنیفہ آپ کی کنیت ہے۔ تاریخ فقہ اسلامی کی غیر معمولی شخصیت ہیں؛ علمی و فقہی اعتبار سے جو مقام و نام پایا، خال خال لوگوں ہی کے حصے میں آیا ہے۔ اپنے علمی تبحر کی بنا پر امام اعظم کا لقب پایا۔ طلبہ تو طلبہ اساتذہ بھی آپ کے حلقہ درس میں شامل ہوتے۔ مشکل سے مشکل علمی مسائل کو یوں حل کرتے کہ بڑے اساتذہ اور ماہرین فن عیش عیش کر لیتے۔ فقہ میں آپ کی عظمت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اہل سنت کے سب سے بڑے کتب فقہ (حنفی) کے ساتھ ساتھ آپ خود علم فقہ کے بانی بھی ہیں۔ حقیقت ہے کہ اگر آپ نہ ہوتے تو علم فقہ نہ ہوتا۔ آپ وہ پہلے شخص ہیں، جنہوں نے مصادر شریعت سے استنباط مسائل کے قواعد و ضوابط وضع کیے، اور اس استنباط کو ایک منظم و مرتب شکل میں پیش کرنے کا سامان کیا۔ علم فقہ کا کوئی طالب علم امام ابو حنیفہ سے بے نیاز نہیں رہ سکتا۔

¹⁰ مشہور مسلم متکلم اور فقیہ؛ تقی الدین ابو العباس احمد بن شہاب الدین عبد الحلیم بن عبد السلام بن عبد اللہ بن الجضر بن محمد بن الجضر بن علی بن عبد اللہ ابن تیمیہ الحرانی۔ حنبلی کتب فقہ کے اہم ترین لوگوں میں شمار ہوتے ہیں۔ بہت سے مسائل میں دیگر مدارس فقہ ہی نہیں، حنبلی مدرسہ فقہ سے بھی الگ راہ اختیار کی۔ عقائد کے باب میں بھی متعدد مسائل میں عام مسلم عقیدے سے مختلف آرا کا اظہار کیا۔ ان کا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں

فکر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [298] استشرق، تجدد اور راسخ العقیدگی: چند تاثرات و معروضات

کام اور بچھل اور تخلیقی سے زیادہ اس فکر و تہذیب کو راہ دینے اور برداشت کا ماحول پیدا کرنے والا دکھائی دیتا ہے۔ کینٹونیل سمٹھ کے الفاظ میں:

In many instances the harmonizing was permissive rather than creative. It allowed a person to be both a Muslim and westernized liberal without conflict; but also without generating a new synthesis that might incite to constructive new dreams and new adventures.¹¹

جو تصور قرآن و حدیث کے ظاہری الفاظ سے سمجھ آتا ہے، اسی کے مطابق سمجھنا چاہیے، جس سے اللہ کا جہت و مکان اور جسم سے تعلق قرار پاتا ہے۔ علم کلام اور متکلمین کو نشانہ تنقید بنایا اور اسے معتزلہ، جہمیہ اور اشعریہ کا غلط نظام استدلال باور کرایا۔ تصوف بالخصوص ابن عربی کے افکار کی پر زور تردید کی۔ توسل اور زیارت قبور اولیا اور رسول اللہ ﷺ کے روضہ انور کی زیارت کے لیے سفر کو بدعت قرار دیا، ایک وقت کی تین طلاقوں کے ایک ہی شمار کرنے پر اصرار کیا۔ متکلموں کے مملوکوں پر حملے میں موقف اختیار کیا کہ متکلم صحیح مسلمان نہیں ہیں؛ ان کے خلاف مملوکوں کی حمایت میں جنگ جہاد ہے، جو جائز ہی نہیں فرض ہے۔ ابن تیمیہ کی زندگی ہی میں بڑے بڑے علمائے ابن تیمیہ کے افکار کی سخت تردید کی۔ دوسری طرف ابن تیمیہ نے اہل علم کے وسیع طبقے کو متاثر کیا۔ محمد بن عبد الوہاب (1703ء-1792ء) اور ان کے بعد کے وہابی و سلفی علماء پر ابن تیمیہ کے گہرے اثرات واضح طور پر دیکھے جاسکتے ہیں۔ ابن تیمیہ (1292ء/691ھ-1350ء/751ھ) اور ابن کثیر (1300ء/701ھ-1373ء/774ھ) ایسے مشہور علماء ابن تیمیہ کے شاگرد ہیں۔ ابن تیمیہ نے "الصارم المنسلول علی شاتم الرسول"، "الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح"، "السیاسة الشرعية فی اصلاح الراعی والرعية"، "منہاج السنة النبویة"، "العقیدہ الواسطیة" وغیرہ بہت سی کتب و رسائل تحریر کیے۔ آپ کے بہت سے رسائل و تصنیفات کو "مجموع الفتاویٰ میں جمع کر دیا گیا ہے، جو چھتیس جلدوں میں شائع ہوا ہے۔

¹¹ Smith, *Islam in Modern History*, 58.

فکرِ استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [299] استشرق، تہجد اور راسخ العقیدگی: چند تاثرات و معروضات

بہت سی صورتوں میں (مسلم لبرلز کی مغربی فکر و تہذیب سے) توافق کی کوشش تخلیقی کی بجائے اجازت و برداشت کا پہلو لیے ہوئے ہوتی ہے۔ یہ آدمی کو بلا کسی تضادم کے مسلمان اور مغرب پسند لبرل رہنے کی اجازت دیتی ہے۔ لیکن یہ کوئی ایسا تخلیقی کام نہیں کرتی جو نئے خواب بونے اور تعمیر و تخلیق کی نئی منزلوں کو لے جانے والا ہو۔

متاخر اہل تہجد کے ہاں متقدم اہل تہجد کی تحقیقات ہی کا مصدر و منبع ہونا اظہر من الشمس ہے۔ سر سید احمد خاں اور مفتی محمد عبدہ کے بعد آنے والے اہل تہجد انہی دو شخصیات کے خوشہ چیں ہیں۔ نائل عرب میں مفتی عبدہ کے بعد آنے والے اہل تہجد کا مفتی سے اخذ و اکتساب میٹلم ایچ کر (Malcolm H. Kerr) کے ہاں یوں نمایاں ہوتا ہے:

...it needs to be recognized that his ideas provided a better basis for apologetics and polemics than for social reform and cultural rebirth.¹²

ماننا چاہیے کہ عبدہ کے نظریات نے معاشرت و ثقافت کی بہتری اور اصلاح کی نسبت معذرت خواہوں کے لیے بہتر بنیادیں فراہم کیں۔

ڈاکٹر فضل الرحمن کی کتاب "اسلام" کے جائزے میں مریم جمیلہ نے ڈاکٹر صاحب کے نتائج فکر کے اور بیخبل ہونے کی تردید اور ان کے اہل استشرق و تہجد کے نتائج فکر سے مماثل ہونے کا ذکر کرتے ہوئے زیر بحث نکتے کو خوب نمایاں کیا ہے۔ ان کے الفاظ دلچسپ اور قابل ملاحظہ ہیں:

Even by his own standards of scholarship, Dr. Fazlur-r-Rahmān has failed to accomplish his avowed purpose. His chapter on the Holy Quran is largely the anti-supernaturalism of Sir Sayyid Ahmad Khān; his discussion about ḥadīth and the

¹² Kerr, *Islamic Reforms*, 105.

development of Sharia are virtually identical to Schacht's theories; his analysis of Islamic history down to modern times is taken directly from H.A.R Gibb; his modernist apologetics are the same as contained in Amīr Alī's Spirit of Islam and his projection of Islam into the present and future is no different from Smith's Islam in Modern History... if a scholar of the caliber of Dr. Fazlur-r-Rahmān ...is so utterly incapable of producing any work of the slightest originality, creativity and independent thinking, what can be expected of his less intelligent followers?¹³

علم و تحقیق کے اپنے معیار کے مطابق بھی ڈاکٹر فضل الرحمن اپنے بیان کردہ مقصد [اجتہاد اور آزادانہ بحث و تحقیق اور اس کے لیے سازگار فضا] کے حصول میں ناکام ہوئے ہیں۔ قرآن پاک پر آپ کا باب اکثر و بیشتر مافوق الفطرت کی اسی نوع کی مخالفت ہے، جیسی سرسید احمد خاں کے یہاں ملتی ہے۔ حدیث اور شریعت کے ارتقا سے متعلق آپ کی بحث شاخت کے نظریات سے مماثل ہے۔ عصر حاضر تک کی اسلامی تاریخ براہ راست اس سے اے آرگب سے ماخوذ ہے۔ آپ کی جدید عذر خواہیاں ویسی ہی ہیں، جیسی سید امیر علی کی "سپرٹ آف اسلام" میں پائی جاتی ہیں۔ اسلام کے حال اور مستقبل سے متعلق آپ کے تجزیے سمتہ کی "اسلام ان ماڈرن ہسٹری" سے مختلف نہیں ہیں... اگر ڈاکٹر فضل الرحمن... ایسی اہلیت کا حامل شخص بھی ذرا سا

¹³ Jamīla, *Islam and Modernism*, 121.

فکر استشراق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [301] استشراق، تجدد اور راسخ العقیدگی: چند تاثرات و معروضات

اور بیجبل، تخلیقی اور آزادی فکر و خیال پر مبنی کام پیش کرنے کے قابل نہیں، تو

آپ کے آپ سے کم ذہین قبمیں سے کیا توقع کی جاسکتی ہے!

تجدد حقیقی تعبیر سے بہت دور لے جاتا ہے

تجدد آدمی کو استشراقی و مغربی فکر سے زیادہ سے زیادہ توافقی کی راہ دکھاتا اور رفتہ رفتہ مذہب کی حقیقی تعبیر سے بہت دور لے جاتا ہے۔ تجدد کی حوصلہ افزائی کرنے والے تجدد پسندوں کی کوششوں کو ناکافی سمجھتے اور انھیں باور کراتے ہیں کہ انھوں نے بہت کم کوزا کر کٹ صاف کیا ہے؛ ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ تاہم وہ اس میدان میں کام کرنے والوں کو بالکل بے حوصلہ بھی نہیں کرنا چاہتے۔ وہ اس باب میں ان کے لیے تعریفی کلمات کہتے ہیں کہ انھوں نے جدید نظریات و ثقافت کے مکمل اخذ و قبول کی راہ ہموار کر دی۔ اس بات کا اندازہ پروفیسر ہارٹن (Maximilian Joseph Heinrich Horten، 1874ء-1945ء) کے عہدہ کی اصلاحی کوششوں کی قدر و قیمت سے متعلق اس تبصرے سے ملتا ہے، جسے چارلس سی آدم نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔ ہارٹن کا کہنا ہے:

ہم مورخین مغرب کو جو مشرق کے ذہنی ارتقا کا مطالعہ کرنے کے عادی

ہوتے ہیں، بے حد افسوس ہے کہ اس موقع پر جب زمانہ حاضر کی ثقافت

نفوذ کر رہی ہے، اسلام میں بولے علی سینا [980ء-1037ء] ایسا کوئی مفکر

¹⁴ جرمن مستشرق۔ یونیورسٹی آف بون اور سینٹ جوزف یونیورسٹی آف بیرد سے فلسفے، دینیات اور مشرقی زبانوں کی تعلیم حاصل کی۔ بون یونیورسٹی میں مشرقی زبانوں کے پروفیسر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ ہارٹن کے مطابق عربی و اسلامی فلسفے، الہیات اور تصوف پر ہندی افکار کے اثرات ہیں۔ اسلامی فلسفہ و تصوف اور ان سے متعلق نامور مسلم اسکالرز کے نظریات اور تحقیقی و تصنیفی سرمایے کے حوالے سے ہارٹن نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔

¹⁵ ابو علی الحسین بن عبداللہ بن الحسن بن علی بن سینا۔ عالم اسلام کے عظیم ترین مفکرین میں شمار کیے جاتے ہیں۔ فلسفے اور طب وغیرہ متعدد علوم میں بیس قیمت تحقیقات پر مشرق و مغرب میں غیر معمولی پذیرائی ملی؛ ملک الاطباء، المعلم الثانی اور الشیخ الرئیس ایسے القاب سے نوازے گئے۔ ارسطو کے بعد سب سے بڑے فلسفی

فکرِ استشراق اور عالمِ اسلام میں اس کا اثر و نغور [302] استشراق، تہجد اور راسخ العقیدگی: چند تاثرات و معروضات

اعظم پیدا نہ ہوا، جو ثقافت کے نئے مسائل سے دست و گریباں ہوتا؛ قدیم ثقافت کے مردہ و افسردہ اجزا پر غالب آتا؛ اس کے عمدہ اور ٹھوس بنیادی اصولوں کو ترقی دیتا اور دنیا کے علومِ حاضرہ کے کم از کم بڑے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کرتا... جہاں جہاں محمد عبدہ نے فلسفے اور الہیات کے مسائل کو نئے انداز سے بیان کرنے کی کوشش کی ہے، انہیں صرف جزوی کامیابی حاصل ہوئی ہے... ابھی بہت سا کوڑا کرکٹ باقی ہے، جو نئی عمارت کے لیے جگہ نکالنے کی غرض سے دور کرنا پڑے گا... یہ واقعہ ہے کہ مفتی محمد عبدہ جدید فکر و ثقافت کی معقول بنیاد کی طرف ترقی کرنے میں صرف ابتدائی مرحلے پر پہنچ سکے۔ جب اسلام ثقافتِ جدیدہ کو پوری طرح اخذ و جذب کر لے گا، تو اس کے بعد ہی منطوق، فلسفہ اور دینیات کے متعلق قطعی اور مستثنیٰ تصانیف پیش کی جاسکیں گی۔¹⁶

پروفیسر ہارٹن یہاں اس کے سوا عبدہ سے اور کیا توقع کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ انہوں نے اس حوالے سے جو احتیاط ملحوظ رکھی، وہ نہ رکھتے اور پورے طور پر مغربی تہذیب اور افکار و نظریات کو جذب کر لیتے! گویا مستشرقین کے نزدیک کامیابی مکمل مغربی تہذیب اختیار کرنے میں ہے۔ اس

قرار دیے گئے ہیں۔ مغرب میں ابو یوسف سینا (Avicenna) کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ کتب کی تعداد ساڑھے چار سو کے قریب بتائی جاتی ہے، جن میں دو سو چالیس دستیاب ہیں۔ دستیاب کتابوں میں ڈیڑھ سو فلسفے اور چالیس طب سے متعلق بیان کی گئی ہیں۔ معروف کتابوں میں "کتاب الشفاء"، "القانون فی الطب"، "الاشارات والنسبہات"، "النجاة فی المنطق والالہیات" وغیرہ شامل ہیں۔ "القانون فی الطب" مغرب میں اٹھارہویں صدی تک میڈیکل کے نصاب کا حصہ رہی؛ طبِ یونانی میں اس کی اہمیت آج تک مسلمہ ہے۔ "الشفاء" طبیعتی و ما بعد الطبیعتی علوم کا انسائیکلو پیڈیا کہی جاتی ہے؛ دنیائے فلسفہ میں ایک ہزار سال سے معروف و مقبول چلی آ رہی ہے۔ طب، فلسفے اور طبیعات کے ساتھ ساتھ دیگر علوم مثلاً ریاضیات، فلکیات، کیمیا وغیرہ میں بھی ابن سینا نے نہایت قابلِ قدر تحقیقات پیش کیں۔

¹⁶ آدم، اسلام اور تحریک تہجد مصر میں، 154-156۔

فکرِ استشراق اور عالمِ اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [303] استشراق، تجدد اور راجح الحقیقہ کی چند تاثرات و معروضات

سے یہ نتیجہ نکلتا دکھائی دیتا ہے کہ تجدد کی راہ میں بہت دور تک ٹکنا پڑتا ہے، جسے ظاہر ہے کہ اسلام اور اس کا مزاج قبول کرنے سے ابا کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ تجدد سے عوام میں اجنبیت پیدا ہو جاتی ہے۔

استشراق اور تجدد کے لیے سبق

اگر اپنے اس دعوے میں واقعی سچے ہیں کہ وہ اسلام کا معروضی مطالعہ پیش کرتے ہیں، تو مستشرقین کو چاہیے کہ وہ مسلمانوں کو ڈکٹیٹ (Dictate) کرنے، ان پر اپنا نظریہ تھوپنے اور انھیں مغربی تہذیب کی خوبیوں سے آشنا کر کے اسے اپنانے کی دعوت دینے سے گریز کریں، یعنی واقعی معروضی رویہ اپنائیں۔ انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ مسلمان اکثر و بیشتر ان کے دعوے معروضیت کو قبول کرنے کو تیار نہیں۔ انھیں اگر اپنا وزن بنانا ہے، تو اسلام، قرآن مجید اور حضرت محمد ﷺ کے خلاف طعن و تشنیع اور یہودیت و مسیحیت و مغرب کے روایتی اسلام مخالف طرزِ فکر و عمل سے خود کو مکمل آزاد کرنا ہو گا۔ اس کے بعد اگر ان کو کوئی کامیابی ملتی ہے، تو وہ یقیناً ان کی حقیقی کامیابی ہو گی۔ تجدد کے لیے اساسی اسلامی تصورات و نظریات کو مغرب کے مطابق بنانے کی بجائے اپنی صلاحیتیں اس میں کھپانا اچھا ہے کہ مغرب کے نظریات و افکار پر غور و فکر کر کے یہ دیکھنے کی کوشش کی جائے کہ ان کی حقیقت کیا ہے؟ کیا کوئی نظریہ اور تصور ایسا بھی ہے جس کے مقابلے میں کوئی اساسی اسلامی نظریہ ٹھہری نہ سکتا ہو!

جدید افکار کے چیلنج سے عہدہ برآ ہونے کے لیے غزالی اور شاہ ولی اللہ (1703ء-1762ء) کا راستہ بھی تو اختیار کیا جاسکتا ہے کہ ان کو اس انداز سے دیکھا اور پڑھا جائے اور ان کا اس انداز سے

17 برصغیر سے تعلق رکھنے والے نام ور مسلم سکار، محدث اور مصلح؛ قطب الدین احمد ولی اللہ بن عبد الرحیم العری الدہلوی۔ شاہ ولی اللہ کا کاشکار تاریخ اسلام کے عظیم ترین علما میں ہوتا ہے۔ آپ نہایت ذہین اور اعلیٰ صلاحیتوں کے حامل انسان تھے۔ صرف سترہ سال کی عمر میں تعلیم مکمل کر کے شیخ مدرسہ کا منصب سنبھال لیا تھا۔ بارہ سال تک والد کے مدرسہ رحیمیہ میں تدریس کے بعد 1724ء میں حرمین کا سفر کیا، اور وہاں کے عظیم اہل علم سے استفادہ کیا۔ آپ کا زمانہ برصغیر میں مغلیہ سلطنت کے زوال کا عہد ہے۔ آپ نے زوال پذیر مسلمانان برصغیر کی علمی، دینی، معاشی، معاشرتی اور سیاسی اصلاح و ترقی کے لیے غیر معمولی خدمات سر انجام دیں۔ آپ کی

فکر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [304] استشرق، تجدد اور راسخ العقیدہ کی چند تاثرات و معروضات

مطالعہ کیا جائے کہ اساسی اسلامی تصورات کو بگاڑنے کی بجائے ان کو جدید علمی و عقلی اسلوب و منہج کی روشنی میں بعینہ حقیقت ثابت کر دیا جائے۔ مثلاً معجزات کے باب میں اس پر زور لگانے کی بجائے کہ معجزات کس طرح عام عادت کے مطابق ثابت کیے جائیں، انرجی اس پر صرف کی جاسکتی ہے کہ عقل اور جدید علم کی روشنی میں بھی ان کے وقوع کو نہیں جھٹلایا جاسکتا۔ عقل خود کہتی ہے کہ جن کو قوانین فطرت کہا جاتا ہے وہ عام قوانین ہیں؛ سب کے سب قوانین نہیں؛ سب قوانین آدمی کو معلوم ہی نہیں، پھر یہ کیوں کر کہا جاسکتا ہے کہ معجزہ قوانین فطرت کے خلاف ہے۔ وہ کیوں کسی ایسے قانون فطرت کے مطابق نہیں جس کی کنہ تک ابھی آدمی نہیں پہنچا۔

اپنی تاویلات سے اکثر علماء و محققین اور عام مسلمانوں کی بے زاری سے انھیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ان کی تاویلات میں کمزوری اور نصوص کے حقیقی مفہیم سے دوری پائی جاتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تا اور ان کے دلائل نصوص کی واقعی صحیح تعبیر پیش کر رہے ہوتے، تو اتنی کثیر تعداد کا اس کو رد کرتے اور ناقابل التفات سمجھتے چلے جانا عقلاً ناممکن تھا۔

تعبیر دین کے باب میں اہل تجدد کے لیے ان کے انداز فکر و نظر کے حاملین میں سے اگر کسی حد تک کوئی مثال قابل تقلید ہو سکتی ہے، تو وہ مفتی محمد عبدہ کی تعبیر کی ہے، وہ بالعموم تجدد پسندانہ افکار کے لیے فقط گنجائش پیدا کرتے ہیں، انھیں زبردستی منوانے اور امت کے متفق علیہ چلے آتے تصورات اور ان کے حاملین کو طنز و استہزاء کا نشانہ نہیں بناتے؛ انھیں ایک قلم مسترد کرنے پر زور

جدوجہد کے مختلف پہلو ہیں، لیکن آپ کی اصل پہچان آپ کا علمی کام ہے۔ ترجمہ قرآن، اصول تفسیر، شرح حدیث، عقائد و احکام اسلام کے عقلی حکم و مصالح کے بیان، مسلمانوں کے مختلف مسالک میں ہم آہنگی اور اختلاف میں اعتدال سے متعلق تحقیقات وغیرہ کے حوالے سے علمی دنیا میں آپ نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیے کہ آپ کا قد بڑے بڑے نام و در علمائے متقدمین سے بھی بڑھ گیا۔ آپ کی مشہور عربی اور فارسی تصانیف میں "الفوز الکبیر فی اصول التفسیر"، "حجة الله البالغة"، "انفاس العارفين"، "فیوض الحرمین"، "التفهیمات الالهیة"، "سطعات"، "لمعات"، "شفاء القلوب"، "المسوی"، "المصنفی"، "الانصاف فی اسباب الاختلاف"، "عقد الجید فی احکام الاجتهاد والتقلید"، "ازالة الخفاء عن خلافة الخلفاء" وغیرہ شامل ہیں۔

فکر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [305] استشرق، تجدد اور راسخ العقیدگی: چند تاثرات و معروضات

نہیں دیتے۔ یعنی مفتی کے طرز عمل کے مطابق اگر ان لوگوں کو متوجہ کرنے کے لیے، جو جدید نظریات سے شدید مرعوب و متاثر ہیں، جدید تصورات سے توفیق کی ایسی گنجائش پیدا کر لی جائے، جو نصوص کے متفق علیہ اور متبادر مفہوم پر اضافے یا روایتی تعبیر کے مطابق لطیفے یا فائدے کی نوعیت رکھتی ہو، تو یہ اسلام، مسلمانوں اور خود ایسی تعبیرات اختیار کرنے والوں کے لیے مضرت رساں نہ ہو۔

راسخ العقیدگی کے لیے تجاویز

اگر راسخ العقیدہ اسلامیت ان سائنسی و سماجی وغیرہ جدید امور کو بھی خواہ مخواہ اسلام کے لیے خطرہ نہ سمجھ لیا کرے، جن کا اسلام سے اس حوالے سے کوئی تعلق نہیں، تو سچ یہ ہے کہ تجدد کامیاب تو کیا ہو، پیدا ہی نہ ہو۔ تجدد کے پیدا ہونے کی وجہ اسلامی راسخ العقیدگی میں جدیدیت کی نفی ہے۔ راقم الحروف اس تناظر میں دو سطروں سے عرض کیا کرتا ہے کہ:

مستشرقین اور ان کے افکار کا تو ہے ہی، تجدد کے وجود میں مولویوں کے

تجدد کا حصہ بھی کچھ کم نہیں۔

اسلام باشبہ ایک مستحجر دین نہیں ہے۔ وہ ان چیزوں کو جو اس کے بنیادی تصورات و نظریات سے نہیں ٹکراتیں، کھلے دل سے قبول کر لیتا ہے۔ لہذا چھوٹی چھوٹی چیزوں کو خواہ مخواہ خطرہ بنا کر راسخ العقیدہ تجدد کو راہ دیتے ہیں۔

راسخ العقیدگی کو مسئلہ وہاں پیدا ہوتا ہے جہاں مثلاً یہ بھی تجدد قرار پاتا ہے کہ کوئی زمین کو گول یا متحرک سمجھے، شرعی دلائل کی بنیاد پر سماع و موسیقی وغیرہ کی مطلق حرمت کی نفی کرے، موجودہ عسکری تنظیموں کے تصور جہاد کی مخالفت کرے، چہرے کے پردے کو ضروری قرار نہ دے، ان جدید سائنسی و علمی اور تہذیبی و معاشرتی عناصر سے استفادے کی بات کرے، جن کا نہ صرف یہ کہ اسلام سے کوئی تضاد و تخالف نہیں، بلکہ وہ اس کے مقاصد و اہداف کے لیے مہمیز کا کام کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

عوام الناس نے تجدد قبول نہیں کیا، یہ راسخ العقیدگی کی کامیابی اور اس کے لیے خوشی کی بات ہے لیکن وہ یہ مت سمجھے کہ اس کی خامیوں اور کوتاہیوں کو مسلمانوں نے فراموش کر دیا ہے۔ عوام اگر

فکر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [306] استشرق، تجدد اور راسخ العقیدگی: چند تاثرات و معروضات

معجزات کے انکار کو قبول نہیں کرتے تو وہ یہ بھی قبول نہیں کرتے کہ کوئی قرآن و حدیث اور اسلامی کتابوں کو چھاپہ خانوں میں چھاپنے، حدود و قیود کے لحاظ کے باوجود سماع و موسیقی اور تفریح طبع کے لیے کھیل وغیرہ کو اسلام کے لیے خطرہ قرار دے، پینٹ شرٹ اور ٹائی سے نماز نہ ہونے، رقاصاؤں کے ناچ دیکھنے والوں کے نکاح ٹوٹ جانے وغیرہ ایسے فتوے جاری کرے، سپیکر میں شیطان بولتا ہوا محسوس کرے۔ و علی ہذا القیاس۔

کچھ چیزیں واقعی بعد کی مسلم کلر جی کی تخلیق ہیں، جب راسخ العقیدگی ان پر اصرار کرتی ہے، تو ایک رد عمل پیدا ہوتا ہے، اور اہل تجدد تمام اسلامی نظریات و تصورات ہی کو بعد کی پیداوار قرار دینے پر تمل جاتے ہیں۔ لہذا اسے چاہیے کہ ان تصورات پر خود ہی تنقیدی نظر ڈالے تاکہ تجدد کو راہ نہ مل پائے۔

جب بعض راسخ العقیدہ احباب مغرب اور اس کی تہذیب کی ہر چیز کی مکمل نفی پر اصرار کرتے ہیں، تو بھی تجدد کو راہ ملتی ہے۔ ایسے لوگوں کو یہ سمجھنے سمجھانے کی ضرورت ہے کہ بلا استثنا کہیں کچھ نہیں ہوتا۔ لا الہ کے بعد الا اللہ بھی ہے۔ مغربی تہذیب میں یقیناً خرابیاں ہیں، لیکن کچھ چیزیں اچھی اور اسلام کی رو سے پسندیدہ یا قابل قبول بھی ہیں، اور ان میں مسلم معاشروں کے لیے بہت سے فوائد بھی مضمر ہیں، لہذا ایسی چیزوں کو اپنانے سے اسلام کے لیے خطرے کی جھنڈی نہ لہرانے لگ جانا چاہیے، خذ ما صفا و دع ما کدر کو پیش نگاہ رکھنا چاہیے۔ خود رسول اللہ ﷺ نے ایام جاہلیت کی سب باتوں کو یک قلم مسترد نہ کیا تھا، بلکہ بہت سی باتوں کو باقی رکھا اور اپنایا تھا۔

مغلوب تو غالب کی پیروی اور نقل کرتا ہی ہے۔ اس کی نفسیات ہوتی ہے کہ غالب اس سے برتر و اعلیٰ ہے۔¹⁸ راسخ العقیدہ اسلامیت اگر مسلمانوں کو مقتدا دیکھنے کی خواہش مند ہے ہیں تو اسے

¹⁸ ابن خلدون (1332ء/732ھ-1406ء/808ھ) نے مقدمے میں اس حقیقت کو ان الفاظ میں نمایاں کیا ہے: ان النفس ابدًا تعتقد الكمال في من غلبها وانقادت اليه۔ یہ الفاظ علامہ ابن خلدون نے جس فصل کی ابتدا میں لکھے ہیں اس کے عنوان سے مغلوب کی جانب سے غالب کے اقتدا کا شوق اور نفسیات خوب مترشح ہو رہی ہے: في ان المغلوب مولع بالاتقاء بالغالب في شعاره، و زيه،

فکرِ استشراق اور عالمِ اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [307] استشراق، تجدد اور راسخ العقیدگی: چند تاثرات و معروضات

انھیں غلبہ دلانا ہو گا اور غلبہ محض فوجی و عسکری طاقت سے نہیں، علم و سائنس، دریافت و ایجاد اور اسلام کے عطا کردہ اخلاقی اصولوں کے مطابق عمل کے ذریعے ممکن ہے۔ گویا مسلمانوں کو محض مغرب کے عیسائیوں کی پیروی پر لعن طعن کی بجائے، اس جانب متوجہ کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ علم و سائنس اور اسلامی اخلاقیات کو اپنا کر زمانے میں اپنی برتری کا لوہا منوائیں اور ملتِ اسلامیہ کو اس قابل بنائیں کہ لوگ دوسروں کی پیروی چھوڑ کر اس کی پیروی کرنے لگیں۔ کیا وہ زمانہ نہیں گزرا، جب اہل مغرب عربی زبان و علوم اور مسلم شعائر و طرزِ حیات اختیار کرنے کے حوالے سے اسی طرح شائق و ساعی ہوتے تھے، جس طرح آج مسلمان انگریزی زبان و علوم اور مغربی انداز و طرزِ زیست کے باب میں ہوتے ہیں!

جدیدیت، تجدد اور تجدد پسندوں کی اسلامیت

میرے خیال میں (اگر ہو سکے اور جدیدیت کو کسی عنوان برداشت نہ کرنے والے احباب کی طبیعتوں کے تکدر کا باعث نہ ہو اور اصطلاحات کی فلسفیانہ باریکیوں سے ذرا صرف نظر کر لیا جائے تو سہولت و شناخت کی خاطر) تجدد اور جدیدیت میں فرق کیا جاسکتا ہے، اور زیر بحث مسئلے میں یہ ایک بہتر رویہ اور طرزِ فکر قرار پاسکتا ہے۔ تفہیم و شناخت کے اس تصور و تناظر میں تجدد جدید فکر و تہذیب کی غیر فطری نقل کا نام ہے، جس میں جدید نظریات کو اپنانے میں تکلف واضح نظر آتا ہے جب کہ جدیدیت جدید فکر و تہذیب کی بعض غیر مضر چیزوں کو اپنالینے کا فطری عمل۔

میں سوچتا رہا کہ جن حضرات کو تجدد پسند یا متجدد قرار دے رہا ہوں، یہ الفاظ ان سے متعلق زیادتی کا ارتکاب نہ ہو جائیں؛ ذہن نے کئی بار یہ تجویز بھی کیا کہ ان الفاظ کو جدت وغیرہ کے الفاظ سے بدل دوں، لیکن جب بہت سی جگہوں پر ان کے بدیہی تعبیری و تفسیری تکلف کو دیکھا تو ان الفاظ کو برقرار رکھنے کا فیصلہ کیا۔ ظاہر ہے جب کوئی اس تکلف سے عقائد و نصوصِ اسلامی کی تعبیر کرے کہ جدت پسند ذہن بھی اس کو تکلف اور کھینچ تان سمجھے، تو اس کے لیے وہی الفاظ زیادہ مناسب ہیں جن میں جدت کے حوالے سے تکلف کا مفہوم ہو، اور تجدد اور متجدد ایسے ہی الفاظ ہیں۔ تاہم

و نحلته، و سائر احوالہ و عوائدہ۔ ملاحظہ کیجیے: علامہ ولی الدین عبد الرحمن بن محمد ابن خلدون، مقدمہ

ابن خلدون، ت۔ عبد اللہ محمد الدرویش (دمشق: دار المعرف، 2004ء/1425ھ)، 1/283۔

فکر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [308] استشرق، تجدد اور راسخ العقیدہ کی چند تاثرات و معروضات

اسلامی تاریخ کے معتبر مفکرین اور علما کی روادارانہ آرا کے تناظر میں راقم یہ کہنے کی جسارت کرے گا کہ زیر بحث نوعیت کے اکثر تجدد پسندوں کو دائرۃ اسلام سے خارج قرار دینے کی ضرورت نہیں۔ ان کو غلط تعبیرات اختیار کرنے والے، زورگم کردہ راہ قرار دیا جاسکتا ہے، لیکن اس نوع کے لوگوں یا ان کے پیروکاروں کی اصلاح کے لیے مفید تر بات یہ ہے کہ ان سے مخاطب و مکالمہ میں اس سے بھی گریز کرتے ہوئے نرمی و شائستگی سے جدید ذہن کو اپیل کرنے والے انداز میں کتاب و سنت کے محکم اور واضح دلائل پیش کر کے، انھیں دعوت دی جائے کہ وہ دیانت داری سے اپنے اور اپنے ممدوح اسلاف کے افکار کا جائزہ لیں، اور صحیح اساسی اسلامی نظریات پر ایقان میں ہر کچے کچے جدید نظریے کو دراڑ ڈالنے کی اجازت نہ دیں۔ جہاں تک قادیانیوں کا تعلق ہے، تو انھیں غیر مسلم کہنا قانونی اور اجماعی نقطہ نظر سے درست ہے، البتہ دعوت و اصلاح کے باب میں وہی رویہ ان سے اپنایا جانا چاہیے، جس کے عام تجدد پسندوں سے متعلق اپنائے جانے کی ضرورت عرض کی گئی ہے۔

اہل تجدد کی ہر بات قابل رد نہیں

یہ رویہ اور نقطہ نظر بھی ٹھیک نہیں کہ اہل تجدد کی کبھی ہوئی ہر بات اور ان کا ہر نتیجہ فکر قابل رد ہے۔ راقم کے خیال میں عقائد کے باب میں تو ان کی اکثر و بیشتر باتیں ناقابل قبول ہیں، لیکن تہذیبی و تمدنی اور علمی و سائنسی امور سے تعلق رکھنے والی بعض باتیں مناسب بلکہ قابل قبول بھی ہیں۔ ہماری راسخ العقیدگی میں یہ مرض عام پایا جاتا ہے کہ جس سے اختلاف ہے اس کو ہر بات کو لازماً قابل رد ہی سمجھنا یا اس پر ناک بھوں ہی چڑھانا ہے۔ حالانکہ سلف اکابرین کے ہاں اپنے سخت مخالفین کی باتوں کو بعض جگہ تائید و تحسیناً بیان کرنے کے واضح شواہد ملتے ہیں۔ کتب سلف میں ایک مذہب فقہ یا ایک مسلک عقیدہ و کلام کے ہاں دوسروں کی تردید کے ساتھ بعض جگہوں پر تلبید ایک مبتدی بھی آسانی سے ملاحظہ کر سکتا ہے۔ رازی (1149ء/544ھ-1209ء/

فکر استشرق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [309] استشرق، تجدد اور راسخ العقیدگی: چند تاثرات و معروضات

606ھ) ¹⁹ اور قرطبی (1214ء/600ھ-1273ء/671ھ) ²⁰ وغیرہ کی تفسیروں سے اس حوالے سے کئی تحقیقی مقالے مرتب کیے جاسکتے ہیں۔

¹⁹ مشہور مسلم مفسر، فلسفی، متکلم؛ فخر الدین ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن الحسن بن الحسن بن علی التیمی البکری الرازی۔ علمائے اسلام کی صفِ اول کی علمی شخصیات میں سے ہیں۔ ایران کے شہر تبران کے مضافاتی علاقے زے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد زے کے معروف خطیب تھے۔ زے کی نسبت سے رازی اور خطیب والد کی نسبت سے ابن الخطیب کہے جاتے ہیں۔ تفسیر، فلسفہ، علم کلام، فلکیات، طبیات، مابعد الطبیعیات وغیرہ مختلف اور متنوع علوم میں غیر معمولی درجہ حاصل تھا۔ آپ کی عظمت کو لوہا لوگ آپ کے حین حیات ہی ماننے لگے تھے۔ مختلف علاقوں اور شہروں سے بڑے بڑے علماء و فضلاء آپ سے استفادے کے لیے آیا کرتے تھے۔ فلسفے اور علم کلام میں غیر معمولی مہارت کو امام رازی نے اہل سنت کے عقائد و نظریات کے اثبات کے لیے استعمال کرنے کی بھرپور کوشش کی؛ وہ معتزلہ اور کرامیہ کی زبردست تردید کرتے اور ان سے مناظرے کیا کرتے؛ اس حوالے سے انہیں بہت سی تکالیف بھی برداشت کرنا پڑی تھیں۔ تصانیف میں "التفسیر الکبیر"، "المطالب العالیہ"، "البیان والبرہان فی الرد علی اهل الزيغ والطغیان"، "المباحث المشرقیہ فی علم الالہیہ والطبیعہ"، "شرح عیون الحکمۃ لابن سینا"، "کتاب المنطق الکبیر"، "المحصول فی علم الاصول"، "نہایۃ العقول فی درایۃ الاصول"، "سرالمکنون"، "شرح اسماء الحسنی" وغیرہ شامل ہیں۔ امام رازی ایسے فلسفی و متکلم کے حوالے سے یہ بات قابل ذکر ہے کہ وہ فلسفہ و کلام اور معقولات کی گتھیاں سلجھانے میں عمر عزیز کا بیشتر حصہ صرف کرنے کے باوجود پیاسوں کی پیاس بھجانے اور مریضوں کے شفا یاب کرنے کے حوالے سے ان سب چیزوں کو قرآن کے مقابلے میں بے حیثیت پاتے اور اس کا برملا اظہار کرتے ہیں؛ ان کا کہنا ہے کہ پیاسوں اور مریضوں کی تسلی کے لیے میں نے قرآن سے بڑھ کر شافی کسی چیز کو نہیں پایا۔

²⁰ مشہور مفسر اور ماہکی فقیہ؛ ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر الانصاری الخزرجی القرطبی۔ بہت بڑے عالم و فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت عابد و زاہد بھی تھے۔ آپ کی تفسیر "الجامع لاحکام القرآن" تفسیر قرآن سے متعلق معلومات کا خزانہ اور دنیائے تفسیر میں ایک منفرد تالیف ہے۔ دیگر کتب میں "التذکرہ فی احوال الموتی و امور الآخرة"، "التذکار فی افضل الاذکار"، "الاسنی فی شرح اسماء

فکرِ استشراق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [310] استشراق، تجدد اور راسخ العقیدگی: چند تاثرات و معروضات

دوسروں کے علم و تہذیب کا اثر ہر حال میں برائیں

اس حقیقت کو بھی پیش نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے کہ کسی دوسرے کے علم و تہذیب کا اثر ہر حال میں برائیں ہوتا، اس کی مذمت و تردید اور اس سے بچاؤ کی تدابیر پر زور تغلیباً ہوتا ہے، ورنہ اس میں کچھ خیر کے پہلو بھی ہوتے ہیں، اور ان پہلوؤں کا تعلق مذہب اور کلام سے بھی ہو سکتا ہے اور دنیا و مادیت سے بھی۔ عقل مندی کی بات یہ ہے آدمی اپنے عقائد و ایمانیات اور تصورِ زندگی کے بنیادی فریم ورک کے اندر رہتے ہوئے ان پہلوؤں کو نہ صرف نظر انداز نہ کرے، بلکہ جہاں مفید پائے کام میں لانے سے ہرگز نہ چو کے۔ مغربی فکر نے جہاں یہ مسئلہ کھڑا کیا کہ مسلمانوں میں بہت سے لوگ اسلامی عقائد و اصول سے متعلق تردد و تشکک کا شکار ہوئے، وہاں اس نے مسلمانوں کے لیے یہ سبق بھی چھوڑا کہ:

اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے

سز آدم ہے ضمیر کن نکاں ہے زندگی²¹

اس نے اپنی زبانِ حال سے کہا کہ اس دنیا میں غلبہ اگر درکار ہے تو وہ خواہشات اور نعروں سے نہیں، اہلیت اور طاقت کے ذریعے ممکن ہے، اور آج مسلمانوں کے لیے اس کی صورت یہ ہے کہ وہ خود کو مغرب سے بڑھ کر اہل اور طاقت ور ثابت کریں۔ راسخ العقیدہ اسلامیت کے اس حلقے سے راقم کو ہمیشہ شکایت رہی ہے جو "خذ ما صفا و دع ما کدر" کے رویے کو غیر اسلامی قرار دینے پر اپنی صلاحیتیں صرف کرتا اور ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ مغربی فکر و تہذیب ایک ہیچ ہے؛ آپ اس کے معاملے میں اخذ و ترک (Pick and Chose) کارویہ نہیں اپنا سکتے۔ آپ یا

الحسنی، "قمع الحرص بالزهد والقناعة"، اللمع اللؤلؤیة فی شرح الشریعات النبویة"، الاعلام بما فی دین النصاری من المفاسد والاوہام واطہار محاسن دین اسلام واثبات نبوة نبینا محمد علیہ الصلاة والسلام" شامل ہیں۔

²¹ اقبال، کلیات اقبال اردو، 287۔

فکرِ استشراق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [311] استشراق، تجدد اور راسخ العقیدگی؛ چند تاثرات و معروضات

سب کچھ قبول کر لیں یا ہر چیز رد کر دیں۔²² یہ رویہ دنیا کی علمی و تہذیبی تاریخ کی غلط تفہیم کا شاخسانہ ہے۔ دنیا میں جس قوم اور تہذیب نے بھی اپنی شناخت بنائی یا اپنا لوہا منوایا، دوسری اقوام اور تہذیبوں سے یکسر بے نیاز نہیں رہی۔ مسلمانوں نے اپنے دورِ عروج میں یونانی فکر سے بھرپور استفادہ کیا۔ مغرب ترقی کی راہ پر گامزن ہوا، تو اس نے اسلامی فکر و تہذیب سے مستفید ہونے میں کبھی مضائقہ نہ سمجھا۔ آج کے مسلمان مغرب کے تجربات سے فائدہ اٹھانے سے بے نیاز ہو جائیں، تو اس کا مقابلہ کیسے کر سکتے اور اپنے تہذیبی غلبے کی خواہش کیسے پوری کر سکتے ہیں! لہذا مغرب کا ایسا اثر قبول کرنے میں جو دنیوی و مادی ترقی میں مغرب کے مقابلے کے لیے ضروری ہے، نہ صرف یہ کہ کوئی حرج نہیں بلکہ ایسا اثر لینا چاہیے؛ یہ دیکھنا اور اس کے مطابق عمل کرنا چاہیے کہ مغرب میں وہ کون سی طاقت ہے، جس نے اسے عالم پر غلبے میں مدد دی اور اس کے اس غلبے کو کئی صدیوں سے برقرار رکھے ہوئے ہے! یہ طاقت بے شبہ دریافت و ایجاد، علم و تحقیق اور سائنس و ٹیکنالوجی ہے۔ اس باب میں مسلمانوں کو مغرب سے استفادہ کرنا۔ اگر وہ اس کے تہذیبی غلبے کو اپنے تہذیبی غلبے سے بدلنا چاہتے ہیں تو ناگزیر ہے۔ الہیات، فلسفے، فقہ اور معاشرت کے حوالے سے بھی مسلمان مغرب سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔ مذہب اور الہیات میں مغرب کے غلبے کے

²² اس نظریے کے بودے پن اور دنیائے حقائق سے دوری کا اندازہ اس سے لگایے کہ خود اس کے علم برداران بہت سی چیزوں مثلاً موبائل، ٹی وی، انٹرنیٹ وغیرہ کو کام میں لا رہے ہوتے ہیں جن کی مخالفت میں دماغ سوزی کرتے اور جنہیں مغربی سائنس و مادیت کے مذموم مظاہر باور کرانے پر زور قلم صرف کرتے رہتے ہیں۔ جب انھیں ان کے نظریے اور عمل کے اس تقاد و تضاد کا حوالہ دے کر غلطی کی اصلاح کی دعوت دی جاتی ہے تو ان کا جواب ہوتا ہے: ہم تو حالات و ماحول کے تحت مجبوراً ایسا کر رہے ہیں! مگر وہ اس بات کو سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہوتے کہ آدمی جس چیز کو غلط سمجھتا ہو، اس کو اس بنا پر استعمال کرنے کا کیا شرعی جواز ہے کہ احوال و ظروف اسے مجبور کر رہے ہیں؟ آخر انھیں یہ کہنے میں کیا امر مانع ہے کہ ہم احوال و ظروف کے تحت وہ چیزیں استعمال کر رہے ہیں جن سے اسلام نے ہمیں نہیں روکا۔ جو چیزیں اسلام میں ممنوع نہیں ان کو جائز مان لینے کی بجائے ان کو غلط قرار دے کر استعمال کرنا! یہ طور خاص جب ان کے ذریعے وہ کام بھی لیا جا رہا ہو، جن کو یہ حضرات خدمت و دفاعِ اسلام باور کر رہے ہوتے ہیں! آخر اسلام کی کون سی خدمت اور اس کا کس نوعیت کا دفاع ہے!

فکرِ استشراق اور عالم اسلام میں اس کا اثر و نفوذ [312] استشراق، تجمد اور راسخ العقیدگی: چند تاثرات و معروضات

اثر میں خیر کا پہلو یہ ہے کہ اس نے مسلم اہل فکر کو یہ موقع فراہم کیا کہ وہ اپنی علیات کو جدید پیمانوں پر محکم ثابت کریں، بالکل اسی طرح جیسے غزالی وغیرہ ایسے مسلم مفکرین نے یونانی اثرات کے نتیجے میں پیدا ہونے والی صورتِ حال میں ثابت کیا تھا۔ دیکھنا یہ چاہیے کہ اثر کی نوعیت کیا ہے اور وہ ہمارے لیے شر کا پہلو رکھتا ہے یا خیر کا، اگر شر کا پہلو رکھتا ہے تو اس کی علمی سطح پر تردید و مذمت کی جائے اور اگر خیر کا پہلو رکھتا ہے تو اسے قبول کیا جائے، اور جہاں ضروری ہو اس سے مستفید بھی ہوا جائے۔²³ هذا ما عندی والعلم عند اللہ۔

²³ مغربی فکر سے متعلق اہل اسلام کے لیے معتدل و معقول رویے کی ضرورت کے حوالے سے راقم کا "الشریعہ" میں شائع شدہ محولاً بالا مضمون معلومات افزا ہو سکتا ہے۔ دیکھیے: ڈاکٹر محمد شہباز منج، "فکر مغرب: بعض معاصر مسلم ناقدین کے افکار کا تجزیہ" الشریعہ، 25، شمارہ۔ 2 (2014ء)، 25-34، شمارہ۔ 3 (2014ء): 37-44۔

www.KitaboSunnat.com

مصادر و مراجع

- آدم، چارلس سی۔ اسلام اور تحریکِ تجدید مصر میں، ترجمہ از عبدالجید سالک۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، 2002ء۔
- ابن خلدون، علامہ ولی الدین عبدالرحمن بن محمد۔ مقدمہ ابن خلدون۔ تحقیق از عبداللہ محمد الدرویش۔ دمشق: دار العرب، 2004ء/1425ھ۔
- ابن ہشام۔ السیرۃ النبویۃ۔ بیروت: دار لکتاب العربی، 1990ء/1410ھ۔
- احمد، عزیز۔ برصغیر میں اسلامی جدیدیت۔ ترجمہ از ڈاکٹر جمیل جالبی۔ لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، 1989ء۔
- اختر، نازنین۔ "شمس العلماء سید ممتاز علی کی شخصیت اور علمی، ادبی و صحافتی خدمات۔" مقالہ بی انجی ڈی اردو، پنجاب یونیورسٹی لاہور، 1986ء۔
- الازہری، پیر محمد کرم شاہ۔ ضیاء النبی۔ لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 1418ھ۔
- اصحاحی، ڈاکٹر شرف الدین۔ "مستشرقین، اشتراق اور اسلام۔" معارف اعظم گڑھ، شمارہ 8 (1982ء): 168۔
- افغانی، جمال الدین۔ الرد علی الدہریین۔ القاہرہ: 1955ء۔
- اقبال، علامہ محمد۔ کلیات اقبال اردو۔ لاہور: اقبال اکادمی، 1990ء۔
- اکرام، شیخ محمد۔ موج کوثر۔ لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، 1992ء۔
- امین، قاسم۔ المرآة الجدیدہ۔ قاہرہ: کلمات عربیۃ للترجمۃ والنشر، 2011ء۔
- _____۔ تحریر المرآة۔ القاہرہ: کلمات عربیۃ للترجمۃ والنشر، 2011ء۔
- امین، احمد۔ زعماء الاصلاح فی العصر الحدیث۔ قاہرہ: 1948ء۔
- ایوبی، ڈاکٹر اکمل۔ "مستشرقین اور تاریخ ترکی۔" ماہنامہ 'معارف' اعظم گڑھ، اکتوبر (1983ء): 251-260۔
- بورڈ، ترقی اردو۔ اردو لغت تاریخی اصول پر۔ کراچی: اردو لغت بورڈ، 2002ء۔
- _____۔ الفکر الاسلامی الحدیث وصلۃ بالاستعمار الغربی۔ بیروت: دار الفکر، ب ت۔
- پرویز، غلام احمد۔ مطالب الفرقان۔ لاہور: ادارہ طلوع اسلام، 1981ء۔
- _____۔ مطالب الفرقان۔ لاہور: طلوع اسلام ٹرسٹ، س ن۔

- انسان نے کیا سوچا۔ لاہور: طلوع اسلام ٹرسٹ، 1991ء۔
- ٹرول، ڈاکٹر سی ڈبلیو۔ سر سید احمد خاں: فکر اسلامی کی تعبیر نو۔ ترجمہ از ڈاکٹر قاضی افضل حسین اور محمد اکرام چغتائی۔ لاہور: القمر انٹرنیٹرز، 1998ء۔
- جاوید، قاضی۔ سر سید سے اقبال تک۔ لاہور: تخلیقات، 1998ء۔
- الجبرمی، عبد المتعال۔ الاستشرق وجہ للاستعمار الفکری۔ قاہرہ: مکتبہ وہبہ، 1995ء / 1416ھ۔
- جوہری، طنطاوی۔ الجواہر فی تفسیر القرآن الکریم۔ مصر: مصطفیٰ البابی الحلبي، 1340ء۔
- حالی، مولانا الطاف حسین۔ حیات جاوید۔ لاہور: بجزرہ انٹرنیشنل، 1984ء۔
- حامدی، خلیل احمد۔ مرتب۔ نظام اسلام مشاہیر اسلام کی نظر میں۔ لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، 1963ء۔
- حسین، ڈاکٹر طرہ۔ فی الادب الجاہلی۔ قاہرہ: مطبعہ فاروق، 1933ء۔
- مستقبل الثقافتہ فی مصر۔ قاہرہ: دار المعارف، 1938ء۔
- الحسینی، محمد تنزیل الصدیقی۔ "جمال الدین افغانی: تصویر کا دوسرا رخ۔" رسائی ستمبر 19، 2015۔

<https://alwaqiamagzine.wordpress.com/2014/0>

[2/16/sayyid-jamal-ad-din-al-afghani-the-another-face](https://alwaqiamagzine.wordpress.com/2014/0/2/16/sayyid-jamal-ad-din-al-afghani-the-another-face)

- خاں، سر سید احمد۔ تفسیر القرآن مع اصول تفسیر۔ لاہور: دوست ایسوسی ایشن، 1995ء۔
- الدمنصوری، ابو زید۔ الہدایۃ والعرفان فی تفسیر القرآن بالقرآن۔ مصر: مصطفیٰ الحلبي، 1349ھ۔
- الدھان، محمد۔ قوی الشر المتخالفہ وموہبھا من الاسلام والمسلمین۔ القاہرہ: دارالوقوف للطباعة والنشر المنصورہ، ب۔ت۔
- دیاب، محمد احمد۔ اعضاء علی الاستشرق والاستشرقین۔ قاہرہ: دار المنار، 1989ء۔
- ایٹن، ڈاکٹر محمد۔ "روشن خیالی کی امریکی اہماسات،" نوائے وقت، 8-9، 2006ء۔

- الذہبی، الدکتور محمد حسین۔ التفسیر والمفسرون۔ القاہرہ: مکتبہ وہبہ، ب۔ت۔
- رضا، رشید۔ المنار۔ القاہرہ: 1905ء۔
- _____ تفسیر المنار۔ قاہرہ: دار المنار، 1367ھ۔
- زقزوق، دکتور محمود حمدی۔ الاستشراق و الخلفیۃ الفکریۃ للصرع الحضاری۔ القاہرہ: دار المعارف، ب۔ت۔
- السباعی، الدکتور محمد مصطفیٰ۔ المستشرقون والاسلام۔ ترجمہ از مولانا سلیمان شمس ندوی۔ لاہور: ادارہ اسلامیات، 1982۔
- _____ السنۃ و مکاتبتہا فی التشریح الاسلامی۔ القاہرہ: مکتبہ دار العربیہ، 1961۔
- سیزگین، ڈاکٹر فواد۔ مقدمہ تاریخ تدوین حدیث۔ ترجمہ از سعید احمد۔ اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، 1985ء۔
- سلیمانی، محمد احسان الحق۔ رسولِ مبین۔ لاہور: مقبول اکیڈمی، 1993۔
- عبدالرزاق، علی۔ الاسلام و اصول الحکم۔ قاہرہ: 1925۔
- عبد المجید، خواجہ۔ جامع اللغات۔ لاہور: جامع اللغات کمپنی، س۔ن۔
- عبداللہ، سید۔ "سر سید کے ہم خیال علما کے دینی نظریے۔" اورینٹل کالج میگزین
- 15، شمارہ۔ 55 (1938ء): 56۔
- _____ سر سید احمد خاں اور ان کے نام و ررنقہ کی اردو نشر کافنی و فکری جائزہ۔ اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، 1994ء۔
- عبدہ، الشیخ محمد۔ الاعمال الکاملۃ۔ تحقیق از الدکتور محمد عمارہ۔ بیروت: 1972۔
- _____ الاسلام و النصرانیۃ مع العلم والمدنیۃ۔ القاہرہ: 1922۔
- _____ تفسیر جزعم۔ القاہرہ: مطبعہ مصر، 1922۔
- _____ رسالۃ التوحید۔ القاہرہ: المنار پریس، 1351ھ۔
- _____ تفسیر سورہ العصر۔ قاہرہ: مطبعہ المنار، 1926۔
- العقیقی، نجیب۔ المستشرقون۔ مصر: دار المعارف، 1964۔

- علی، سید امیر۔ روح اسلام۔ ترجمہ از محمد ہادی حسین۔ لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، 1992ء۔
- علی، ممتاز۔ حقوق نسواں۔ لاہور: رفاه عام، 1898ء۔
- علی، مولوی چراغ۔ اعظم الکلام فی ارتقاء الاسلام۔ ترجمہ از مولوی عبدالحق۔ حیدرآباد: کتب خانہ آصفیہ، 1911ء۔
- _____ رسائل چراغ علی۔ حیدرآباد: کتب خانہ آصفیہ، 1918ء۔
- _____ تحقیق الجہاد۔ ترجمہ از غلام الحسین۔ حیدرآباد: کتب خانہ آصفیہ، 1913۔
- غراب، احمد عبد الحمید۔ رویہ اسلامیہ للاستشراق۔ الریاض: درالاصالة للثقافة والنشر والاعلام، 1988۔
- فنڈر۔ میزان الحق۔ لاہور: پنجاب ریجنس بک سوسائٹی، 1892۔
- الفیومی، الدکتور محمد ابراہیم۔ الاستشراق رسالۃ الاستعمار۔ قاہرہ: دارالفکر العربی، 1993۔
- القرطبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد۔ الجامع لاحکام القرآن۔ تحقیق از الدکتور عبد اللہ بن عبد المحسن التركي۔ بیروت: موسسہ الرسالہ، 2006ء/1427ھ۔
- کیرانوی، مولانا رحمت اللہ۔ بائبل سے قرآن تک، ترجمہ از اکبر علی۔ کراچی: مکتبہ دارالعلوم، 1389ھ۔
- لاہوری، محمد علی۔ بیان القرآن۔ لاہور: احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، 1377ھ۔
- اللبان، ابراہیم عبد المجید۔ الاستشراقون والاسلام۔ قاہرہ: مجمع البحوث الاسلامیہ، 1970ء۔
- مراد، یحییٰ۔ افتراءات المستشرقین علی الاسلام والرود علیہا۔ بیروت: دار لکتب العلمیہ، 2004ء۔
- مسعود، جبران۔ الراشد معجم لغوی عصری۔ بیروت: دارالعلم للملایین، 1967۔
- مظہر، جلال۔ کتاب العمل۔ بیروت: الحضارة الاسلامیہ، 1969۔
- معلوف، لوئیس۔ المنجد۔ بیروت: دارالمشرق، 1967۔
- منج، ڈاکٹر محمد شہباز۔ "فکر مغرب: بعض معاصر مسلم ناقدین کے افکار کا تجزیہ۔" الشریعہ، 25، شمارہ۔ 2 (2014ء): 25-34، شمارہ۔ 3 (2014ء): 37-44۔

- ندوی، حبیب الحق۔ "اسلام اور مستشرقین۔" معارف اعظم گڑھ، شمارہ۔ 6 (1983): 414-410۔
- _____ "اسلام اور مستشرقین۔" معارف، شمارہ۔ 5 (1983): 332۔
- ندوی، مولانا ابوالحسن علی۔ مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش۔ کراچی: مجلس نشریات اسلام، 1981۔
- _____ اسلامیات اور مغربی مستشرقین و مسلمان مصنفین۔ کراچی: مجلس نشریات اسلام، 1992۔
- _____ مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش۔ کراچی: مجلس نشریات اسلام، 19801۔
- _____ قادیانیت: مطالعہ و جائزہ۔ کراچی: مجلس نشریات اسلام، 1981ء۔
- نظامی، پروفیسر خلیق احمد۔ "مستشرقین کے افکار و نظریات کے مختلف دور۔" اسلام اور مستشرقین، معارف اعظم گڑھ، 1986، 2۔
- نعمانی، شبلی۔ سیرت النبی۔ لاہور: الفیصل ناشران و تاجران کتب، 1991۔
- بیگل، محمد حسین۔ حیاة محمد۔ القاہرہ: دار لمعارف، الطبعة الرابعة عشرة۔
- Ahmad, Azīz. *Studies in Islamic culture in the Indian Environment*. Oxford: The Clarendon press, 1966.
- Alī, Chirāgh. *The proposed political, legal and social reforms in the Ottoman Empire and other Muhammdan States*. Bombay: Education Society's press, 1883.
- Alī, Sayyid Amīr. *The Spirit of Islam or the life and teachings of Mohammed*. Calcutta: S.K Lahiri, 1902.
- al-Murābit, 'Abd al-Qādir. "Was the Goethe a Muslim?" Accessed October 2, 2015. http://www.themodeofreligion.com/convert/convert_goethe.htm

- Andrae, Tor. *Muhammad: The man and his faith*. Translated by Theophil Menzel. London: George Allen & Unwin, 1956.
- Arberry, A.J. *The Quran Interpreted*. London: Allen & Unwin, 1955.
- Armstrong, H.C. *The Gray Wolf: the life of Kemal Atatürk*. New York: Capricorn books, 1961.
- Armstrong, Karen. *Muhammad: A Biography of the Prophet*. London: Clays, 2003.
- _____ *Muhammad: A western Attempt to Understand Islam*. London: Orion, 1991.
- Asad, Muhammad. *Islam at the Cross Roads*. Lahore: Arafat Publications, 1955.
- Asbridge, Thomas. *The First Crusade: A New History: The Roots of Conflict between Christianity and Islam*. Oxford University Press, 2005.
- Baljon, J.M.S. *Modern Muslim Koran interpretation 1880-1960*. Leiden: E.J. Brill, 1961.
- _____ *The Reforms and Religious Ideas of Sir Sayyid Ahmad Khān*. Lahore: Sh. Muhammad Ashraf, 1964.
- Bell, Richard. *Introduction to the Quran*. Edinburgh: At the University press, 1963.
- _____ *The Origin of Islam in Its Christian Environment*. London: Macmillan, 1926.

- Benton, William, Published by. *Encyclopaedia Britannica* (U.S.A: William Benton, 1961.
- Bethman, E. W. *Bridge to Islam: A study of the Religious forces of Islam and Christianity in the Near East*. London: Allen & Unwin, 1953.
- _____ *Steps toward understanding Islam*. Washington, D.C: American Friends of Middle East, 1996.
- Blanks, David; and Michael Frassetto. ed. *Western Views of Islam in Medieval and Early Modern Europe*. New York: St. Martin's Press, 1999.
- Britannica, Encyclopaedia, published by. *The new Encyclopaedia Britannica*. Chicago: Encyclopaedia Britannica, 1986.
- Brown, Daniel. *A New Introduction to Islam*. United Kingdom: Blackwell, 2004.
- Burton, John. *The Collection of the Quran*. Cambridge: Cambridge University Press, 1977.
- Carlyle, Thomas. *Heroes and Hero Worship*. Philadelphia: Henry Altemus, ND.
- Chaudhary, Mohammad A. "Orientalism on Variant Reading of the Quran: The Case of Arthur Jeffery." *American Journal of Islamic Social Science* 12, no. 2 (1995):171-172.
- Coulson, J. *The Oxford Illustrated Dictionary*. London: Oxford University Press, 1978.

- Cragg, Kenneth. *The call of Minaret*. New York: Oxford University Press, 1956.
- _____ *The Dome and the Rock: Jerusalem Studies in Islam*. London: S. P. C. K, 1964.
- _____ *Islamic Surveys-3: Counsels in contemporary Islam*. Edinburgh: Edinburgh University Press, 1965.
- Cragg, Kenneth; and Ishāq Masūd. *Theology of Unity*. London: Allen and Unwin, 1966.
- Crolier Incorporated, Published by. *The Encyclopedia Americana*. U.S. A: Crolier, 1984.
- Cromer, The Earl of. *Modern Egypt*. New York: Macmillan, 1908.
- Daniel, Norman. *The Arabs and Mediaeval Europe*. London: Longman, 1979.
- _____ *Islam and the West: the making of an image*. Edinburgh: Edinburgh University press, 1960.
- Darwin, Charles. *On the Origin of species by means of Natural Selection or the preservation of favoured races in the struggle for life*. London: John Murray, 1859.
- Davidson, Seraphim William. "Pope Urban II's Speech at the Council of Clermont and the Crusades." Accessed, March 28, 2014. <http://voices.yahoo.com/pope-urban-iis-speech-council-clermont-and-3683668.html>

- Durant, Will. *The Age of faith*. New York: Simon & Schuster, 1950.
- Eliade, Mircea, ed. *The Encyclopedia of Religion*. New York: Macmillan, 1987.
- Fażlur-r-Raħmān, Dr. "What is Islamic Culture?" *The Light*, Lahore, March 24, 1973, 5.
- _____ *Islam*. London: Weidenfeld and Nicholson, 1996.
- Faiżī, Āṣaf A A. *A Modern Approach to Islam*. Bombay: Asia publishing House, 1963.
- Gibb, H. A. R. *Mohammedanism: An Historical Survey*. New York: Oxford University press, 1964.
- Gibbon, Edward. *The History of the decline and fall of the Roman Empire*. New York: The Modern Library, 2003.
- Goitain, S. D. *Jews and Arabs: Their Contacts through the ages*. New York: Schocken Books, 1955.
- Gokalp, Ziya. *Turkish Nationalism and Western Civilization*. Edited and Translated by Niyazi Berkes. London: George Allen & Unwin, 1959.
- Goldziher, Ignaz. *Muslim Studies*, Translated by C.R.Barber and S.M.Stern. Chicago: IL Aldine Publishing, 1973.
- Guillaume, Alfred. *The Traditions of Islam*. Bayrūt: Khayāts, 1960.
- Hastings, James, ed. *Encyclopaedia of Religion and Ethics*. New York: Charles Scribner's Sons, 1930.

- Hillenbrand, Carole. *The Crusades: Islamic Perspectives*. Edinburgh: Edinburgh University Press, 1999.
- Hitti, P. K. *History of the Arabs*. London: Macmillan, 1968.
- _____ *Islam a way of life*. London: Oxford University Press, 1971.
- _____ *Islam and the West*. New Jersey: Princeton, 1962.
- Hourani, Albert. *Arabic thought in the liberal age 1798-1939*. London: Oxford University press, 1962.
- Hume, David. *An Enquiry Concerning the human understanding*. Edited by L.A. Selly Bigge .Oxford: Clarendon press, 1893.
- Hurts, James Willard, ed. *Encyclopedia of Crime and Justice*. New York: The free press, 1983.
- Imrān, Maulānā Muhammad. *Distortions about Islam in the West*. Lahore: Malik Sirāj and Sons, 1979.
- Iqbāl, Muhammad. *Reconstruction of religious thought in Islam*. Lahore: Shaikh Muhammad Ashraf, 1962.
- Irtān; and Margarete Orga. *Ataturk*. London: Michael Joseph, 1962.
- Ja'firī, Farīd S. "The Need for a Re-evaluation of Islam in Pakistan," *The Pakistan times*, Lahore, August 11, 1967.
- Jamīla, Maryam, *Islam and Orientalism*. Lahore: Sant Nagar, 1971.

- _____ *Islam and Modernism*. Lahore: Muhammad Yūsuf Khān, 1977.
- Jeffery, Arthur. *Islam: Muhammad and his religion*. Indiana: Bobbs-Merrill, 1958.
- _____ *Materials for the history of the text of the Quran*. Leiden: E, J. Brill, 1937.
- _____ *The Quran as Scripture*. New York: Russell F. Moore, 1952.
- Kant, Immanuel. *Religion within the limits of reason alone*. Translated by T.M Green and H. H Hudson. New York: Harper & Row, 1960.
- Kerr, Malcolm H. *Islamic reforms: The political and Legal theories of Muhammad 'Abduh and Rashīd Riḍā*. Cambridge: University of California press, 1966.
- Lawton, John Stewart. *Miracles and Revelation*. London: Lutterworth press, 1959.
- Lemonik, Michael D. "Are the Bible Stories True?" *Time*, Sunday, June 24, 2011, Accessed, July 4, 2015. <http://content.time.com/time/magazine/article/0,9171,133539,00.html>
- Levonian, Lootfy. *Studies in Relationship between Islam and Christianity*. London: Allen & Unwin, 1940.

- Longmans, Green and Co, Published by. Supernatural religion: An Inquiry into the Reality of Devine Revelation. London: Longmans, 1874.
- Loon, Handrik Van. *Tolerance*. New York: The Sun Dial Press, 1939.
- Margoliouth, D. S. *Mohammedanism*. London: Butterworth, 1928.
- Mayer, Hans Eberhard. *The Crusades*. Oxford: Oxford University Press, 1988.
- Menezes, J.L. The life and religion of Muhammad: the Prophet of Arabia. London: Sands, 1911.
- Mills, Charles. *An History of Muhammedanism: Comprising the Life and Character of The Arabian Prophet*. London: Printed for black, Kingsbury, Parbury, And Allen, 1818.
- Morris, W. *The Heritage Illustrated Dictionary of the English language*. New York: American Heritage press, 1973.
- Mozely, J.B. *Eight lectures On Miracles*. London: Rivingtons, 1867.
- Muir, Sir William. *Mahomet and Islam: A sketch of the Prophets life from original sources and a brief outline of his religion*. London: The religious Tract Society, 1887.
- _____ *The life of Mahomet from original Sources*. London: Smith Elder, 1877.

- _____ *The Mohammedan Controversy: Biographies of Mohammed; Springer on tradition; the Indian Liturgy.* Edinburgh: T& Clark, 1897.
- Page, Kirby. *Jesus or Christianity: A study in Contrasts.* New York: Doubleday, 1929.
- Pakistan Times. *Pakistan times.* Lahore: August 2, 1963.
- Palmer, E. *The Koran with an Introduction by R Nicholson.* London: Oxford University press, 1928.
- Pirenne, Henry. *A history of Europe (Routledge Revivals): From invasion to XVI century.* United Kingdom: Taylor & Francis, 2010.
- Pratt, John H. *Scripture and Science not at variance.* London: Hatchards, 1856.
- Quraishī , Zafar Alī .*Prophet Muhammad and his Western Critics.* Lahore: Idrāra Ma'ārif-i Islāmī Mansūra, 1992.
- Rafī' u-d-Dīn, Dr. "The task of Islamic Research," *The Pakistan times*, August 2, 1963.
- Rodwell, J. M. *The Koran.* London: Dent, 1909.
- Safran, Nadav. *Egypt in Search of Political Community: An analysis of the Intellectual and Political evolution of Egypt, 1804-1952.* Cambridge: Harvard University press, 1961.
- Said, Edward. W. *Orientalism.* London: Routledge and Kegan Paul, 1978.

- Sale, George. *The Koran: Commonly Callaed the Alkoran of Muhammad*. London & New York: F. Warne, 1890.
- Saunders, John Joseph. *A History of medieval Islam*. London: Routledge and Kegan Paul, 1965.
- Schacht, Joseph. *An Introduction to Islamic Law*. Oxford: Clarendon press, 1964.
- _____ *The Origins of Muhammadan Jurisprudence*. Oxford: Clarendon press, 1950.
- Shāh, Dr Muhammad Sultān. "Pre-Darwinian Muslim Scholars' Views on Evolution." Accessed. September 16, 2015. [http://pu.edu.pk/images/journal/uoc/PDFFILES/\(11\)%20Dr.%20Sultan%20Shah_86_2.pdf](http://pu.edu.pk/images/journal/uoc/PDFFILES/(11)%20Dr.%20Sultan%20Shah_86_2.pdf)
- Şiddīqī, Professor Dr. Bashīr Ahmed. *Modern Trends in Tafṣīr Literature—Miracles*. Lahore: Faculty of Islamic and Oriental Learning, University of the Punjab, 1988.
- Simpson, J A; and E S C Weiner, ed; *The Oxford English Dictionary*. New York: Clarendon Press, 1989.
- Smith, Lucky T. *York Plays: The Plays Performed on the Day of Corpus Christi in the 14th, 15th, & 16th Centuries*. Oxford: Clarendon press, 1885.
- Smith, Wilfred Cantwell. *Islam in Modern History*. New Jersey: Princeton University Press, 1957.
- Southern, R. W. *Western views of Islam in the middle ages*. Cambridge: Harvard University press, 1962.

- Stubbe, Henry. *An account of the Rise and Progress of Mahometanism with the life of Mahomet*. Edited by Ḥafīz Maḥmūd Khān Shairānī. London: Luzac & co, 1911.
- Stuckrad, Kockuvon, ed. *The Brill Dictionary of Religion*. Leiden: Brill, 2006.
- Tolan, John V. *Saracens: Islam in the Medieval European Imagination*. New York: Columbia University Press, 2002.
- Tritton, A.S. *Islam: Belief and Practice*. London: Hutchinson, 1962.
- Turpin, Archbishop. *History of Charles the Great and Orlando*. Translated by Thomas Rodd. London: Old Broad Street, 1812.
- Vitalis, Ordericus. *The Ecclesiastical History of England and Normandy*. Translated by Thomas Forester. London: Henry G. Bohn, ND.
- Watt, W Montgomery. *Islamic Revelation in the Modern World*. Great Britain: Edinburgh University Press, 1969.
- _____ *Muhammad at Mecca*. Great Britain: Edinburg University Press, 1988.
- _____ *Muhammad at Medina*. Karachi: Oxford University press, 1981.
- _____ *Muhammad: Prophet and Statesman*. London: Oxford University Press, 1961.
- Weil, Gustav. *History of Islamic peoples*. Translated by Khudā Bakhsh. Calcutta: University of Calcutta press, 1914.

- Wollaston, Arthur N. *The Religion of the Koran*. London: John Murray, 1911.
- Wright, Thomas. *Early Christianity in Arabia: A historical Essay*. London: Quaritch, 1855.
- Yūsufu-d-Dīn. *Oriental and Islamic Studies in World Universities*. Daccan: Islamic Publications, N. D.
- Zaehner, R.C. *At Sundry Times: An Essay in the comparison of Religion*. London: Faber and Faber, 1958.

اشاریہ

306،284،283،267،266،243،223،222،218،217

ابن تیمیہ 298،297

ابن سینا، ابو علی سینا، ایوی سینا 309،302،301،199

ابن وراق 123،81

ابن اسحاق 133

ابن خلدون 315،307،306،195

ابن سعد 124

ابن عربی 298،69

ابن قیم 298

ابن کثیر 298

ابن مسعود 129،128

ابن حشام 315،45

ابو بکر، صحابہ رسول ﷺ 235،18

ابو بکر، سیف الدین 53

ابو حنیفہ (حنفی مسلک) 297،71

ابوداؤد 132

ابوسفیان بن حرب 46،20

ابوطالب 141

ابوہریرہ 134،133،132

ابی بن کعب 129

اثلی 281،98،69،60

احاسیورس 120

احزاب، سورہ 258

احمد بن ہلہ 193

احمد بن حنبل (حنبلی مسلک) 297،277،139

احمد، سعید 317،133

احمد، عزیز 283،282،262،261،252

احمدیت، تحریک 286،283

احمدیہ (جماعت، انجمن اشاعت اسلام) 318،274،273،272

اختر، نازنین 315،256

۲

آدم، ہاوا، پہلے انسان، پیغمبر 120،218،219،223،250

310،293،285،284،283،258

آدم، چارلس 199،201،210،211،214،218،219

225،229،230،232،249،250،301،302

315

آرامی 89

آر تھوئیڈک (آر تھوئیڈکس) 174

آرت 43،42

آر ٹری 60

آرکیالوجی 123

آر مشرائف، کیرن 74

آرمینیا 21

آزاد، ابوالکلام 248

آسٹریا، نیکل کی کتاب 120

آسٹریا 281،200

آسٹریا 142

آکسفورڈ 286،199،136،124،76،74،73،68،36،35

آکسٹن، سینٹ (آکسٹینین) 25

آل انڈیا مسلم لیگ 260

آل 124

آل عمران، سورہ 295،279،277

آزلیس سوم، پوپ 52

آزلیٹ 142

۱

ابراہیم، پیغمبر 110،87،148،149،198،199،201،237

250،242،241،239

ابریہہ 221،167،47

ابلیس (شیطان، شیطانی) 155،143،142،141،120،22

اشعر یہ 298	انخوان المسلمین 89، 57
اشوریت 97	ادارہ اسلامیات 317، 97
اصحاب کعبہ (اصحاب الرقیم) 120، 121، 281	ادارہ تحقیقات اسلامی 133
اصلاحی، شرف الدین 39، 40، 315	ادارہ ثقافت اسلامیہ 265، 283، 287، 315، 318
اصناف شعر 251	ادارہ طلوع اسلام 206، 315
اصول انتقاد (اصول انتقاد تاریخ) 201	اڈیسا 51
اطالوی 69، 73، 74، 146	اربن دوم، پوپ 50
اعظم مڑھ 39، 71، 82، 83، 190، 312، 319	اردن 120
انام، ایڈورڈ 78	اردو بورڈ 37
افریقین میٹشل ازم 193	اردو دائرہ معارف اسلامیہ 247
افریقہ (شمالی افریقہ) 20، 49، 54، 72، 83، 91	ارسطو 301
افغانستان 84، 279	ارسلان، الپ 21، 50
افغانی، جمال الدین 210، 211، 212، 213، 225، 315، 316	ازمیر، ترکی کا صوبہ 120
انیسوس، قدیم یونان کا شہر 120	الازہر، جامعہ 57، 130، 168، 195، 209، 210، 211، 212
اقبال، علامہ محمد 61، 85، 86، 89، 175، 212، 213، 247	233
316، 315، 310، 289، 287، 283، 282، 252	الازہری، میر محمد کرم شاہ 41، 49، 56، 91، 99، 315
اقبال ہال 31	استعمار (استعماری) 38، 40، 42، 57، 59، 60، 61، 62، 68
اقوام متحدہ 89	99، 98، 94، 93، 92، 90، 89، 86، 84، 83، 76، 75
اکبر، شہنشاہ 78	318، 316، 315، 168، 166، 116، 101
اکرام، فتح محمد 286، 315	استنبول 133، 55، 46
الف لیلہ 107	اسد، علامہ محمد (لیوپولڈ ویز) 89، 105، 165، 170، 204
الہیات 76، 189، 202، 248، 301، 302، 311	اسرائیل، ملک 93، 177، 193
ام حبیبہ رضی اللہ عنہا 46	اسری 242
امریکا (امریکن) 47، 58، 80، 83، 84، 85، 93، 98، 99	اسلام آباد 133، 248، 317
123، 133، 170، 173، 180، 185، 200، 214	اسلام مزہم 185
281، 245، 239، 238، 230	اسلامیت 169، 172
الملا 30، 31	اسلامک سوشل ازم 193
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ 20، 44، 46، 134	اسماء ارجال 168
امین، احمد 261، 315	اسماعیل، علیہ السلام 148، 149
امین، ڈاکٹر محمد 96، 316	اشعری، ابوالحسن 262، 264

اپو کلیس آف جان 155	امین، قاسم، 231، 232، 315
انتھنز 46	الاندر، عراق کا صوبہ 96
انتھوپک 155	انتخابِ طبعی، تصور 163، 219
انٹرنٹ یونیورسٹی 239، 76	انتھراپالوجسٹ 38
ایڈیٹریونیورسٹی 125، 123، 64، 60، 25	انتھیلوجس 64
ایڈورڈ اول، بادشاہ 54	انجیل (اناجیل) 93، 114، 117، 119، 155، 279
ایران (ایرانی) 39، 120، 121، 124، 191، 192، 248	انڈونیشیا 206، 192، 93، 239
309، 287، 267	انڈین سول سروس 286
ایسٹ انڈیا کمپنی 78، 98، 251	انسائیکلو پیڈیا 66، 139، 302
ایشیا (ایشیائی، ایشیاٹک، ایشیائے کوچک) 20، 21، 35، 36	انسائیکلو پیڈیا آف اسلام 60
251، 149، 99، 98، 78، 76، 46	انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجین اینڈ ایٹھس 117
ایف سی کالج 175	انسائیکلو پیڈیا آف کرائم اینڈ جسٹس 161
الطییم، مقام 275	انسائیکلو پیڈیا امریکانا 134
الطین 72	انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا 35، 163
ایسٹریڈیم 76	انسائیکلو پیڈیا ایسٹ 66
ایڈرے، مار 146، 151، 152	انطاکیہ 52
ایونی، ڈاکٹر آکس 190، 315	الانفال، سورہ 266
ایونی، صلاح الدین 52، 53، 71	انقرہ 248
پ	
پارٹنر (بیزنس) 20، 21، 50، 54، 55، 62، 65، 144	انگلیڈ (انگلستان) 46، 54، 73، 76، 94، 98، 124، 143،
پائل 28، 40، 63، 47، 88، 90، 109، 114، 115، 117	260، 247، 233، 200، 173
318، 275، 274، 129، 120، 119، 118	انوسینٹ سوم، پوپ 52
پائیلٹ، ایڈرین 197	الاہرام، رسالہ 213
پائیولوجی 239، 240	اہرام مصر 89، 213
پالہ 282	اوتارہ 90
پجنور 247	اودھ 260
بحر روم (بحیرہ روم) 19، 33	اورینٹل 35، 36، 60، 61، 122، 133، 230، 239، 261
بحر احیاء، تفسیر 276	اورینٹل ٹرانسلیشن فنڈ 78
بحیرہ قلزم 274، 275	اورینٹلزم (اورینٹلسٹ) 35، 36، 37، 42، 43، 61
بھاری (عام بھاری، مجموعہ حدیث) 124، 125، 131، 132	اورینٹل کالج 247
	اورینٹل کالج میگزین 252، 317

بنو تیمہ 18	226، 206
بنو عہاس 271	بدالہست 130
بنو عدی 19	بدو، غزوہ 151
بنو قریظہ 45، 18، 17	بدھ ازم (بدھ مت) 105، 78، 74
بنو قینقاع 44، 18، 17	بدو 118
بنو ہاشم 149	برلش 149، 136، 89، 61، 60، 59
بنو نضیر 18، 17	برٹن 125
بنی اسرائیل 22، 87، 90، 148، 242، 249، 247، 275، 280، 276	برصغیر 252، 248، 247، 246، 239، 98، 89، 85، 83، 80
بنی اسرائیل، سورہ 249	303، 287، 286، 262، 261
بنی کلب 63	برطانوی (برطانیہ) 119، 116، 93، 85، 83، 82، 78، 46
الہبی، محمد 315، 169، 168، 62	287، 281، 257، 252، 245، 211، 191، 125، 124
بورقہ، حبیب 194، 192	برلن 248، 130
بولونیا 68	برمنگھم 248
بولن یونیورسٹی 301، 248	برن یونیورسٹی 81
البناء، حسن 89	بشپ 173، 146، 143، 142
بیادیس، ہونسنٹ ڈی 66	بش، جارج 24
بیت اللہم 53	بشیر الدین 272
بیت اللہ 152	بصرہ 141، 124
بیت المقدس 59، 55، 52، 51، 50	بصری، عمرو بن بحر 163
بیروت (بیروت یونیورسٹی) 37، 41، 44، 45، 46، 62، 93	بغداد 262، 124
317، 315، 301، 248، 245، 214، 212، 133	الہند اوی، حافظ ابو بکر خطیب 124
318	الہند اوی، محمد بن سعد شیع البصری 124
الہیرونی، ابو یحییٰ 64	ہتلے اسلحہ، تصور 219، 163
بیکن، رابرٹ 68، 25	الہقرہ، سورہ 274، 238، 237، 236، 222، 220، 217، 43
بتل، جان، بشپ 142	276، 275
بتل، رچرڈ 155، 154، 123، 120، 119	بلاشیر 67
بیز (بوسنا)، اٹلی کا شہر 98	بلین، جے ایم ایس 294، 239
	البندقداری، رکن الدین میرس 54
	بنگال 64
	بنو امیہ 20، 19

296:295:245:204:195:194

تجربیت 112

تحریک استشراق 9:16، 17، 25، 27، 28، 41، 42، 57، 60،

101:100:99:94:86:82:62:61

ترکی (ترک قوم، زبان، افراد) 21، 46، 50، 54، 55، 56، 76،

185، 176، 175، 173، 172، 168، 120، 98، 93

186، 188، 189، 190، 191، 192، 216، 230،

315:254:248

الترکی، عبداللہ بن عبدالمحسن 44

ترغزی (امام ترغزی، مجموعہ حدیث) 132

تصرف 46، 69، 146، 210، 229، 262، 298، 301

تعدد ازواج 10، 63، 158، 159، 172، 255، 258، 271،

285

تخت زانی، سعد الدین 110

تنازع البقاء، نظریہ 163، 219،

تنظیمات 187

تورات 45، 80، 87، 89، 90، 119، 198،

توران شاہ، غیاث الدین 53

توسیع ذات، تصور 204

تہران 309

تیجیس (تونس، تیونس) 20، 54، 192، 194،

تھیو لیز 65

تھیولوجیکل سمینری 26، 122،

ث

ترگمان 72

ٹرول، ڈاکٹری ڈبلیو 248، 249، 316،

ٹورنٹیونیورسٹی 25، 175، 261،

ٹوری، پروفیسر چارلس کلٹر 123

ٹولن، جان دی 22

یادری 49، 61، 63، 124، 251، 252،

پاکستان (پاکستانی) 31، 85، 89، 96، 170، 171، 177، 199،

289:286:282:261:248:206:200

پال، سینٹ 74

پالی، زبان 46

پرائس، ڈیوڈ 78

پر تاپ سنگھ 273

پرنگال (پرنگالی) 20، 99

پرنس آف ویلز کا کالج جموں 289

پرنسٹن 26، 47، 133، 173، 175، 214،

پروٹسٹنٹ (پروٹسٹنٹس) 98، 122، 142، 143، 212،

پرویز، غلام احمد 206، 282، 283، 284، 285، 286، 315،

پریوی کونسل 260

پطرس محترم 66، 67،

پلاسیوس 69

پنجاب یونیورسٹی 192، 199، 247، 256، 286، 315،

پہلوی، قائدان 192

پہلوی، رضا شاہ 192

پہلوی، زبان 46

پہلوی، محمد رضا شاہ 191

پوپ 49، 50، 51، 52، 61، 68، 76، 80، 140، 142، 143،

پیرس 68، 76، 144،

پیرون، کارڈینل 143

ت

تائینین 124، 135، 167،

تاتار 53

تالمود (تلمودی) 117، 268،

تبوک، غزوة 18، 48،

تتلیٹ 144

تجدد و مغربیت 26، 27، 88، 172، 180، 181، 185، 190،

جمہوری، شیخ طنطاوی 11، 235، 236، 237، 238، 239، 316

جمیہ 298

نیفری، آر تھر 122، 127، 136

جیو میٹری 197

جیہ نوم 155

ج

چرچ 21، 22، 25، 46، 62، 76، 77، 79، 99، 124، 142،

143، 173، 180، 197

چغتائی، محمد اکرام 249، 316

چسورہ 260

چچک، اباہیلوں کے سنگ ریزوں سے مرض چچک کا نظریہ 221

چچن 20، 39، 44، 54، 74، 78، 91، 196

چیزز، تدریسی عہدے 62

ح

حالی، الطاف حسین 251، 260، 316

حامدی، غلیل احمد 97، 167، 316

حاشہ (ہجرت حبشہ) 45

حرب، بن امیہ 46

حروف مقطعات 238

الحسین، غلام 255، 318

حسین، ط 11، 195، 197، 198، 199، 201، 297، 316

حسین، قاضی افضل 249، 316

حسین، محمد کامل 174

حسین، محمد ہادی 265، 318

الحسینی، تنزیل الصدیقی 213، 316

حشر چستانی (حسی جزا و سزا)، تصور 156، 267، 268، 269

الخصارة الاسلامیة 62، 318

حضیون، خاندان 54

حکیم بن حزام 63

ث

ثانی، خلیفہ عبدالمجید 261

ج

جاہر بن حیان 67

جاپان 192

الجاہظ 163

جادو (سحر، جادوئی) 115، 160، 223، 224، 226

جارج ٹاکن یونیورسٹی 25

جارجی، جمیل 283، 315

الجامعۃ الامریکیہ 93

جان آف دمشق 62

جان ہیکنس یونیورسٹی 214

جان، کنگ 142

جاوا، ہزیرہ 93، 239

جاوید، قاضی 251، 287، 316

جاہلی شاعری (شعر جاہلی) 199، 245

الجبائی، محمد 262

الجبری، عبدالستار 68، 86، 89، 90، 92، 93، 94، 98، 199،

316

جبریل، فرشتہ (ناسوس اکبر، جبریل اعظم) 46، 85، 203، 250

جبریل الطلاق (جبرائیل) 20

جرمنی (جرمن) 52، 53، 76، 77، 79، 80، 81، 93، 98،

107، 130، 136، 144، 170، 173، 208، 243،

248، 261، 281، 301

الجزائر 72، 193، 254

جمیل، مریم 170، 171، 180، 185، 299

جنات (جن) 217، 227، 250، 252، 280، 284

جنگ، اخبار 96

جہاد، 10، 156، 157، 287، 305، 318

دارالعلوم ندوۃ العلماء 94	لحم، حروف مقطعات 238
دارالفکر العربی 318، 40	خوری، البرٹ 245، 214، 211
دارالکتب العربی 315، 45	حیات جاوید، کتاب 316، 260، 251
دارالکتب الطلیعہ 318، 41	حیات سعدی، کتاب 251
دارالمشرق 318، 37	حیدر آباد 318، 261، 255، 254
دارالمعارف 317، 316، 196، 62	حیفا 173

دارالسنہ 317، 316، 226، 40

دارالعرب 315، 307

دانتے 73، 71، 70، 69

الدرویش، عبداللہ محمد 315، 307

دشت سینا 274

دمشق (دمشقی) 315، 307، 62، 57

الدنمھوری، ابو یزید 316، 243، 242

الدھان، محمد 316، 172، 170، 93، 91، 27

دہلی 260، 257، 81

دیاب، محمد احمد 316، 68، 66، 62، 40

دیر کلونی 66

دیوبند 256

ذ

ڈارون، چارلس (ڈاروینی) 238، 219، 164، 163، 162، 10

250

ڈاکٹر آف دی چرچ 62

ڈیج 239، 192، 76، 75، 58

ڈرہم یونیورسٹی 200

ڈوسٹین 66

ڈیکھرت 197

ڈیلٹا 209

ڈیوک 66

ع

خان، مسید احمد 249، 248، 247، 246، 239، 212، 202

250، 251، 252، 256، 260، 261، 272، 273

274، 283، 286، 287، 288، 293، 295، 297

317، 316، 300، 299

خان، صدر ایوب 200

خدیجہ، رضی اللہ عنہا 119، 118، 63

خدیجہ، شہزادی خیر بیہ، در شہوار 261

خضر 121، 120

خلافت (خلافت راشدہ) 185، 168، 93، 70، 20، 19، 18

234، 206، 190، 189

خلع 258

خلفائے راشدین، خلفائے مسلمین (18، 20، 54، 129،

138، 254، 271، 304)

خینی، امام 191

خوارج 198

الخوارزمی، محمد بن موسیٰ 67

خیر پختون خواہ 199

و

دارالاصالہ 318، 41

دارالعروبہ 317، 57

دارالعلم للملایین 318، 37

دارالعلوم قاہرہ 235

ز

زائیر، آرسی 46
 زر تقسیم (زر تقسی، زر تقسیت) 268، 267، 156، 46
 زر غلول، سعد 287
 زر قزوق، محمود حموی 317، 67، 62
 زرگی، عماد الدین 52، 51
 زرگی، نور الدین 52
 زہری، امام 134، 131
 زہرہ، سمیوئل 170، 26
 زید بن ثابت 128، 126
 زید بن حارثہ 63
 زینب بنت جحش 148، 63

ژ

ژرف نگاہی، وصف 60

س

السادات، انور، صدر مصر 192، 191
 سالک، عبدالجید 315، 199
 سائیکالوجی آف ریلیجین 146
 السباعی، مصطفیٰ 317، 206، 165، 100، 97، 60، 59، 57
 سائڈرز، جان جوزف 149
 سپرنگر، ڈاکٹر 81
 سہین 72، 66، 65، 58، 55، 20
 سپینسر، ہربرٹ 219
 شاہ کلیم یونیورسٹی 146
 سٹب، ہنری 144
 سٹراس برگ یونیورسٹی 81
 سدنی لو 99
 سیراٹن 140، 51
 سر جیس، سینٹ، پوپ، بیکیری راہب 143، 141

ژ

ژوالقرنین 120
 الذہبی، محمد حسین 317، 241

ر

رابرٹ آف تتر 67
 رابرٹ آف کیٹن 67
 رلاؤک 20
 رازی، امام فخر الدین 309، 308، 139
 رائٹ، تھامس 167، 47
 ربی 170، 89، 80، 44
 رجسٹ آف آرٹھری 60
 رضا شہید 228، 227، 226، 224، 223، 220، 214، 199

317، 250، 248، 229

رضیہ سلطانہ 257

رفیع الدین، ڈاکٹر 289

رنیبر سنگھ 273

روح القدس 142

روس (روسی) 281، 191

روم (رومن، رومی، روما) 18، 19، 20، 25، 35، 45، 48، 53،

165، 143، 142، 130، 98، 80، 77، 74، 72، 61

رومانوس چہارم، بازنطینی حکمران 20

رومن کیتھولک 143، 98، 74، 25

رومن لا 245، 130

روی، مولانا جمال الدین 72، 61

رسے 309، 124

الریاض 318، 41

ریگی، جون بن جیکوب 144

ریٹان، ایچ، مستشرق 76

سینٹ جوزف یونیورسٹی 248، 301	سر قوسطہ 72
سینی گال (سینی گالی) 92	سری نگر 279، 289
ش	
شاہراہ اول، ساسانی بادشاہ 90	سریانی 76، 126، 252
شاہخت، جوزف، 136، 160، 204، 300	سسز، مسیحی راہبہ 74
الشافعی، محمد بن اور یس، امام (شافعی مسلک، شافعی افراد) 138،	سلسلی 58
277، 262، 139	سعودی عرب 206
شام (شامی) 18، 44، 48، 53، 54، 62، 70، 97، 117، 118،	سعید، ایڈورڈ ڈبلیو 38، 42، 94
229، 225، 152، 141، 130	سکاٹ لینڈ (سکاٹش) 25، 60، 64، 79، 93، 112
شاہ، بیبل 65	سکاہ برو، رپورٹ 82
شاہ، حبشہ 45	سلجوقی 21، 50
شاہروم 45	سلطانکا 68
شاہ عبدالعزیز 89	سلوینر ٹائی، پوپ 61
شاہ فیصل 89	سین گین، ڈاکٹر نواد 133
شاہ ولی اللہ 239، 277، 278، 303	سلیمان علیہ السلام 121، 280
شیاب محمد 57	سلیمانی، احسان الحق 148، 317
شیلٹی نعمانی 72، 80، 248، 286	سمتہ، کینٹونیل 175، 177، 194، 289، 298، 300
شجر الدر، بیوہ الملک العادل 53	سمرقند 110
الشریعہ، رسالہ 312، 318	سندھ 20
اشعر آء، سورہ 274	سنکرت 46، 239
شعرا 68، 142، 260	سینگاک 180
شکاگو میٹروکل 29	سوشیالوجسٹ 38، 185
شکاگو یونیورسٹی 200	سوق القرب 47
شمشون 90	سوئزر لینڈ (سوئس) 46، 81
شیدہ 198، 237	سوئیکار نو، احمد 192
شیکسپیر 73، 74، 260	سوڈین (سوڈیش) 93، 146
ص	
صحابہ 81، 122، 125، 129، 131، 132، 133، 139، 152،	سہارن پور 251
237، 167	سی آئی اے 178
	سیکلرزم 171، 177، 245، 246
	سینل، جارج 116، 151، 152، 157
	سینٹ انڈریوز یونیورسٹی 125

صرع (مرگی، حضور ﷺ کے مصروع ہونے کا استشراقی الزام)

244، 243، 218، 217، 141، 107

صفران، نداف 177

سقلیہ 52

صلیب (صلیبی، صلیبی جنگیں) 55، 54، 53، 52، 51، 50، 24،

139، 115، 101، 86، 84، 71، 68، 60، 59، 58، 56

279، 278، 276

صوفی (مشائخ، سلاسل صوفیاء، صوفیانہ عقائد و تصورات) 70، 69،

229، 210، 167

عبدالحمق، مولوی 318، 254

عبدالحمید، خواجہ 317، 37

عبد الملک، خلیفہ 134، 131

عبد الناصر، جمال 193، 191، 190

عبدہ، محمد 219، 217، 216، 215، 214، 211، 209، 199

229، 228، 226، 225، 224، 222، 221، 220

249، 248، 247، 246، 245، 243، 233، 231

301، 299، 297، 295، 293، 288، 287، 250

317، 302

عبرانی (روایت، زبان، عبرانی بائبل، عبرانی یونیورسٹی) 86، 76،

272، 252، 279، 219، 173، 90، 89

عثمان، رضی اللہ عنہ 19

عثمانزم 185

عثمانیہ (سلطنت، یونیورسٹی) 261، 78،

عراق (عراقی) 87، 64،

عرب اسرائیل جنگ 177

عربست (عربشش) 43، 42،

عرب سوشل ازم 193

عرب نیشنل ازم 193

العروۃ الوثقی، رسالہ 226، 225

عزیز، پیغمبر 237، 236

العسقلانی، ابن حجر 81

العصر، سورہ 317، 220، 219

عقبہ بن نافع 20

العقیدہ السنفیہ، کتاب 110

العسقلانی، نجیب 317، 62

عکا 54، 52

علم الارواح 238

علم الافلاک 77

علم الکلام 248، 72

ض

ضیاء القرآن (ضیاء القرآن تفسیر، ضیاء القرآن پبلی کیشنز) 41،

315

ضیاء النبی، کتاب 315، 49، 41

ط

طارق بن زیاد 20

طائف 46

طبرستان (نام طبری، تفسیر طبری) 125، 124،

طبیعیات (طبیعیاتی) 309، 302، 77، 76،

طرابلس الشام 225

طس، حروف مقطعات 238

طنطا 210، 209

ظ

ظہار 160

ع

عبد الرزاق، علی 253، 234، 233، 10،

عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ 44، 17،

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ 132

عبد اللہ، سید 317، 252، 248، 247

کراچی 37:95:129:167:179:273:289:315:318	القاهرہ (قاهرہ) 27:39:40:57:61:62:68:91:122
319	192, 195, 196, 197, 212, 214, 216, 217
کراچی 309	220, 222, 226, 230, 231, 232, 233, 235
کراچی بیچ 56	241, 242, 261, 315, 316, 317, 318, 319
کراچی تھیٹرومی 79	قبرص 52
کراچی میٹروپولیٹن 214:215:219:252:299	قدانی، معمر 193, 194
کراچی ٹیلی ویژن 65	قرآنیات (قرآنیات) 81, 119
کراچی کینتھ 172:174:178	قراءت (قراءات) 19, 126, 127, 128, 199
کراچی 251:273:279	قرطبہ 61, 65
کعب بن اسد 45	القرطبی، ابو عبد اللہ 44, 45, 309, 318
کعبہ 62:152:199	قریش (قریشی) 18, 19, 20, 46, 70, 228
کلدانی 252:267:268	قریشی، ظفر علی 165
کلکتہ 260	قطیفیہ 52, 55, 98, 225
کلیسا (کلیسا کی نظریات) 21:25:26:57:61:62:68:92	قصص (قصص قرآنی) 201, 202, 236
141, 143, 146, 231, 265, 268	القصص، سورہ 295
کمال الدین، خواجہ 272	قصص 119
کمال، مصطفیٰ (کمازم) 175:185:188:189:190:192	قیاس 87, 251, 268
229, 230	
کیونزم 193, 245	
الکائناتی، عمرو بن بحر 163	
کنده، قبیلہ 64	
الکندی، عبد المسیح بن اسماعیل 64	
الکندی، یعقوب بن اسماعیل الصباح 64	
کوفہ 124, 129	
کولمبیا 36:38:47:120:121:122	
کونسل ازم 193	
کیتھولک 62:74:77:98:99:142:143:197	
کیش، شاعر 260	
کیرالہ 99	
کیرالوی، رحمت اللہ 129, 318	
	کاستری، ہنری دی 72
	کارڈینل 143
	کارلائل، تھامس 79, 80, 145
	کالی کٹ 99
	کامینس، شہنشاہ الیکزینس 50
	کانٹ 76, 113
	کانٹنٹینٹن 21
	کاسٹرس 289
	کتاب العمل، کتاب 62, 318
	کتاب مقدسہ 109, 142, 164
	کنک (اڑیسہ) 260

ک

289، 287، 286، 284، 283، 274، 265، 258
 319، 318، 317، 316، 315
 لاہوری (محمد علی، جماعت) 272، 274، 275، 276، 277
 318، 282، 281، 280، 279، 278
 لائین یونیورسٹی 130، 136، 239
 اللہان، ابراہیم عبدالمجید 318، 39
 لبرل (لبرلز، لبرل اسلام) 180، 185، 206، 208، 209
 299، 287، 260
 لہنائی 245، 47
 لہڑگ 130
 لہزاروس 155
 لعان 160
 لکھنؤ 94، 171، 251
 لہل، ریشٹ 25، 68
 لندن (لندن) 60، 61، 64، 76، 93، 133، 180، 185
 260، 248، 247، 239
 لٹکن 96
 لوقر، ہارٹش 25، 76، 142، 143، 175، 176، 177، 209
 212، 211
 لون، وینڈرک وان 58
 لوڈین، لونٹی 46
 لوئیس معلوف 37، 318
 لوئیس نهم 53، 54
 لیبیا 20، 141، 193

م

ماہد الطبیعات (ماہد الطبیعیاتی) 76، 77، 111، 197، 262
 309، 302، 269
 ماتریڈی 110
 ماڈرنزم 171، 295، 296، 297
 مارکس، مارگریٹ 170

کیلی یونیورسٹی 81
 کیلی فورنیا یونیورسٹی 200، 214
 کیمبرج یونیورسٹی 61، 76، 125
 کینیڈا (کینیڈین) 175، 200، 261

گ

گاہ، واسکوڈے 99
 گب، ایچ لے آر 60، 83، 153، 214، 300
 گلمن، ایڈورڈ 47، 48، 77
 گریٹ آف اور پلاک 61
 گردنی بام، گسٹاف اے 200
 گزمن، ڈویٹک ڈی، سینٹ 66
 گلاسگو 64
 گوٹھ، نسل 20
 گورداسپور 286
 گوش، ایس ڈی 173، 174
 گوک الپ، ضیا 185، 186، 188، 190
 گولڈ زیبر 30، 57، 130، 131، 133، 134، 206، 243
 297
 گوٹنٹ کالج لاہور 175، 256، 286
 گوٹے 78، 79، 145
 گیگر، ابراہام 80
 گیوم، اے 133

ل

لا اوریت 77، 164
 لارڈ کرورمر 287، 288
 لاطینی 51، 62، 65، 67، 68، 76، 129، 144، 167، 190
 248، 245، 197
 لاہور 37، 41، 72، 86، 96، 97، 127، 148، 167، 171
 175، 199، 206، 247، 249، 251، 252، 256

124، 125، 126، 127، 128، 129، 130، 131،
132، 133، 134، 135، 136، 137، 138، 139،
140، 141، 142، 143، 144، 145، 146، 147،
148، 149، 150، 151، 152، 153، 154، 155،
156، 158، 167، 199، 201، 202، 203، 204،
205، 206، 222، 226، 228، 231، 234، 235،
241، 242، 243، 244، 249، 253، 254، 255،
258، 261، 262، 264، 265، 266، 267، 268،
269، 270، 271، 279، 280، 281، 282، 284،
286، 298، 303، 306

محمد علی 98

محمد قاسم 98، 55، 54

منظومات (مسودات) 100، 81، 80، 78، 65، 46

مدارس رحیمیہ 303

مدو جزیر اسلام، نظم، کتاب 251

مدینہ 158، 150، 149، 73، 44، 18، 17

مرا، مدنی 318، 41

مراکو 20

مریم، صدیقہ، مسج کی والدہ 280، 277، 122، 121، 120، 22

مریم (میریم)، موسیٰ کی بہن 122، 120

مشرق (مشرقین، مشرقیت) 26، 25، 23، 16، 15، 9

33، 35، 36، 37، 38، 39، 40، 41، 42، 43، 44، 46

48، 56، 57، 60، 61، 62، 63، 64، 65، 66، 67، 68

69، 71، 72، 75، 76، 77، 78، 80، 81، 82، 83، 84

85، 86، 89، 91، 94، 95، 96، 99، 100، 101، 105

106، 107، 109، 116، 119، 120، 122، 123

124، 125، 126، 127، 130، 133، 136، 137

139، 144، 145، 146، 147، 149، 150، 152

153، 154، 156، 157، 158، 160، 161، 164

165، 166، 167، 168، 169، 170، 171، 172

مدرسی فکر 285

مدرگولیتھ 124

مژدندان 124

مالک، امام (مالکی) 309، 278، 277

المامون، خلیفہ 271، 138، 72، 64

مانچسٹر 245

مادر، النہر 110

ماہوم (مخامد، ماہومت، ماہومٹن، ماہومٹی، ماہون، ماہوسن،

ماہوسٹ) 140، 143، 72

مانگیروب (جزائیم، جنات کے مانگیروب ہونے کا تصور) 217،

218، 221، 227

مبشرین (مبشری) 170، 94، 93، 92، 91، 84، 49، 27، 26

171، 172

متینی 148

مکلم (مکلمین) 309، 298، 297، 262، 227، 110، 69

التوکل 271

منیریل ازم 193

مجلس ترقی ادب 315، 199

مجلس نشریات اسلام 319، 273، 179، 167، 95

مجمع البحوث الاسلامیہ 318، 39

مجوسی 268، 267

محمدت (محمدین) 167، 138، 132، 131، 125، 110، 70

303، 199

محلہ یارخان 279

محمد بن عبد الوہاب 298

محمد، پیغمبر اسلام، ﷺ 25، 24، 20، 19، 18، 17، 16، 15

26، 44، 45، 46، 47، 60، 62، 63، 64، 65، 66

68، 69، 70، 71، 72، 73، 74، 75، 76، 77، 78، 79

80، 81، 82، 85، 87، 101، 106، 107، 108، 109

110، 111، 116، 117، 118، 119، 122، 123

،196، 199، 201، 209، 210، 211، 213، 214،
،218، 219، 222، 225، 229، 230، 231، 232،
،236، 242، 243، 249، 250، 251، 256، 276،
317:316:315:302:294:288:287

مصطفوی 148

مصطفیٰ البابی الجلیلی 316:242:236

منظہر، جلال، 62، 318

معاذ (جزا و سزا، بہشت، جنت و دوزخ، حیات بعد المات)، تصور

304:269:268:267:220:156:154:50

معارف، رسالہ، 82:62:39:82:62:83:190:315:319

معتزلہ (معتزلی) 163، 198، 211، 218، 237، 262، 263،

309:298:271

مہجرات (مہجرتی، مہجرات و خوارق) 90، 110، 111، 112،

،113، 114، 115، 137، 216، 222، 226، 227،

،228، 241، 242، 248، 249، 250، 263، 274، 283،

306:304:285

مہجم 318:37

معراج 69، 205، 249، 280، 283

مغرورۃ النعمان 70

المعری، احمد بن عبداللہ التتوخی 69، 195

معوذتین 128، 129

المغرب 20

مظلیہ خاندان (مظلیہ سلطنت) 78، 303

مفسر (مفسرین) 110، 121، 124، 199، 206، 209، 217،

309:294:276:274:251:239:222

مقبول، اکیدی 148، 317

مقدمہ قومی زبان 248، 317

مقدمہ شعر و شاعری، کتاب 251

مکتبہ دارالعلوم کراچی 129، 318

مکتبہ وہبہ 68، 241، 316:317

،173، 175، 177، 178، 179، 180، 181، 185،

،190، 192، 194، 200، 206، 230، 243، 244،

،245، 247، 248، 253، 289، 297، 301، 302،

319:318:316:315:305:303

مستعربین 92

المستعرب، سلطان تیونس 54

مسجد اقصیٰ 53، 131، 134، 241،

مسجد حرام 131، 242،

مسجد الرفاعی 192

مسجد نبوی 242

مسجد عالی، لطم، کتاب 251

مسعود، جبران 37، 318

مسلم بن حجاج 132

مسح (سورح) 22، 23، 24، 40، 51، 56، 57، 73، 79، 87،

،90، 114، 115، 120، 140، 142، 144، 145، 205،

،242، 268، 272، 273، 276، 277، 278، 279، 280،

298:286

مسکئی (مسیحیت، عیسائیت) 17، 18، 20، 21، 22، 23، 25،

،26، 27، 28، 36، 40، 43، 46، 47، 49، 50، 52، 53،

،54، 55، 56، 57، 62، 63، 64، 65، 68، 69، 70، 72،

،73، 74، 77، 79، 80، 87، 91، 92، 93، 94، 95، 98،

،109، 114، 118، 122، 123، 129، 137، 139،

،141، 140، 143، 144، 145، 154، 155، 156،

،158، 166، 167، 170، 172، 173، 175، 192،

303:281:268:252:212:209:197

مصاحف (صحف، صحف قرآنی، صحف عثمانی، صحف صدیقی)

129:128:127:126:122:20

مصادر و مراجع 16، 29، 313

مسر 18، 53، 54، 59، 61، 62، 63، 83، 89، 90، 97، 98، 130،

،168، 174، 177، 178، 190، 191، 192، 195،

تیل یونیورسٹی 123

ہنری ہشتم، بادشاہ 143

ہنگری (ہنگرین) 130، 89

ہیکل، محمد حسین 319، 244، 243

ہیوم، ڈیوڈ 112، 113

ی

یاہوج، ماجوج 142، 121

یرموک 46

یرشلیم 173، 141، 136، 59، 53، 52، 38

یزید 20

یعتوب، پیغمبر 90

یمن 118

یوحنا سوم، پوپ 51

یوحنا مشقی 62

یورپ (یورپی، یورپین) 63، 62، 61، 60، 59، 57، 52، 36

64، 68، 69، 71، 75، 76، 77، 80، 82، 83، 84، 85

86، 87، 94، 95، 98، 99، 130، 136، 142، 175

178، 186، 196، 206، 211، 212، 214، 231

239، 265، 271، 288، 289

یوز (یونائس، یونائسٹ) 279

یوسف، بعض لوگوں کے نزدیک حضرت مریم کے شوہر 280

یوسف، پیغمبر (سورۃ یوسف) 44، 64، 90، 227

یولوجس، سینٹ 65

یونانی 61، 129، 144، 155، 165، 167، 248، 302، 311

312

یہود (یہودی، یہودیت، یہود نصاریٰ) 15، 17، 18، 39، 41

42، 43، 44، 45، 48، 49، 60، 65، 74، 75، 80، 81، 86

87، 89، 90، 91، 93، 98، 99، 101، 109، 117، 118

119، 130، 148، 153، 154، 155، 166، 170، 173

174، 177، 193، 208، 209، 219، 229، 258، 267

268، 276، 303

A

'Abduh, Muhammad 214, 215, 230, 288, 325

Abbey 66

Acre 54

Adams, Charles Clarence 230

Adultery 161

Ahasuerus, Ancient Iranian King, 120

Ahmad, Azīz 212, 319

al-'Afghānī, Jamāl al-Dīn 212, 213, 316

Aintab (Gaziantep), City of Turkey 46

Alexander the Great, 121

Alī, Chirāgh 254, 255, 319

Alī, Sayyid Amīr 264, 300, 319

Alīgarh 288

Allen and Unwin 47, 48, 122, 127, 147, 186,

216, 320, 321, 322, 323, 325

Allenby, Edmund 59

Altemus, Henry 107, 145, 321

al-Wāqīdī 138

Amalgam 187

American Arabian Mission 27

American Friends of Middle East 109, 321

American Heritage press 36, 326

American Journal of Islamic Social Science

127, 321

American Mission 230

American University of Bayrūt 214, 245

An Enquiry Concerning the Human Under-

standing, book 112, 113, 324

An Introduction to Ḥadīth: Islamic Surveys,

book 125

Anathema 203

Andrae, Tor 146, 147, 151, 152, 320

Angelic 113

Anthropologist 38

Anti-supernaturalism 299

Apocalypse of John 155

Apocryphal 117

Apologetics 299, 300

Apology of al-Kindī, book 64

al-'Aqīqī, Antūn Dāhīr 214

Aquitaine, an ancient place in France 66

Arab (s) 23, 25, 47, 51, 156, 167, 173, 174,

178, 189, 322, 323, 324

Arab Israel Confrontation 178

Arabian (Arabes, Arabic, Arabia) 27, 47, 48,

144, 158, 160, 167, 178, 207, 212, 231,

246, 324, 326, 330

Arabists 42

Arafāt Publications 105, 320

Arberry, Arthur John 61, 122, 320

Archaeologists 88

Are the Bible Stories True, Article 87, 88,

325

Armstrong, H.C 189, 320

Armstrong, Karen 23, 74, 75, 141, 145, 320

Asad, Muhammad (Weiss, Leopold) 89, 105,

165, 204, 320

Asbridge, Thomas 55, 320

Ascension 205

Ashraf, Sh. Muhammad 212, 213, 320, 324

Asia (Asiatic, Asia Publishing House) 35, 36,

At Sundry Times, book 46, 330
 Ataturk, Mustafa Kemal 188, 189, 190, 320,
 324
 Augustine, Saint (Augustinian) 25

B

Bacon, Roger 25
 Badr 150
 Baillet, Adrien 197
 Bale, Bilius 142
 Baljon, J.M.S 212, 225, 235, 239, 240, 294,
 320

Band of fanatics 48
 Baptize 173
 Barbarians 165
 Barber, C.R 131, 323
 Basil I, King 65
 Bayrūt 134, 214, 245, 323
 Beauvais, Vincent de 66
 Belief(s) 108, 126, 329
 Bell, Richard 117, 119, 121, 122, 123, 128,
 129, 155, 156, 320
 Benton, William 35, 321
 Berkes, Niyazi 186, 323
 Bethman, Erick W. 109, 127, 321
 Bible 87, 88, 109, 325
 Bigge, Selly 112, 324
 Biology 240
 Blachere, Regis 67
 Blackwell 137, 321
 Blanks, David 23, 321
 Bobbs-Merrill 136, 325

Bohn, Henry G. 140, 329
 Bombay 209, 254, 319, 323
 Book of Esther 120
 Booty 150
 Boulainvilliers, Henri Comete de 144
 Bridge to Islam, book 127, 321
 Brill, E.J 115, 123, 225, 320, 325, 329
 Brown, Daniel 137, 321
 Budapest 130
 Burton, John 125, 128, 321

C

Calcutta 107, 264, 319, 329
 California (California University Press) 214,
 215, 325
 Cambridge (Cambridge University Press)
 21, 125, 178, 215, 321, 325, 327, 328
 Capricorn books 189, 320
 Carlyle, Thomas 79, 107, 145, 321
 Castries, Henry de 72
 Center for Middle East Studies 177
 Chairs, designations 62
 Character (Characteristic) 36, 48, 326
 Charles Scribner's Sons 117, 323
 Chaudhary, Mohammad A 127, 321
 Chicago 131, 154, 321, 323
 Christian (Christians, Christianity, Christen -
 dom) 23, 47, 55, 56, 57, 64, 74, 114, 117,
 127, 154, 158, 166, 167, 173, 180, 208,
 248, 320, 321, 325, 327, 328, 330
 Chronicle 65
 Chronological Retrospect of Mahomedan

History, book 78
 Church 56, 180
 CIA 178
 Clarendon Press 36, 112, 136, 140, 212, 319,
 324, 328
 Clays 141, 320
 Cluny 66
 Columbia University Press 22, 329
 Commentator 294
 Conscious (Consciousness, Unconscious-
 ness) 108, 150, 151, 153
 Constantine x Doukas 21
 Constructive 298
 Coulson, J 36, 321
 Council of Clermont 50, 322
 Cragg, Kenneth 172, 173, 174, 178, 216, 322
 Crolier 112, 135, 322
 Cromer, Earl of 287, 288, 322
 Crucifixion 115
 Crusade 24, 50, 52, 55, 320, 322, 324, 326
 Cynic 177
 Cyrus the Great 121

D

Daccan 83, 330
 Daniel, Norman 23, 25, 51, 143, 322
 Dante, Durante degli Alighieri 69
 Darwin, Charles 162, 163, 322
 Davidson, Seraphim William 50, 322
 Deception of Human Body, book 197
 Decline and fall of the Roman Empire, book

Dent 117, 327
 Descarte, Rene 197
 Devilish 113
 Divine (Devine) 69, 109, 111; 115, 164, 326
 Doctrine (s) 155, 157, 205; 246
 Dogma (s) 166, 203, 208
 Dogmatic 207
 Dominican 66
 Doubleday 23, 57, 327
 Duke, King of Aquitaine 66
 Duperron, Jacques Davy 143
 Durant, William James 136, 137, 323
 Durham University 200

E

East (Eastern) 35, 36, 107, 109, 127, 133,
 165, 173, 177, 180, 187, 214, 321
 Edinburgh University (Edinburgh University
 Press) 55, 109, 111, 121, 123, 143, 150,
 174, 320, 322, 324, 327, 329
 Education Society's press 254, 319
 Edward I, King 54
 Egypt (Egyptian) 178, 198, 230, 288, 294,
 322, 327
 Elder, Smith 156, 326
 Eliade, Mircea 162, 323
 Empiricism 112
 Encyclopaedia Britannica 35, 154, 164
 Encyclopaedia of religion and Ethics 117,
 125, 323
 Encyclopedia Americana 112, 135, 322
 Encyclopedia of Religion 162, 323

Encyclopedia of Crime & Justice 161, 324
 Encyclopedia of Islam 111
 Ephesus, Ancient city of Greek 120
 Epileptic 81, 107
 Eugene III, Pope 51
 Eulogius, Saint 65
 Europe (European) 21, 22, 23, 25, 51, 149,
 159, 186, 288, 321, 322, 327, 329
 Evolution 162, 163, 164, 168, 327, 328
 Exhortation (s) 159, 264
 Exodus 88
 Exteriorist 177
 Externality 202, 203

F

Faber and Faber 46, 330
 Faith (s) 115, 136, 137, 146, 147, 151, 152,
 154, 166, 215, 320, 323
 Faizī, Āṣaf A A 209, 323
 Fallacy of Marxism 289
 Faḍlūr-Raḥmān 201, 202, 203, 204, 205,
 296, 323
 Feminist 231
 Fichte, Johann Gottlieb 79
 Fond of romanticizing 235
 Forester, Thomas 140, 329
 Francis, Saint of Assisi (Franciscan) 25
 Frankfurt University 173
 Frassetto, Michael 23, 321
 Frederic II 53
 Fundamental (ism) 205, 296

G

Gabriel 146, 202
 Gama, Vasco da 99
 Ge-hinnom 155
 Geiger, Abraham 80
 Gerbert of Aurillac, Pope 61
 Ghazālī 215
 Gibb, Hamilton Alexander Rosskeen 60, 154,
 300, 323
 Gibbon, Edward 47, 48, 323
 Gimnicks 180
 God 74, 109, 114, 189, 215
 Goethe, Johann Wolfgang von 79, 145, 319
 Goitain, S.D 174, 323
 Gokalp, Ziya 185, 186, 187, 188, 323
 Goldziher, Ignaz 30, 130, 131, 133, 323
 Gospels 114
 Goth, Race 20
 Great Britain 46, 109, 150, 329
 Greeks, Citizens 165
 Green, T.M & Hudson H.H 110, 325
 Grunebaum, Gustave E. von 200
 Guillaume, Alfred 133, 134, 323
 Guzman, Dominic de 66

H

Hadd 161
 Ḥadīth 125, 130, 204, 205, 299
 Haifa 173
 Hallucination 114
 Hāmān 120, 122

Harderwijk University 76
 Harper & Row 110, 325
 Harvard University Press 21, 178, 327, 328
 Hastings, James 117, 125, 323
 Hatchards 115, 327
 Hebrew University Jerusalem 173
 Henry, Mahumetan 143
 Heraclius 45
 Hereafter 215
 Heresy 21
 Heroes and Hero Worship, book 80, 107, 145,
 321
 Heterodoxy 288
 Higher Criticism 297
 Historicity 201
 History of Charles, book 140, 329
 History of Europe, book 21, 327
 History of God, book 74
 History of Islamic peoples, book 107, 146,
 329
 History of Ottoman Empire, book 78
 History of the Arabs, book 47, 167, 324
 Hitti, Philip Khuri 47, 74, 140, 167, 172, 324
 Holy text 240, 294
 Honorius III, Pope 52
 Horten, Professor 301
 Hourani, Albert Fadlo 211, 212, 231, 245,
 246, 324
 Hume, David 112, 113, 324
 Hurts, James Willard 161, 324
 Hutchinson 126, 329

I

Ibn Warraq 123
 Idāra Ma'ārif-i-Islāmī Mansūra 58, 327
 IL Aldine Publishing 131, 323
 Imrān, Maulānā Muhammad 169, 172, 324
 India 175, 177, 249, 261, 288
 Indian Liturgy 111, 327
 Indiana 136, 325
 Indonesia 207
 Innocent III, Pope 52
 Introduction to the Quran, book 119, 121,
 122, 128, 129, 155, 156, 320
 Iqbāl, Muhammad 212, 324
 Irfān 190, 324
 Islam at the Crossroads, book 89, 105, 165,
 204, 320
 Islam: A short History, book 74
 Islamic Publications 83, 330
 Islamist 169
 Israel 178
 Izmir, Province of Turkey 120

J

Ja'firī, Farīd S 208, 324
 Jamīla, Maryam 171, 180, 300, 324
 Jeffery, Arthur 122, 123, 126, 127, 136, 321,
 325
 Je pense, donc je suis 197
 Jesus (Jesus Christ) 22, 23, 57, 122, 155, 205,
 327
 Jews (Jewish) 154, 173, 174, 208, 323

Jihād 156

John Hopkins University 214

John of Damascus 62

Joseph, Michael 190, 324

Jurists 161

K

Kant, Immanuel 76, 110, 113, 325

Karachi 138, 329

Kasama 160

Keats, John 260

Kernalism 189

Kerr, Malcolm H 214, 215, 219, 299, 325

Kerugma 115

Khān, Muhammad Yūsuf 180, 325

Khān, Sir Sayyid Ahmad 212, 239, 248, 288,
299, 320

Khayāts 134, 323

Khudā Bakhsh 107, 329

Kiel University 81

King's Crusade 52

Kingsbury 48, 326

Komnenos, Alexios I 50

Koran 81, 116, 117, 123, 126, 127, 128, 134,
143, 151, 152, 157, 225, 235, 240, 294,
320, 327, 328, 330

Koranic legislation 172

LLa Escatologia musulmanaen la Divina
Comedia, book 69

Lahiri, S.K 264, 319

Lahore 58, 111, 169, 171, 180, 201, 208, 212,
213, 290, 320, 323, 324, 325, 327, 328

Lawton, John Stewart 113, 325

Lazarus 155

Le fanatisme, ou Mahomet le Prophete, A
play by Voltaire 77

Lebanon 214

Legal maxim 161

Legislation 172

Leiden 115, 123, 126, 225, 320, 325, 329

Lemonik, Michael D 88, 325

Levonian, Lootfy Hovhannes 46, 325

Lex Mahomet Pseudoprophete, first Latin
translation of the Quran 67

Liān 160

Liber Apologeticus Martyrum, book 65

Liberal (Liberalism, Liberality) 147, 180,
194, 208, 212, 231, 246, 298, 324

Life of Mahomet, book 64, 141, 326, 329

Locomotive 205

London 23, 26, 36, 38, 46, 47, 48, 74, 108,
111, 113, 114, 115, 116, 117, 122, 124,
126, 127, 128, 140, 141, 147, 149, 156,
157, 158, 163, 178, 180, 186, 190, 202,
212, 216, 320, 321, 322, 323, 324, 325,
326, 327, 328, 329, 330

Longman 23, 111, 114, 115, 322, 326

Longmans, Green and Co 111, 326

Loon, Handrik Van 58, 59, 165, 326

Los Angeles 214

Louis IX 53

Lull, Raymond 25
 Luther's Alkoran 143, 176, 208, 212
 Lutterworth Press 113, 325
 Luzac & co, London 141, 329

M

MacColl, Malcolm 252
 Macmillan Press 47, 117, 162, 288, 320, 322,
 323, 324
 Mahomet (Maumet, Mahometanism, Mahu-
 metan) 64, 73, 77, 108, 140, 141, 142,
 143, 144, 145, 147, 148, 149, 151, 153,
 156, 326, 329
 Mahomet or Fanaticism 145
 Malik Sirāj and Sons 169, 324
 Māmūn 64
 Manazikert (Malazigirt), Town of Turkey 21
 Marcus, Margret 170
 Margoliouth, David Samuel 124, 326
 Martin's Press 23, 321
 Martyrs of Cordoba 65
 Maumet (Mahound, Mahoin, Mahoind) 26,
 73, 140
 Mauritania 207
 Mayer, Hans Eberhard 55, 326
 McGill University 169, 200
 Mecca (Meccans) 26, 89, 150, 152, 153, 170,
 329
 Mediations on First Philosophy, book 197
 Medina (Medinans) 26, 138, 149, 150, 153,
 158, 159, 160, 329
 Mediterranean Sea 165

Mendelssohn, Moses 208
 Menezes, J.L. 158, 326
 Menzel, Theophil 147, 320
 Middle East 109, 133, 173, 177, 214, 321
 Mills, Charles 48, 326
 Milton, John 261
 Minaret 173, 322
 Miracle (s) 111, 112, 113, 114, 115, 325,
 326, 328
 Miracles and Revelation, book 113, 325
 Miriam 120, 122
 Missionaries 171, 180
 Modern Trends in Islam, book 83
 Modernism 171, 180, 230, 261, 296, 300, 325
 Mohammedan (Mohammedans, Mohamm-
 edanism) 56, 111, 124, 154, 323, 326,
 327
 Morris, W 36, 326
 Moses 88, 122, 208
 Mozely, J.B 114, 326
 Mu'jiza 111
 Muhamedan Association 260
 Muhammad at Mecca, book 26, 150, 152,
 153, 329
 Muhammad (Mohammad), Prophet 23, 26,
 58, 73, 74, 75, 81, 108, 116, 118, 119,
 128, 136, 138, 140, 141, 145, 146, 147,
 149, 150, 151, 152, 153, 154, 155, 157,
 158, 159, 160, 166, 173, 205, 320, 325,
 326, 327, 328, 329
 Muir, William 64, 108, 111, 148, 149, 151,
 153, 156, 326

Mullās 207

al-Murābit, 'Abd al-Qādir (Almurabit, Abdulqadir) 79, 145, 319

Murray, John 157, 163, 322, 330

Muslim Studies (Muhammedanische Studien), book 130, 131, 133, 323

N

Napoleon Bonaparte 98

Natural Selection, 163, 164, 219, 322

Naturalism 112

Netherlands 76

New Jersey 172, 175, 324, 328

New York 22, 23, 36, 48, 57, 59, 110, 116, 117, 127, 137, 154, 161, 162, 173, 174, 180, 189, 288, 320, 321, 322, 323, 324, 325, 326, 327, 328, 329

Nicholson 128, 202, 323, 327

Noldeke, Theodor 81

Non-religious Humanism 246

Norwood 157

O

Obloquy 166

Occidentals 165

Old Broad Street 140, 329

Orga, Margarete 190, 324

Orient (Oriental) 35, 36, 38, 83, 111, 328, 330

Oriental and Islamic Studies in World Universities, book 83, 330

Orientalism 35, 36, 37, 38, 42, 61, 94, 127,

171, 321, 324

Orientalism, book 38, 94

Orientalist (s) 26, 35, 36, 37, 38, 42, 43, 61, 171, 180

Origin of species, Book 162, 163, 322

Orthodox (Orthodoxy) 205, 209

Ossory 142

Oxford (Oxford University Press) 26, 36, 55, 74, 108, 112, 128, 136, 138, 140, 154, 173, 212, 319, 320, 321, 322, 323, 324, 326, 327, 328, 329

P

Pagan 62

Page, Kirby 23, 56, 57, 327

Pakistan 177, 208, 261, 290, 324, 327

Pakistan times, Newspaper 208, 290, 324, 327

Palestine 48

Palmer, E. 128, 327

Parbury 48, 326

Paul, Saint 74

Peron, Cardinal 143

Peter the Venerable 66

Pharaoh 90, 122

Philadelphia 107, 145, 323

Philologist 38

Philosophy 197, 264

Pick and Chose 310

Pirenne, Henry 21, 327

Pisa, City of Italy 98

Placios, Miguel Asin 69

Polemics 299
 Polygyny 158, 159
 Pope 50, 51, 52, 322
 Post-prophetic 204
 Pratt, John H. 115, 327
 Pre-Islamic 160, 188, 201
 Price, David 78
 Princeton (Princeton University Press) 26,
 172, 175, 214, 324, 328
 Privatdozent 130
 Progressive 180, 189, 208
 Prophetology 201

Q

Quaritch 47, 330
 Quraishī, Zafar Ali 58, 166, 327
 Quran 61, 89, 117, 119, 121, 122, 123, 125,
 126, 127, 128, 155, 156, 157, 200, 201,
 202, 203, 207, 299, 320, 321, 325

R

Rafi' u-d-Dīn, Dr 290, 327
 Razzia (s) 150, 156
 Reconstruction of religious thought in Islam,
 book 85, 212, 213, 324
 Reeland, Adriaen / Reelant Hadrianus Relan-
 dus 76
 Reform Judaism 80
 Reformer (Reformation) 176, 288
 Reiske, Johann Jakob 144
 Religion (s) 46, 77, 79, 108, 110, 111, 113,
 114, 115, 117, 125, 136, 145, 153, 157,

158, 162, 166, 175, 188, 208, 215, 246,
 272, 284, 319, 323, 325, 326, 329, 330
 Religion within the limits of Reason alone,
 book 77, 110, 113, 325
 Resurrection 114, 115
 Revelation 109, 111, 113, 114, 123, 189,
 202, 203, 325, 326, 329
 Riḍā, Rashīd 214, 215, 325
 Rise and Progress of Mahometanism, book
 141, 142, 143, 144, 329
 Rivingtons 114, 326
 Robert of Ketton 67
 Robert of Chester 67
 Rodd, Thomas 140, 329
 Roderic, King of Hispania 20
 Rodwell, J.M 117, 126, 327
 Romanosiv Diogenes, King of Byzantine 20
 Romans 165
 Romeo and Juliet, A play by Shakespeare 73
 Routledge and Kegan Paul 38, 149, 327, 328
 Routledge Revivals 21, 327
 Royal Asiatic 46
 Russell F. Moore 127, 325

S

S. P. C. K 178, 332
 Safran, Nadav 177, 178, 198, 327
 Said, Edward Wadie 38, 94, 327
 Sale, George 116, 117, 151, 152, 157, 328
 Samson 90
 Sands 158, 326
 Sant Nagar 171, 324

Saracen (s) 22, 51, 260, 329
 Sartor Resartus" (The Tailor Retailored),
 Novel 79
 Saudi Arabia 178, 207
 Saunders, John Joseph 149, 167, 328
 Sayyid Ahmad Khān: A Reinterpretation of
 Muslim theology, book 248
 Scarborough Report 83
 Schacht, Joseph 136, 160, 300, 328
 Schocken Books 174, 323
 Scholiasts 264
 Scripture 115, 127, 294, 325, 327
 Scripture and Science not at variance, book
 115, 327
 Secularism 246
 Sergius the Monk 141
 Seven Sleepers 120
 Shāfi'ī, Imām 137
 Shāh, Dr Muhammad Sultān, 163, 328
 Shairānī, Ilāfīz Maḥmūd Khān 141, 329
 Shakespeare 73
 Shapur I, King 90
 Sharia 300
 Şiddīqī, Bashīr Ahmed 111, 328
 Simon & Schuster 137, 323
 Simpson, J.A 36, 328
 Skepticism 112
 Smith, Lucky T 140, 328
 Smith, Wilfred Cantwell 175, 176, 177, 195,
 289, 298, 300
 SOAS 61
 Sociologist 38

Sources 108, 156, 201, 204, 324
 Southern R. W. 21, 25, 328
 Speculum Doctrinale, book 66
 Speculum Historiale, book 66
 Speculum Maius, book 66
 Speculum Naturale, book 66
 Spirit (Spiritual) 114, 173, 195, 205, 260,
 264, 300, 319
 Sprenger, Aloys 81
 St. Andrews University 125
 Stern, S.M 131, 323
 Stockholm University College 146
 Stubbe, Henry 141, 142, 143, 144, 329
 Stuckrad, Kockuvon 115, 329
 Studies in Islamic culture in the Indian
 Environment. 212, 261, 319
 Supernatural religion, book 111, 114, 115,
 284, 326
 Survival of the Fittest 219
 Sylvester II, Pope 61
 Synthesis 298

T

T & Clark 111, 327
 Talmud 117
 Tanẓīmāt 187
 Taylor & Francis 21, 327
 The Decent of Man, Book 162
 The Divine comedy (Divina Comedia),
 Poem 69
 The Free press 61, 324
 The French Revolution, book 79

The Koran with an Introduction by R
Nicholson, 128, 327

The Light, Magazine 201, 323

The Message of the Quran, translation of the
Quran by Muhammad Asad 89

The Modern Library 48, 323

The Quran Interpreted, translation of the
Quran by Arberry 61, 122, 320

The religious Tract Society 108, 326

The Road to Mecca, book 89, 170

The Sun Dial Press 59, 326

Theology 189, 216, 248, 264, 322

Theophanes the Confessor 65

Theory of Evolution 162

Thutmose II, Pharaoh 90

Tolan, John V 22, 329

Torrey, Charles Cutler 123

Transoxian (Transoxania) 110

Treatise of Human Nature, book 112

Tritton, A.S 126, 329

Troll, Christain W 248

Turkey (Turks) 176, 188

furpin, Archbishop 140, 329

U

United Kingdom 21, 137, 321, 327

University of Strasbourg 81

University of Calcutta Press 107, 329

University of the Punjab 111, 328

Upsham, Edward 78

Uppsala University 146

Urban II, Pope 50, 322

Utrecht University 76, 239

V

Verse 142, 159

Vessels 109

Vienna University 200

Virgin Mary (Mary) 23, 120, 122

Virilocal 158

Vitalis, Ordericus 140, 329

Voltaire, Arouet François-Marie 77

W

Warne, F. 116, 328

Was the Goethe a Muslim, Article 79, 145,
319

Washington DC 109, 321

Watt, William Montgomery 25, 26, 73, 108,
109, 116, 118, 119, 128, 138, 140, 149,
150, 152, 153, 154, 157, 158, 159, 160,
329

Weidenfeld and Nicholson 202, 323

Weil, Gustav 107, 146, 329

Weiner, ESC 36, 328

West (Western, Westernism, Western
civilization, Western culture) 21, 23, 25,
58, 75, 107, 143, 165, 166, 169, 172, 180,
186, 187, 188, 194, 195, 207, 294, 296,
298, 320, 321, 322, 323, 324, 327, 328

What did Muhammad take from Judaism
(Was hat Mohammed aus dem
Judentume aufgenommen), Writing of
Abraham Geiger 80

William I of Aquitaine, king 66

Wollaston, Arthur N 157, 330

Wood Brooke College 46

Wright, Thomas 47, 167, 330

Y

Yale University 123

Yüsufu-d-Dīn 83, 330

Z

Zaehner, Robert Charles 46, 330

Zihār 160

Zwemer, Samuel Marinus 26





یہ کتاب استشرق، مستشرقین کے اسلامی مطالعات اور مسلم اہل فکر و نظر میں ان کے اثر و نفوذ کی وضاحت پر مشتمل ہے۔ اس کا مٹح نظر یہ واضح کرنا ہے کہ تحریک استشرق اور اس کا پس منظر و مناظر کیا ہے؟ اسلامی عقائد و نظریات اور تہذیب و تاریخ کے مختلف پہلوؤں سے متعلق مستشرقین اور مغربی اہل قلم کے افکار و نظریات کس نوعیت کے ہیں؟ ان کی فکر کے مسلم دنیا اور اس کے اہل علم و نظر پر کیا اثرات مرتب ہوئے ہیں اور ان اثرات کے نتیجے میں انھوں نے کیا طرز فکر و عمل اپنایا اور اسلامی تصورات و نظریات کی کیسی تعبیر کرنے کی کوشش کی ہے؟ اس کتاب میں البتہ ان دونوں طبقہ ہائے فکر کے افکار کا تفصیلی نقد و تجزیہ پیش نہیں کیا گیا، کہ اس کے لیے الگ اور تفصیلی بحث و تحقیق کا منصوبہ پیش نظر ہے۔ ہاں کتاب کے آخر میں ”استشرق، تجدد اور راسخ العقیدگی: چند تاثرات و معروضات“ کے زیر عنوان اختصار کے ساتھ مستشرقین، اہل تجدد اور راسخ العقیدہ اسلامیت کے کام اور فکر و نظر کی قدر و قیمت سے متعلق مصنف نے اپنا نقطہ نظر طائرانہ اور اجمالی انداز سے پیش کر دیا ہے۔